(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

بفرمائش

ہوش باش دمے کہ زندگانی این است

کاس الکرام

یعنی شرح رباعیات حکیم عمر خیام معہ مفصل سوانح عمری حکیم صاحب موصوف

از

میر ولی اللہ بی اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد

[illegible]

۱۹۲۴ء

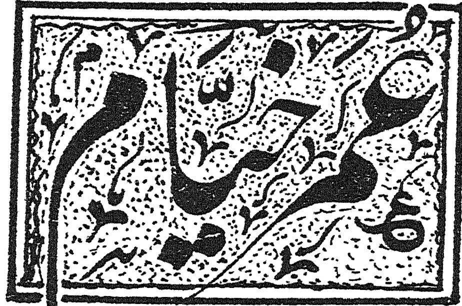
[illegible]

فہرست مطالب

تذکرہ

شرح رباعیات




عمر خیام


تذکرہ و رباعیات


میر ولی اللہ



شہنشاہ اکبر کا قول ہے۔ کہ "بباید کہ پس از ہر غزل خواجہ حافظ رباعی عمر خیام بر نویسند ورنہ خواندن آن حکم شراب بے گزک دارد" (آئین اکبری)

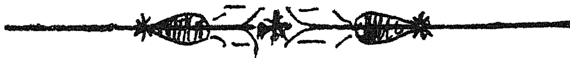
لسان الغیب یعنی شرح دیوان حافظ شائع ہو کر ملک میں بے حد مقبول ہو چکی ہے۔ صرف اکبر ہی نہیں بلکہ آج کل کی پبلک بھی لسان الغیب کے بعد شرح رباعیات خیام کا تقاضا کر رہی تھی۔ اس لئے نیازمند مؤلف نے اس کتاب کے لکھنے اور شائع کرنے کی جرأت کی۔

خداوند کریم کتاب کو قبول عام نصیب کرے۔

میں اپنے محترم دوست چودھری محمد علیخان صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی وکیل کا مشکور ہوں کہ اُنھوں نے نہایت مہربانی سے اس کتاب کے مسودات کی ترتیب اور کتابت کی تصحیح میں میری امداد فرمائی۔

میر ولی اللہ۔ ایبٹ آباد

۱۳ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء





ایں کہنہ رباط را کہ عالم نام است بزمے است کہ وا ماندۂ صد جمشید است	آرامگہ ابلق صبح و شام است قصرے است کہ تکیہ گاہِ صد بہرام است

اس میں شک نہیں کہ بزم دنیا میں ہزاروں جمشید اور لاکھوں بہرام آئے اور گئے۔ بعض جو خوش نصیب تھے اون کے کارنامے اور تذکرے رنگین حروف میں لکھے جاکر اس بزم گاہ کی دیواروں پر بطور یادگار آویزاں کیئے گئے۔ جن کو لوگ اب تک پڑھتے اور عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کے صرف نام ہی رہ گئے باقی نشان محو ہوگئے۔ اور بعض بیچارے ایسے گئے کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

افسوس ہے کہ بزم طرب کے اس جمشید یعنی حکیم خیام کی سوانح عمری میں سے بھی صفحۂ ہستی پر بہت تھوڑے آثار اور دھندلے سے چند نشان باقی رہ گئے۔ تواریخ کی سب مروجہ کتابوں اور تذکروں کی ورق گردانی کرو۔ سوائے ایک دو یقینی واقعات اور چند ایک خانہ ساز روایات کے حکیم صاحب کی زندگی کے حالات کے متعلق اور کچھ نہیں ملے گا۔ یہی تھوڑا سا سرمایہ ہے جسے تذکرہ نویس جتنا چاہے بڑھائے اور پھیلائے اور یہی نامکمل خاکہ ہے جسپر مصوّر رنگ آمیزیاں کرکے اپنے مرقع کو اگر کر سکے تو نگارستان چین بنائے۔

وجہ یہہ ہے کہ حکیم صاحب کی طبیعت کے لوگ فطرتاً نام آوری کے دلدادہ نہیں ہوتے۔ زندگی مستعار کے چند دن جس طرح گزر سکے گزار کر چلے جاتے ہیں۔ اور کبھی

یہہ کوشش نہیں کرتے کہ دنیا کی تاریخ کی کتاب میں اپنے لئے بھی ایک باب لکھ جائیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم رفت گزشت ہوگئے تو پھر ہمارا نام رہا تو کیا اور نہ رہا تو کیا۔

مرا چہ فائدہ زیں کہ بعد من گویند کہ بودہ است فلاں دامِ ائمۂ اُستاد

علاوہ اس کے تراجم اور تذکرے مُفصّل اور معتبر صرف اسی صورت میں ہو سکتے ہیں۔ کہ کسی ہمعصر کے لکھے ہوئے ہوں۔ یہاں بسا اوقات تو یہہ دقت پیش آتی ہے کہ معاصرانہ رشک وحسد ایسے تذکروں کی تصنیف وتالیف کے راستہ میں سنگ راہ بنجاتا ہے اور بعض دفعہ موجودہ زمانہ ایسی ہستیوں کی حقیقت اور عظمت سے آشنا ہی نہیں ہوتا۔ اور صرف آنے والی نسلیں اس قابل ہوتی ہیں کہ قدر شناسی کریں۔ لیکن اون کی کوششیں معاصرانہ یادداشتوں کے نہونے کی وجہ سے کارگر نہیں ہوسکتیں۔ نتیجہ یہہ ہوتا ہے۔ کہ سالہا سال بلکہ صدیوں بعد کے مؤرخ جب ان لوگوں کے حالات لکھنے بیٹھتے ہیں تو مجبوراً چند ایک زبانی روایات پر اونھیں انحصار کرنا پڑتا ہے۔ ایسی روایات میں بعض دفعہ ایسا خلط ملط ہوتا ہے کہ ایک ہی واقعہ کئی مختلف لوگوں کے متعلق مشہور ہوجاتا ہے۔ کوئی اسے یہاں لکھ دیتا ہے اور کوئی وہاں۔ اسی طرح بعض من گھڑت افسانے بھی تاریخی حیثیت قبول کر لیتے ہیں۔ جس سے حقیقت پر ایسا پردہ پڑجاتا ہے کہ پھر کبھی اُٹھ نہیں سکتا۔

سوانح عمری تو ایک طرف رہی۔ ان بزرگوں کے مذہب۔ اون کے عقائد اون کے فلسفہ اور اون کی تعلیم کے متعلق صحیح رائے قائم کرنا بھی محال ہوجاتا ہے۔ انکی تصانیف جو باقی رہجاتی ہیں انھیں سے لوگ اون کے فلسفے کا پتہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن شاعر کے مذہب یا اوس کے فلسفہ کا صحیح اندازہ اُس کی شاعری سے کرنا بعض دفعہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ کیونکہ شاعر کی طبیعت پر ہر عارضی اثر جو ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بسا اوقات وہ ایک شعر کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اس طرح سے شاعر کا دیوان ایسی متضاد اور مختلف باتوں کا ایک مجموعہ ہوجاتا ہے کہ اوس سے شاعر کے عقائد کا اندازہ کرنا حد درجے کی بے انصافی ہے۔ یہی حال حکیم صاحب کا ہے۔ کہ کوئی تو

اُن کو رند کہتا ہے کوئی زاہد۔ کوئی پکا مسلمان سمجھتا ہے اور کوئی ملحد۔

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر سمجھا اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

تذکرۂ ہٰذا کے مآخذ

نیاز مند مؤلف نے اس تذکرہ کی نظم و ترتیب میں جن کتابوں سے بلاواسطہ مدد لی ہے اون کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ حکیم صاحب کے وقت کی۔ بعد کی اور زمانہ حال کی جو جو کتابیں مل سکیں۔ اُن سب سے مستفید ہونے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اُن سب کتابوں کے دیکھنے کے بعد بھی بات جہاں تھی وہیں رہی۔

۱۔ چہار مقالہ نظامی عروضی سمرقندی (حکیم صاحب کا معاصر ہے۔)

۲۔ سیاست نامہ نظام الملک۔

۳۔ وصایائے نظام الملک۔

۴۔ تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی۔

۵۔ تاریخ الحکماء جمال الدین قفطی۔

۶۔ آتش کدۂ آذر۔

۷۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا۔

۸۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔ براؤن

۹۔ سبلائم پیسیمزم آف عمر خیام۔ نگارکر

۱۰۔ رباعیات عمر خیام کے مختلف انگریزی ترجمے اور دیباچے۔

۱۱۔ شعر العجم مولانا شبلی نعمانی۔

۱۲۔ تذکرۂ حکیم عمر خیام مرتبۂ ملک محمد دین صاحب ایڈیٹر صوفی۔

۱۳۔ تذکرۂ حسینی۔

۱۴۔ مختلف رسالوں اور اخباروں کے آرٹیکل۔

۱۵۔ تاریخ روضۃ الصفا خاوند شاہی۔

۱۶۔ الغزالی۔ مولانا شبلی نعمانی۔

۱۷۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان۔ ابن خلکان۔

۱۸۔ تلبیس ابلیس۔ ابن جوزی۔ (متعلق فرقۂ اسماعیلیہ۔

۱۹۔ خزانۂ عامرہ۔ آزاد بلگرامی۔

۲۰۔ تاریخ الخلفائے۔ جلال الدین سیوطی۔

۲۱۔ حسن بن صباح۔ شرر

۲۲۔ بزم خیال۔	۲۶۔ نفحات الانس۔ مولانا جامی۔
۲۳۔ نگارستان فارس۔ آزاد۔	۲۷۔ انٹرنیشنل لائبریری آف فیمس لٹریچر۔
۲۴۔ سخندان فارس۔ آزاد۔	۲۸۔ کتاب البلدان۔ یعقوبی۔
۲۵۔ سروآزاد۔ آزاد بلگرامی۔	

نام و نسب و وجہ تخلص

حکیم صاحب کا نام غیاث الدین ابو الفتح عمر ہے۔ باپ کا نام ابراہیم تھا۔ شعر العجم میں آپ کا نام عمرو لکھا ہے۔ لیکن اور کسی کتاب سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ چنانچہ جمال الدین قفطی کی اخبار الحکماء، چہار مقالہ۔ وصایائے نظام الملک۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا اور باقی تمام تذکروں اور تاریخوں میں عمر ہی لکھا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب کی ایک رباعی سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

تخلص آپ کا خیام ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا آبائی پیشہ خیمہ دوزی تھا۔ اسی لئے یہ تخلص اختیار کیا۔ اس کی مثالیں اور ایرانی شعراء میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً مجد الدین ہمگر اس لئے ہمگر کہلائے کہ آپ رفوگر تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فردوسی نے بھی اس لئے فردوسی تخلص رکھا کہ آپ کے والد زمینداری اور باغبانی کرتے تھے کاتبی جو حکیم صاحب کا ہموطن تھا خوش نویس ہونے کی وجہ سے کاتبی مشہور ہوا۔ شیخ فرید الدین عطار عطر فروش تھے۔ صیرفی ہمدانی صراف تھا۔ صیقلی یزدجردی صنعت شمشیرگری میں مشہور تھا۔ بساطی سمرقندی حصیر باف تھا۔ اوائل میں حصیر تخلص کرتا تھا۔ اپنے استاد مولانا عصمت اللہ بخاری کے حکم کے مطابق بساطی تخلص اختیار کیا۔

خود حکیم صاحب نے اپنی رباعیات میں جو اپنی خیمہ دوزی کی طرف اشارہ کیا کہ وہ صرف خیمہ ہائے حکمت تک محدود ہے۔ فرماتے ہیں۔

خیام کہ خیمہ ہائے حکمت می دوخت	در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت
مقراض اجل طناب عمرش ببرید	دلاّل قضا برائیگانش بفروخت

واللہ اعلم بالصواب۔

تاریخ ولادت

آپ کی تاریخ ولادت کسی کتاب سے صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ نظام الملک کی اس تحریر سے کہ "حکیم عمر خیام و مخذول ابن صباح دو نو رسیدہ بودند و در آن مجلس ہم سن من و باجودت فہم و قوت طبع در غایت کمال و با من مختلط بودند۔" معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نظام الملک کے ہم عمر یا قریباً ہم عمر تھے۔ چونکہ نظام الملک کی تاریخ ولادت اکثر مورخین کے نزدیک ۴۰۸ھ (یا ۱۰۱۸ء) ہے اس لئے قیاساً یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ۴۰۸ھ کے قریب پیدا ہوئے۔

وطن

حکیم صاحب نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر میں یا اس کے مضافات میں پیدا ہوئے۔ عمر کا بہت بڑا حصہ وہاں ہی گزارا۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

نیشاپور ملک خراسان میں ایک پرانا اور بہت مشہور شہر ہے۔ یہ شہر کسی زمانہ میں علم و فضل کا مرکز رہ چکا ہے۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ یہ شہر خراسان کی چار کرسیوں میں سے ایک کرسی (صدر مقام) ہے۔ باقی تین کرسیاں۔ بلخ۔ ہرات اور مرو شاہجہاں ہیں۔ بغداد کے اُس مشہور و معروف کالج سے بھی پہلے جس کا بانی نظام الملک تھا۔ نیشاپور میں کئی کالج اعلیٰ پیمانے پر موجود تھے۔ ایک مدرسہ بیہقیہ۔ اور دوسرا مدرسہ سعیدیہ تھا۔ جسے سلطان محمود غزنوی کے بھائی نے اوس وقت بنایا تھا۔ جب کہ وہ نیشاپور کا حاکم تھا۔ تیسرا ایک اور مدرسہ اسی شہر میں

صوفی واعظ ابوسعد اسماعیل بن علی بن المثنی استر آبادی استاد خطیب البغدادی نے قائم کیا تھا۔ ان سب سے زیادہ عظیم الشان کالج وہ تھا جو ابو اسحاق اسفرائنی کے لئے قائم ہوا تھا۔ یہ شخص ایک بڑا نامی فاضل تھا۔ ۴۱۸ھ میں وفات پائی۔ نفحات الانس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام الملک نے بھی ایک کالج نیشاپور میں بنوایا تھا جسے نظامیہ بغداد کی طرح نظامیہ نیشاپور کہتے تھے۔ امام غزالیؒ بھی اس کالج میں کچھ عرصہ تک مدرس رہے۔

ایک اور مقام پر ابن خلکان اس شہر کے متعلق کہتا ہے۔ کہ "ھِیَ مِنْ اَحْسَنِ مُدُنِ خُرَاسَانَ وَ اَعْظَمِھَا وَاَجْمَعِھَا لِلْخَیْرَاتِ"

وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ نیشاپور اصل میں نے شاپور تھا۔ شاپور ذوالاکتاف شاہِ فارس جب اس مقام پر پہنچا جہاں اب یہ شہر آباد ہے۔ تو اسے یہ جگہ بہت پسند آئی۔ اوس وقت وہاں ایک بڑا بھاری نیستان تھا۔ شاپور نے حکم دیا کہ اس جنگل کو صاف کر کے یہاں شہر آباد کیا جائے۔ چنانچہ شہر کی بنا رکھی گئی اور نام اوس کا نیشاپور مشہور ہوا۔

یعقوبی کی کتاب البلدان میں لکھا ہے کہ "وَنَیْسَابُوْرُ بَلَدٌ وَاسِعٌ کَثِیْرُ الْکُوَرِ فَمِنْ کُوَرِ نَیْسَابُوْرَ الطبسین و قوھستان و نسا و بیورد و ابرشھر و جام .... اِفْتَتَحَ الْبَلَدَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَامِرِ بْنِ کُرَیْزٍ فِیْ خِلَافَۃِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سنۃ ثَلَاثِیْنَ وَ اَھْلُھَا اَخْلَاطٌ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ"

صاحب آتشکدہ لکھتا ہے کہ "نیشاپور از اقلیم چہارم و از ابنیہ طہمورث دیوبند است۔ از بلاد قدیمہ و مدائن عظیمۂ خراسان است۔ گویند بعد از خرابی اردشیر در جائے دیگر شہر ساخت۔ و شاپور آنجا را از پدر خواست۔ وا و در دادن مضائقہ کرد۔ شاپور را غیرت دست دادہ تجدید عمارتِ آں شہر کردہ باسم خود موسوم ساخت۔ یعنی نو شاپور و عرب نیشاپور گفتند۔ غرض آنجا دار السلطنت بنی لیث

وچند بار بزلزلہ وسائر حوادث خراب شدہ۔ وباز معمور گشت ''

یہی مذکورہ بالا زلازل وحوادث کی وجہ ہے کہ پرانے نیشا پور کا (جس میں حکیم صاحب پیدا ہوئے اور جس میں وہ مدت العمر رہے) اب سوائے چند کھنڈرات کے اور کوئی نشان باقی نہیں۔ یہ کھنڈرات موجودہ نیشا پور کے مشرق کی جانب واقع ہیں۔

بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ نیشا پور کا ابتدائی نام ابر شہر تھا۔ ساسانیوں کے عہد میں بھی اس شہر کو ایک خاص مذہبی اہمیت حاصل رہی ہے۔ کیونکہ اس کے قرب وجوار میں ایک نہایت مشہور آتشکدہ تھا۔ جب مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کیا تو عرب سے آکر بہت لوگ اس میں آباد ہوگئے۔ پھر یہ شہر خراسان کا دار الخلافہ بن گیا۔ چنانچہ نویں صدی (عیسوی) میں اس شہر نے بہت ترقی حاصل کی۔ اور روئی اور ریشم کی برآمد نے اس شہر کی تجارت کو بہت فائدہ پہونچایا۔ لیکن حکومت اسلام کے تنزل پر ترکمانوں نے اس تمام علاقہ کو پامال کردیا۔ ۱۱۵۳ء میں ترکمانوں نے اس شہر کو بالکل تباہ کردیا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ آباد ہوگیا۔ ۱۲۲۱ء میں دوبارہ مغلوں کے ہاتھ سے یہ شہر برباد ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر یہ شہر آباد ہو کر اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اوس وقت اس میں کئی کالج تھے۔ اور ریشم کی تجارت بھی پھر عروج پکڑ گئی۔ یہ شہر باغات اور پھلوں کے لئے بہت مشہور تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس کو دمشق خورد کہا جاتا تھا۔

حکیم صاحب کے زمانے میں نیشا پور کی حکومت خاندان سلجوقی کے ہاتھ میں تھی۔ طغرل بیگ اور چغر بیگ سلجوقی نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا۔

حکیم صاحب کی ابتدائی تعلیم اور اتحاد ثلاثہ

حکیم صاحب کی ابتدائی تعلیم اور نظام الملک اور حسن بن صباح کے ساتھ

آپ کے تعلقات کا ایک عجیب قصّہ ہے۔ جو نظام الملک نے اپنی کتاب وصایا میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چونکہ اس روایت کا ماخذ صرف یہی ایک کتاب ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام تفصیل خود نظام الملک کے الفاظ میں درج کی جائے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ

"تم نے سُنا ہوگا کہ ابن صباح خذلہ اللہ تعالٰی کے ہاتھ سے مجھے کیا کیا تکلیفیں پہونچیں۔ اور پہونچ رہی ہیں۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ آیندہ کہاں تک نوبت پہونچے۔ ابن صباح کے ساتھ میرے تعلّقات کی ابتدا یہہ ہے کہ امام موفق نیشاپوری رَوَّحَ اللہُ رُوحَہٗ خراسان کے بڑے مشہور عالموں میں سے تھے۔ آپ کی ذات بہت معزز اور متبرک تھی۔ سنِ شریف اسّی اور نوے سال کے درمیان تھا اور عام لوگوں میں یہہ بات مشہور تھی کہ آپ کی تعلیم بہت مُبارک ہے اور جو لڑکا آپ کے پاس قران وحدیث پڑھتا ہے۔ وہ ضرور صاحب دولت و ثروت بن جاتا ہے۔ اسی بناء پر میرے والد بزرگوار نے فقیہ عبدالصمد کی ساتھ مجھے طوس سے نیشاپور کی طرف روانہ کیا۔ وہاں پہنچکر میں امام موصوف کی مجلس بابرکت میں استفادۂ تعلیم میں مصروف ہوگیا۔ حضرت امام مجھپر خاص عنایت وعاطفت کی نظر رکھتے تھے اور مجھے بھی آپ کے ساتھ ایک خاص اُلفت اور موانست ہوگئی۔ چار سال تک میں آپ کی مجلس میں رہا۔

حکیم عمرخیّام اور مخذول ابن صباح بھی میرے بعد امام مذکور کے حلقۂ تعلیم میں داخل ہوگئے۔ وہ میرے ہم عمر تھے۔ اور جودت فہم اور قوت طبع میں درجۂ کمال پر تھے۔ میرے ساتھ ان کا اختلاط ہوگیا۔ جب میں امام صاحب کی مجلس سے باہر آتا تھا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہوتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ہم اپنے پچھلے سبق کا تکرار وا عادہ کیا کرتے تھے۔ حکیم عمر خیّام نیشاپوری الاصل تھا۔ اور اوس کا مولد ومنشاء وہی شہر تھا۔ مخذول

ابن صباح کا باپ علی ابن احمد ابن جعفر ایک مذوّر بشیدہ۔ بدمذہب خبیث العقیدہ اور بے شرم آدمی تھا۔ اور رَتے کا رہنے والا تھا۔ ابومسلم رازی جو اس علاقہ کا حاکم تھا۔ ایک نیک طینت۔ اور پاک اعتقاد آدمی تھا۔ جیسا کہ ایک اہل سُنّت کو ہونا چاہیئے۔ ابومسلم کی اس مفسد کے ساتھ نہیں بنتی تھی۔ اس بدمذہب آدمی سے ہمیشہ قولی اور فعلی ہذیانات صادر ہوتے رہتے تھے۔ لیکن ابومسلم کے سامنے جھوٹی قسمیں کرکے اپنے آپ کو بچا لیا کرتا تھا۔ چونکہ امام موفق رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت وجماعت کے مقتدا تھے۔ اس لئے اس بدبخت نے تہمت رفض کو دور کرنے کے لئے اپنے بیٹے (حسن بن صباح) کو نیشاپور بھیجا۔ اور امام موصوف کی مجلس درس میں استفادۂ تعلیم میں مشغول کر دیا۔ اور خود زاہد بنکر گوشہ نشین ہوگیا۔ کبھی لوگ اس کو اعتزال والحاد کی طرف منسوب کرتے تھے اور کبھی کفر و زندقہ کی طرف۔ وہ اپنے آپ کو عربی النسل بیان کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں صباح حمیری کی اولاد سے ہوں میرا باپ یمن سے کوفہ میں آیا۔ اور وہاں سے قم پہنچا۔ اور قم سے نقل کر کے رَتے میں آیا۔ لیکن خراسان کے لوگ اور خصوصًا ولایت طوس کے رہنے والے اس بات سے انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس کے باپ دادا اسی ملک کے دیہاتی زمیندار تھے۔

حاصل کلام یہ کہ اوس بدبخت (حسن بن صباح) نے ایکدن مجھے اور حکیم عمر خیام کو کہا کہ یہہ بات عام لوگوں میں بہت مشہور ہے کہ امام موفق کے شاگرد اعلیٰ مرتبوں پر پہونچ جاتے ہیں۔ اگر ہم تینوں نہیں تو کم از کم ایک تو ضرور کسی منصب پر پہونچ جائے گا۔ لیکن شرط یہ ہونی چاہیئے کہ ہم میں سے جو کوئی بھی صاحب دولت بنجائے۔ باقی دونوں ساتھیوں کو اپنے ساتھ برابر کا حصہ دار بنالے۔ کوئی اور ترجیح

کسی کو نہ ہو۔ ہم نے مان لیا۔ اور اس بات پر قول وقرار ہوگیا۔
کچھ مدت گزرنے کے بعد میں خراسان سے نکل کر ماوراءالنہر غزنی اور کابل کی طرف چلا گیا۔ اُدھر سے واپس ہو کر سلطان الپ ارسلان کے دور حکومت میں تمام امور سلطنت کا بندوبست میرے ہاتھ میں آ گیا۔ حکیم عمر خیام میرے پاس آیا۔ جس قدر مجھ سے ہو سکا۔ میں لوازم حسن عہد اور مراسم حفظ وفا کو بجا لایا۔ اور اوس کی بہت عزت و تکریم کی۔ پھر میں نے اوس سے کہا کہ تو صاحب کمال آدمی ہے۔ تجھے چاہئے کہ سلطانی ملازمت اختیار کرے۔ کیونکہ امام موفق کی مجلس والے عہد و پیمان کے مطابق منصب مشترکہ ہے۔ میں تیری دانشمندی اور لیاقت کا بیان بادشاہ کے سامنے اس طرح کروں گا کہ بادشاہ کے ذہن نشین ہو جائے گا۔ اور پھر تو میری طرح درجۂ اعتماد پر پہونچ جائے گا۔ حکیم صاحب نے جواب میں کہا۔ کہ یہ آپ کی شرافت۔ کریم النفسی اور بلند ہمتی ہے۔ کہ آپ ایسی مہربانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ورنہ مجھ جیسے ضعیف کی کیا حقیقت ہے کہ مشرق و مغرب کا وزیر اس کی اس طرح تواضع کرے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ آپ صدق دل سے کہہ رہے ہیں۔ اور ان وعدوں کو معرض ایفا میں لانا آپ کے علو شان اور رفعت مکان کے سامنے کوئی بڑی بات بھی نہیں لیکن چونکہ آپ مجھ جیسے ضعیف پر اتنا احسان فرما رہے ہیں۔ اس لئے اگر میں تمام عمر شکرگزاری کرتا رہوں۔ تو آپ کے اس ایک احسان کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو آپ اس وقت مجھ پر فرما رہے ہیں۔ پس میرے لئے یہ لازم ہے کہ میں ہمیشہ آپ کی غلامی کا دم بھرتا رہوں۔ اور جس مرتبے کی طرف آپ مجھ کو لیجانا چاہتے ہیں وہ اس غلامی کا اقتضا ہی نہیں کرتا۔ کیونکہ (عیاذاً باللہ) یہ مرتبہ عموماً کفران نعمت

کا مقتضی ہوتا ہے۔ اب حق عنایت بس یہی ہے۔ کہیں آپکی بدولت ایک گوشہ میں بیٹھکر پڑھتا پڑھاتا رہوں۔ اور آپ کی عمر و دولت کے لئے دُعا کرتا رہوں۔

حکیم صاحب اسی بات پر اصرار کرتے رہے۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ اپنا مافی الضمیر بے تکلف بیان کر رہے ہیں۔ تو میں نے حکیم صاحب کے اسباب معاش کے لئے ایک ہزار دو سو تومان سالانہ کی جاگیر نیشاپور میں مقرر کردی۔ حکیم صاحب واپس ہوگئے۔ اور علوم و فنون کی تکمیل میں مصروف ہو کر فن ہیأت وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔

سُلطان ملک شاہ کے عہد حکومت میں آپ مرو میں آئے اور علم حکمت کی کمال کی وجہ سے عنایات سلطانی کے مستحق ہوئے اور حلقۂ علماء و حکماء میں مراتب اعلےٰ پر پہونچے۔

اُدھر اُس بدبخت (حسن صباح) کو دیکھئے کہ الپ ارسلان کے زمانے تک تو بالکل گمنام رہا۔ البتہ سلطان ملک شاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا۔ اور میرے پاس آیا۔ جتنا ہو سکا میں نے اوس کی عزت و توقیر کی۔ اور یوماً فیوماً تلطف و تفقد میں اضافہ ہوتا رہا۔ لیکن ایک دن اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ اے خواجہ! تو اہل تحقیق اور صاحب کمال ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ دُنیا متاعِ قلیل ہے۔ اس لئے چاہئے کہ دُنیا کی محبت نقض میثاق کی باعث نہ بنے۔ اور " اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ " کے زمرہ میں تجھے شامل نہ کردے۔ میں نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اِس پر اُس بدبخت نے کہا۔ کہ ہرچند آپ مجھ پر نظرِ شفقت فرماتے ہیں اور مہربانی کرتے ہیں۔ لیکن آپکو یاد ہے کہ ہمارے درمیان وعدہ تو کچھ اور تھا۔ میں نے جواب دیا۔ " سمعاً و طاعتاً " جاہ و منصب بلکہ تمام موروث و مکسب آپ کا مال ہے۔

بعد ازاں میں اسکو ایک دن بادشاہ کی مجلس میں لیگیا۔ اور ایک مناسب موقعہ پر اس کا تعارف کرایا۔ اور اپنے پرانے وعدے کا ماجرا حضرت سلطانی میں بیان کیا۔ اُس بدبخت کی دانشمندی خوش اخلاقی اور دیگر محاسن کی اس زور سے تعریف کی۔ کہ وہ اعتماد و اعتقاد کے درجہ پر پہونچگیا۔ وہ بدبخت بھی ایک چالباز اور فریبی آدمی تھا۔ امانت وصیانت کے لباس میں اس نے بادشاہ کے مزاج میں اتنا تصرف پیدا کرلیا۔ اور اس مرتبہ پر پہونچگیا۔ کہ امور خطیرہ اور مُہمات جلیلہ میں بادشاہ اسی کی رائے پر کام کرتا تھا۔

غرض اس تمہید کی یہ ہے کہ اس بدبخت کو میں نے اس مرتبہ پر پہنچایا۔ کہ آخر کار وہ فساد کا موجب ہوا۔ اسکی خیانت نفس یکبارگی ظاہر ہوگئی۔ اور اگر کوئی جزئی خلل میرے دفتر میں دیکھ پاتا۔ تو بادشاہ کے سامنے اُس کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرتا کہ بادشاہ بدظن ہوجاتا۔

نظام الملک کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب وجہ معاش کی طرف سے فارغ ہو کر تمام عمر تحصیلِ علوم و تکمیلِ فنون میں مصروف رہے۔ اور ایک گونہ گوشہ نشینی کی عمر بسر کی۔

نظام الملک

خدا کی قدرت ہے کہ اس اتحادِ ثلاثہ کے تینوں فرد دُنیا میں نامور ہوئے۔ نظام الملک طوسی کا نام تو تاریخ اسلام کے ورق ورق پر سنہری حروف میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہ شخص اونتیس سال خاندان سلجوقی کا وزیر رہا۔ چودہ سال سلطان الپ ارسلان کی وزارت کی اور پندرہ سال سلطان ملک شاہ کی۔ مورخ کہتے ہیں کہ اسی وزیر باتدبیر کی لیاقت کا نتیجہ تھا۔ کہ اتنی وسیع سلطنت کو تیغ سلطانی نے مسخر کیا۔ نظام الملک بڑا علم دوست آدمی تھا۔ البتہ شعر و سخن کا چنداں قدردان نہ تھا۔ صرف ایک نظامیہ بغداد ہی دنیائے اسلام میں اُس کی شہرت کو

قائم رکھنے کیلئے کافی ہے - آخرکار بادشاہ کے ساتھ کچھ کشیدگی ہوگئی - لیکن معاملہ رفع دفع ہوگیا - بدبخت ابن صباح ہمیشہ خواجہ نظام الملک کے قتل کے درپئے رہا کرتا تھا - چنانچہ اوس نے ایک فدائی کو اس کام پر مامور کیا - وہ نامراد صوفیوں کا لباس پہن کر ایک چھٹی ہاتھ میں لے کر خواجہ صاحب کے پاس آیا - نظام الملک جب چھٹی لے کر پڑھنے لگا - فدائی نے کارد کا ایک ہی ایسا کاری زخم لگایا - کہ نظام الملک جانبر نہ ہوسکا - یہ واقعہ رمضان المبارک ۴۸۵ھ کا ہے -

کہتے ہیں کہ نظام الملک زخمی ہوکر جب زندگی سے ناامید ہوگیا تو یہ قطعہ منظوم کرکے بادشاہ کے پاس بھیجا -

یک چند باقبال تو ای شاہ جہاندار	گرد ستم از چہرۂ ایام سترد دم
طغرائے نکونامی و منشور سعادت	پیش ملک العرش بتوقیع تو بردم
آمد ز قضا نوبت عمرم بسر آخر	واندر سفر از ضربت یک کارد بمردم

بگذاشتم آں خدمت دیرینہ بفرزند
او را بخدا و بخداوند سپردم

حسن بن صباح

حسن بن صباح جیساکہ نظام الملک نے لکھا ہے ایک نہایت چالباز - فریبی اور خطرناک آدمی ثابت ہوا - جب ملک شاہ کو اس کی بدطینتی کا علم اور یقین ہوگیا تو وہ بھاگ نکلا - ملازمان سلطانی نے ہرچند اوس کی گرفتاری کی کوشش کی - مگر وہ ہاتھ نہ آیا - حتٰی کہ وہ مصر میں جاکر خلیفہ مستنصر علوی کا ملازم ہوگیا - اور اپنے مکروفریب کی وجہ سے آہستہ آہستہ دربار میں تقرب حاصل کرلیا - لیکن آخرکار وہاں بھی اس کی فطرت رنگ لائی - اور مصر کو چھوڑنا پڑا - مدت تک ادھر ادھر چھپتا پھرا - اور لوگوں کو مذہب اسماعیلیہ کی دعوت دیتا رہا - ۴۸۳ھ میں قلعۂ الموت پر قابض ہوگیا -

اور اس کے بعد اُس کا اقتدار روزانہ بڑھتا چلا گیا۔ روضۃ الصفا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انتقال ۵۱۸ھ میں ہوا۔

امام ابن جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں حسن بن صباح اور فرقۂ اسماعیلیہ کا ایک مختصر سا تذکرہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حسن بن صباح جو اپنے زمانے میں اس فرقہ کا سردار تھا۔ ابتدا میں رئیس عبدالرزاق بن بہرام کا منشی تھا۔ پھر مصر گیا۔ اور وہاں داعی اسماعیلیہ سے اس مذہب کی تعلیم حاصل کی۔ اس کا طریقہ یہ تھا۔ کہ احمق اور جاہل لوگوں کو جو شعور و دانش سے مُعرّا ہوتے تھے۔ اون کو اپنے دام فریب میں لاکر بادام اور شہد اور کلونجی کھلاتا۔ جب اون کے دماغ میں گرمی پیدا ہوجاتی تو اون کو بتاتا کہ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر کیا کیا ظلم ہوئے۔ پھر اون کو کہتا کہ اگر تم حق پر ہو تو حق کی امداد میں جان دینے سے کیوں ڈرتے ہو۔ اس حیلہ سے ان کو قابو کرکے اپنے حلقۂ فدائیان میں ان کو داخل کرتا۔ چنانچہ بہت سے زندیق جن کے رائے میں اسلام سے دُشمنی تھی۔ اس گروہ میں شامل ہوگئے۔ اور ان لوگوں نے اسلام کو بڑا نقصان پہنچایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حسن بن صباح نے ایک باغ بنوایا ہوا تھا۔ اپنے نئے مریدوں کو بنگ وغیرہ پلاکر مست کردیتا اور چند روز کے لئے اُسی باغ میں جو حور و قصور کی کثرت کے لحاظ سے جنت فردوس کا نمونہ تھا۔ جگہ دیتا اور پھر اوس بہشت کی دائمی زندگی کے وعدے پر اون کو فدائی بناکر اکابر اسلام کے قتل پر مامور کرتا تھا۔

ابن جوزی نے اس فرقہ کے مختلف نام بتائے ہیں۔ (۱) باطنیہ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے ظاہری معنی چھلکے کے برابر ہیں۔ باطنی معنے اصلی مغز ہے۔ (۲) اسماعیلیہ۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ امامت کا دورہ اسماعیل بن جعفر بن محمد الباقر پر منتہی ہوا ہے۔ (۳) سبعیہ۔ یہ لقب اس لئے دیا گیا ہے کہ امامت کا دورہ سات سات پر ہے۔ اور ساتویں پر انتہا ہوتی ہے۔ اور یہ آخری دورہ ہے اور قیامت سے یہی مُراد ہے۔ دورے اسی طرح بے انتہا چلے جائیں گے اور ہر سات

کے خاتمہ پر قیامتیں ہوتی چلی جائیں گی - دوسری وجہ یہ کہ ان کا اعتقاد ہے کہ عالم ارضی کی تدبیر سات ستاروں کے حوالے ہے -(۴) بابکیہ - یہ ان میں سے ایک گروہ کا لقب ہے یہ لوگ بابک مجوسی کے تابع تھے -(۵) محمرہ - کیونکہ انھوں نے بابک کے زمانے میں اپنے کپڑے سرخ رنگ کے بنائے تھے -(۶) قرامطہ - اس کی وجہ تسمیہ مؤرخین کے نزدیک یہ ہے کہ خراسان کا ایک شخص کوفہ میں گیا اور وہاں عابد و زاہد بن گیا - اور لوگوں کو اہل بیت کے امام کی طرف بلاتا تھا - وہ ایک شخص مسمیٰ کرمیہ کے یہاں اترا تھا - جس کو آنکھ کی سرخی کی وجہ سے کرمیہ کہتے تھے - آخر کار وہ داعی کرمیہ کے نام سے منسوب ہو کر کرمیہ ہوا - اور رفتہ رفتہ یہ لفظ کرمتہ ہو گیا - اور معرّب ہو کر قرمطہ بن گیا - (۷) جرمیہ - جرم عجمی لفظ ہے - جس کے معنی ہیں لذیذ عیش کی چیز جس کی طرف نفس راغب ہو - اس نام سے قصد یہ تھا کہ لوگ ہر قسم کی لذّت و شہوت حاصل کریں - خواہ کسی طریقہ سے ہی کیوں نہ ہو - (۸) تعلیمیہ - یہ لقب اس لئے دیا گیا کہ ان کے مذہب کی بنیاد اسی پر ہے کہ جو کچھ امام کہے اسی کو قبول کریں - اور اُسی کی تعلیم کی طرف خلقت کو دعوت دیں - اور یہ کہ اس کی تعلیم کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا - یورپ میں اس فرقے کے لوگوں کو اسیسن کہتے ہیں - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ اسیسن حسن (بن صباح) کے نام سے نکلا ہے - لیکن زیادہ صحیح خیال یہ ہے کہ یہ لفظ لفظ حشیش سے ماخوذ ہے حشیش (بمعنے بھنگ) کیونکہ حسن بن صباح بھنگ پلا کر اپنے فدائیوں کو بدمست کیا کرتا تھا -

سب سے پہلے سلطان جلال الدولہ ملک شاہ کے زمانہ میں باطنیہ کا حال کھلا - نظام الملک نے اس فرقہ کے کئی آدمیوں کو قتل کیا - اور آخر کار خود بھی انھیں کے ہاتھ سے مارا گیا - سلطان ملک شاہ کے انتقال کے بعد اصفہان میں اس فرقہ کا زور بڑھ گیا - اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ آدمی کو چرا کر قتل کر ڈالتے - پھر تو یہ تہلکہ پڑا کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی آدمی عصر کے قریب تک نہ آجاتا - تو اس سے مایوس ہو جاتے -

پہلا قلعہ جو اس فرقہ کے ہاتھ آیا - وہ قلعۂ رودبار تھا - جو نواح دیلم میں ہے - اور یہ قلعہ ملک شاہ کے مصاحب قماج کے قبضہ میں تھا - اس نے ایک ہزار

دوسو اشرفیاں نے کر ۴۸۳ھ میں ملک شاہ کے عہد حکومت میں یہ قلعہ ان لوگوں کے سپرد کر دیا۔

آہستہ آہستہ یہ لوگ کئی قلعوں پر قابض ہو گئے۔ اور ان کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا۔ کہ کچھ مدت تک باقاعدہ سلطنت کرتے رہے۔ آخر ہلاکو خاں کے زمانے میں تمام قلعے ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اور ملاحدہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ خواجہ نصیر نے اس واقعہ کے متعلق کہا ہے۔

سال عرب چو ششصد و شصت و چہار بود	روز دوشنبہ اول ذیقعدہ بامداد
خورشاہ پادشاہ سماعیلیاں ز تخت	برخاست و پیش تخت ہلاکو بایستاد

حکیم صاحب کے علمی فضائل اور تصانیف

اگرچہ آج کل اکثر لوگ حکیم صاحب کو صرف ان کی فارسی رباعیات کے ذریعے سے ہی جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکیم عمر خیام صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ مختلف علوم و فنون میں درجۂ کمال حاصل کیا تھا۔ چنانچہ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ تواریخ۔ لغت۔ فن قرأت۔ ریاضی۔ نجوم۔ ہیأت۔ اور فلسفۂ یونان میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ فلسفۂ یونان سے تو آپ کو ایک خاص وابستگی تھی۔ چنانچہ جمال الدین قفطی ان کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ " يُعَلِّمُ عِلْمَ يُونَانَ وَيَحُثُّ عَلَى طَلَبِ الْوَاحِدِ الدَّيَّانِ بِتَطْهِيرِ الْحَرَكَاتِ الْبَدَنِيَّةِ لِتَنْزِيهِ النَّفْسِ الْإِنْسَانِيَّةِ وَيَأْمُرُ بِالْتِزَامِ السِّيَاسَةِ الْمَدَنِيَّةِ حَسْبَ الْقَوَاعِدِ الْيُونَانِيَّةِ "۔ یہی مؤرخ آپ کو علم نجوم و حکمت میں " عدیم القرین " لکھتا ہے۔

یونانیات کی تعلیم و تدریس عقائد اسلامی پر اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب کے مذہب اور عقائد کے متعلق لوگوں نے

اعتراض کرنے شروع کر دئے۔ تکفیر ہر زمانہ میں ارزاں رہی ہے۔ حکیم صاحب کو بھی بعض آدمیوں نے بیدین قرار دے دیا۔ جس پر ادھوں نے مجبوراً عنانِ زبان وقلم کو کچھ عرصہ کے لئے تھام لیا۔ اور چونکہ اپنی جان کا اندیشہ بھی ہو گیا تھا۔ اس لئے حج کو چلے گئے۔ جب بغداد پہونچے تو حکمتِ یونان اور علم قدیم کے شائقین نے چاہا کہ آپ سے یہ علوم سیکھیں۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ کیونکہ آپ اس تعلیم کے نتائج اور خطرات سے آگاہ ہو چکے تھے۔ حج سے فارغ ہو کر آپ اپنے شہر نیشاپور میں واپس آئے اور یونانیات کے ذکر واذکار کو چھوڑ کر عبادات میں مصروف ہو گئے۔ خاقانی شروانی نے کیا خوب کہا ہے۔

علمِ تعطیل مشنوید از غیر　　سترِ توحید را خلل منہید
فلسفہ در سخن میامیزید　　وانگہے نام آں جدل منہید
زحلِ زندقہ جہاں بگرفت　　گوش ہمت بریں زحل منہید
نقدِ ہر فلسفی کم از فلس است　　فلس در کیسۂ عمل منہید
دین بہ تیغِ حق از فنا رستست　　باز بنیادش از فنا منہید
مشتے اطفال نوتعلّم را　　لوحِ ادبار در بغل منہید
مرکبِ دیں کہ زادۂ عرب است　　داغِ یونانش بر کفل منہید
قفلِ اسطورۂ ارسطو را　　بر درِ احسن الملل منہید
نقشِ فرسودۂ فلاطوں را　　بر طرازِ بہیں حلل منہید

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو فلسفۂ یونان سے بہت نفرت تھی چنانچہ آپ نے کئی کتابیں ابطالِ فلسفہ پر تصنیف فرمائیں۔ ابن خلکان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ نظام الملک کے پاس ہمیشہ ایک جماعت فضلائے عصر کی موجود رہتی تھی۔ اور جدل ومناظرہ کی مجلسیں گرم رہا کرتی تھیں۔ چنانچہ جب امام غزالی علیہ الرحمۃ خواجۂ موصوف کے پاس گئے۔ تو ان کے علمی فضائل کا حال بھی انہی مجالسِ مناظرہ میں کھلا۔ جس پر خواجۂ موصوف نے ان کو نظامیۂ بغداد

کی مدرّسی قبول کرنے پر مجبور کیا۔ تاریخ الحکماء میں امام غزالی اور حکیم عمر خیّام کے ایک مناظرہ کا حال بھی درج ہے۔ امام صاحب نے کسی مسئلہ فلسفیہ کے متعلق حکیم صاحب سے سؤال کیا۔ آپ نے پہلے تو یہ کہکر ٹالدیا کہ میں اس مسئلہ پر مفصّل بحث اپنی کتاب عرائس النفائس میں لکھ چکا ہوں۔ وہاں دیکھ لیجئے۔ پھر اصرار پر اس مسئلہ کی تشریح کرنے لگے۔ تو اس طرح کہ پہلے ابتدائی مراتب پر بحث شروع کی اور اپنے بیان کو اتنی تفصیل دی کہ گویا کسی طالبعلم کو پڑھا رہے ہیں۔ ابھی یہی ابجد ختم نہیں ہوئی تھی کہ نماز ظہر کا وقت آگیا۔ اور آذان کی آواز کان میں آئی۔ اسپر امام غزالیؒ علیہ الرحمۃ یہ کہکر اوٹھ کھڑے ہوئے کہ "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"

فلکیات میں بھی آپ کو ایک خاص مہارت حاصل تھی۔ خواجہ نظام الملک نے آپ کے فضائل علمی کا ذکر کرتے ہوئے فن ہیأت میں آپ کے درجات رفیعہ کی طرف بالخصوص اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ علم نجوم (اسٹرالوجی) کا پیشین گوئی کے فن سے کوئی تعلّق نہیں۔ اور نہ اس فن کی کوئی علمی بنیاد ہے۔ تاہم موسموں کے تغیّر و تبدّل اور ہواؤں کے رُخ کی بناء پر ابر و باراں کے متعلّق پیش از وقت خبر دینا بے بنیاد پیشینگوئی کی تعریف میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ ایسے معلومات کے متعلّق آج کل بھی ایک خاص محکمہ ہر ایک مہذّب مُلک میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب اپنے زمانے میں اس فن کے بھی اُستاد تھے۔ نظامی عروضی سمرقندی لکھتا ہے۔ کہ ۵۰۸ھ کے موسم سرما میں بادشاہ نے خواجہ بزرگ صدرالدین محمّد بن المظفر کے پاس شہر مرو میں آدمی بھیجا کہ امام عمر خیام کو کہو کہ ہم شکار کو جانا چاہتے ہیں کوئی دن ایسے مقرر کری جن میں بارش اور برف نہ ہو۔ ان دنوں میں حکیم صاحب خواجہ صدرالدین کے پاس ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ خواجہ صاحب نے حکیم صاحب سے پیغام شاہی کا ذکر کیا۔ حکیم صاحب نے دو روز تک اس معاملہ میں غور کرکے دن مقرّر کر دئے۔ اور خود جاکر بادشاہ کو تواریخ معیّنہ سے مُطّلع کیا۔ چنانچہ بادشاہ شکار کے لئے روانہ ہوا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا

کہ بادل اٹھے اور برف گرنی شروع ہوئی - لوگوں نے اس پر حکیم صاحب کی ہنسی اُڑائی - بادشاہ نے چاہا کہ واپس ہو جائے - لیکن حکیم صاحب نے کہا کہ خاطر جمع رکھو ابھی بادل چھٹ جائیں گے - اور پانچ دن تک زمین نم بھی نہ ہوگی - بادشاہ شکار کے لئے روانہ ہو گیا - بادل ہٹ گئے - پانچ دن تک ایک قطرہ پانی کا بھی آسمان سے نہ گرا - اور لوگوں نے بادل کی شکل تک نہ دیکھی -

نظامی عروضی اس واقعہ کا ذکر کرکے کہتا ہے کہ " احکام نجومی اگرچہ صنعتے معروف است اعتماد را نشاید و باید منجم ہرچہ حکم کند بہ قضا حوالہ کند "

حکیم انوری کے متعلق بھی جو عمر خیّام کی طرح - شاعر - منجم - ریاضی دان - اور فلاسفر تھا - اسی قسم کا ایک واقعہ مشہور ہے - کہتے ہیں کہ سلطان سنجر کے زمانہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ سات سیّاروں کا بُرج میزان میں اجتماع ہو گیا حکیم انوری نے احکام نجوم کی بناء پر پیشین گوئی کی کہ اس مہینے میں فلاں رات کو اس شدت کا ہوائی طوفان آئے گا - کہ درخت اور مکان گر جائیں گے - اور شہروں کے شہر برباد ہو جائیں گے - اس رات کو لوگ ڈر کے مارے شہر چھوڑ کر باہر میدانوں میں نکل گئے - لیکن مرسل الرّیاح کا حکم کچھ اور تھا - اس رات کو اتنی ہوا بھی نہ چلی کہ سر منارہ پر چراغ کو گل کر سکے - دوسرے روز صبح کے وقت بادشاہ نے انوری کو بلا بھیجا - اور عتاب کیا - انوری نے معذرت کی کہ قرانات کا اثر فوری نہیں ہوتا - بتدریج ہوتا ہے - مگر انوری کی بدقسمتی سے سال بھر ہوا بند رہی - حتّےٰ کہ زمینداروں کا غلّہ بھی باہر ہی پڑا رہا - اتنی ہوا نہ تھی کہ غلّہ صاف ہو سکے - انوری شرمندہ ہو کر ملک چھوڑ کر چلا گیا - اور بلخ میں جا کر اقامت اختیار کر لی - فرید کاتب نے اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہے -

گفت انوری کہ از جہت بادہائے سخت	ویراں شود عمارت و کہ نیز بر سری
در سالِ حکم او نہ وزید است ہیچ باد	ای مرسل الرّیاح تو دانی و انوری

لیکن بعض لوگ حکیم انوری کی پیشین گوئی کو سچا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس

پیشین گوئی کا تعلق موسمی آثار سے نہیں تھا - بلکہ سیاسی طوفان سے مراد تھی - چنانچہ جلدی ہی چنگیز خانی حادثہ ظہور پذیر ہوا -

اخبار الحکماء میں قفطی نے بھی بعینہ ایک ایسا ہی واقعہ ابو الفضل خازمی کے متعلق بیان کیا ہے - اوس نے بھی کواکب سبعہ کے قران کی بناء پر طوفانِ باد کی پیشین گوئی کی تھی - جو پوری نہ ہوئی - اسپر ابو الغنائم محمد بن المعلم الواسطی نے کہا ہے -

قل لابی الفضل قول معترف	مضی جمادی وجاء نا رجب
وما جرت زعزع کما حکموا	ولا بدا کوکب له ذنب
قد بان کذب المنجمین وفی	ای مقال قالوا فما کذبوا
مدبر الامر واحد لیس للسبعة فی کل حادث سبب	

لیکن نجوم وہیأت اور فلسفۂ یونانی کی مصروفیتوں نے حکیم صاحب کو علوم قرآنی کی طرف سے بالکل غافل نہیں کر دیا تھا - چنانچہ شعر العجم میں (بحوالۂ تاریخ الحکماء شہر زوری) لکھا ہے کہ ایک دفعہ قاضی عبد الرشید حکیم عمر خیام سے مرو کے حمام میں ملے - اور حکیم صاحب سے سورۂ معوذتین (سورۂ الفلق وسورۂ الناس) کے معنی دریافت کئے اور پوچھا کہ ان سورتوں میں بعض الفاظ بار بار کیوں آئے ہیں - حکیم صاحب نے ان سورتوں کی تفسیر بیان کرنی شروع کی تو تمام مفسرین کے اقوال ان کے دلائل اور اسناد اس فصاحت سے بیان کئے کہ قاضی صاحب حیران ہو گئے وہ کہتے ہیں کہ اگر حکیم صاحب کی تمام تقریر لکھی جاتی تو پوری ایک کتاب بن جاتی -

لغات وادبیات عرب میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا - لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں فردوس التواریخ کے حوالہ سے لکھا ہے - کہ ایک دفعہ ابو الحسن بیہقی اور حکیم صاحب کے درمیان دیوان حماسہ کے ایک شعر پر بہت طویل بحث ہوئی - جس سے ادب عربی میں آپ کے علو مراتب کا اندازہ ہو سکتا

ہے۔

اسی طرح فن قرأت میں بھی آپ کے معلومات بہت وسیع تھی شہرزوری نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ وزیر عبدالرزاق کی مجلس میں علمی مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ابوالحسن غزالی بھی جو فن قرأت کے امام تھے۔ موجود تھے۔ اسی فن کے کسی مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی کہ حکیم عمر خیّام بھی آموجود ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری پر وزیر عبدالرزاق نے وہ مسئلہ حکیم صاحب کے سامنے پیش کیا۔ حکیم صاحب نے ساتوں قرأتیں بہ شاذ روایتیں۔ اور ان کے متعلق پورے دلائل اور وجوہ کا بیان کرکے ایک قرأت کو باقی قرأتوں پر ترجیح دی اور مسئلہ زیر بحث کو ایسی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا کہ ابوالحسن غزالی بھی قائل ہوگئے۔ اور بھری مجلس میں آپ کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ حکماء کا تو کیا ذکر ہے۔ فن قرات کے ماہرین میں سے بھی شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے معلومات اتنے وسیع ہوں۔ (شعر العجم)

حکیم صاحب کی قوت حافظہ کا یہ حال تھا۔ کہ اصفہان کے مقام پر آپ نے ایک کتاب کو سات دفعہ پڑھا۔ اور جب نیشاپور واپس آئے۔ تو پوری کی پوری کتاب زبانی لکھوا دی۔ اصل کتاب کے ساتھ مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ صرف چند الفاظ کا فرق ہے۔

افسوس ہے کہ حکیم صاحب کے علمی کارنامے محفوظ نہ رہے۔ چند تصانیف جن کا نام یا نشان ابتک باقی ہے۔ ذیل کی فہرست میں درج ہیں۔

(۱) تقویم جلالی۔ سلطان ملک شاہ نے جب پرانی تقویم کی اصلاح کا ارادہ کیا۔ تو ۴۶۷ھ میں اطراف واکناف ملک سے مشہور منجم بلائے۔ ایک عظیم الشان رصدخانہ قائم کیا گیا۔ جس میں مدت تک حکیم صاحب کام کرتے رہے۔ چنانچہ آپ نے ایک نئی تقویم تیار کی جو تاریخ ملک شاہی یا تقویم جلالی کے نام سے مشہور ہے۔ اس تقویم کے متعلق گبن کی رائے ہے کہ جیولیئن کیلنڈر سے

یہ تقویم بدرجہا بہتر ہے۔ اور صحت میں گریگورین کیلنڈر کے قریب قریب ہے۔ سال جلالی کا آغاز ۱۰ ۴۷۱ھ (۱۵۔مارچ ۱۰۷۹ء) سے ہوتا ہے۔ تاریخ الخلفاء میں شیخ جلال الدین سیوطی نے خلیفہ مقتدی بامر اللہ ابوالقاسم کے حالات میں لکھا ہے کہ "فی ھذہ السنۃ (۴۶۷ھ) جمع نظام الملک المنجمین وجعلوا النیروز اول نقطۃ من الحمل وکان قبل ذلک عند طول الشمس نصف الحوت وصار ما فعلہ النظام مبدأ التقاویم"

(۲) زیچ ملک شاہی۔ اسی رصد خانے میں حکیم صاحب نے نقشہ جات نجومی کو از سرِ نو ترتیب دیکر نئے نقشے بنائے۔

(۳) عرائس النفائس۔ فلسفہ کی کتاب ہے۔ لیکن اب صرف نام باقی ہے۔

(۴) الجبرا بزبان عربی۔ فرانس میں بمعہ ترجمہ کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔

(۵) اقلیدس کے بعض مشکل اور پیچیدہ مسائل پر ایک کتاب لکھی جواب نہیں ملتی

(۶) علم طبعیات میں ایک رسالہ۔

(۷) ایک مختصر سا رسالہ دربارۂ "حکمۃ الخالق فی خلق العالم خصوصا الانسان وتکلیف الناس بالعبادات" یہ رسالہ مصر میں چھپ گیا ہے۔

(۸) ایک رسالہ جسمیں ان تین مسائل کا ذکر ہے (۱) کیف صدر ملازیم التضاد والشر عن الواجب (۲) جبر و اختیار (۳) ان البقاء ہل ہو من صفات المعانی فیکون وصفاً زائداً علی ذات الباقی کما زعمہ قوم ام من الصفات النفیۃ۔ یہ رسالہ بھی مصر میں چھپ گیا ہے۔

(۹) رسالہ موسومہ ضیاء العقلی فی موضوع العلم الکلی یہ رسالہ بھی مصر میں چھپ گیا ہے۔

دربار شاہی سے تعلقات

معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کے تعلقات دربارشاہی اور امراء و وزرائے وقت کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں - چنانچہ خواجہ نظام الملک نے آپ کو نیشاپور میں ایک مستقل جاگیر دے رکھی تھی - اور اسی لئے وہ فکر معاش کی طرف سے ہمیشہ فارغ البال رہے - نظامی عروضی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جب کبھی شہر مرو میں تشریف لیجاتے تو خواجۂ بزرگ صدر الدین محمّد بن المظفر کے مہمان ہوتے - اسی طرح وزیر عبدالرزاق کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے ہیں - سلطان ملک شاہ بھی آپ پر بہت مہربانی کیا کرتا تھا - نظام الملک لکھتا ہے - کہ " در نوبت جہانداری سلطان ملک شاہ بمرو آمد و در علم حکمت تعریفات یافت - و سلطان، عنایت ہا فرمود - باعلیٰ مراتب کہ کبار علماء و حکماء را باشد رسید " - دولت شاہ سمرقندی حکیم صاحب کے متعلق لکھتا ہے - کہ سلاطین عصر اوس کی بہت عزت کیا کرتے تھے - چنانچہ سلطان سنجر اس کو اپنے تخت پر اپنے پاس بٹھایا کرتا تھا - کہتے ہیں کہ خواجہ نصیر الدّین طوسی نے ایک دفعہ ہلاکو خاں سے شکایت کی تھی کہ میں علم و فضل میں حکیم عمر خیّام سے کم نہیں ہوں - لیکن جو عزت اوس کی دربارشاہی میں تھی - میری نہیں - کیونکہ اس زمانے میں علماء کی تعظیم کم ہوگئی ہے -

تاریخ الحکماء سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان سنجر نہیں بلکہ شمس الملوک خاقان بخاری حکیم صاحب کو اپنے تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا کرتا تھا - سلطان سنجر کے متعلق لکھا ہے کہ اوس کے ساتھ حکیم صاحب کے تعلقات چنداں اچھے نہ تھے - وجہ یہہ بتائی ہے کہ سنجر کو جب کہ وہ لڑکا تھا - چیچک نکل آئی - حکیم صاحب معالجہ کرتے رہے - ایک دن وزیر نے آپ سے دریافت کیا کہ بیمار کی حالت کیسی ہے - آپ نے فرمایا - کہ صورت اچھی نظر نہیں آتی - یہ بات سنجر کے کانوں تک بھی پہونچگئی - سنجر کے دل میں اس سے صدمہ ہوا - جس کا اثر ہمیشہ قائم رہا -

بہرحال اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے سلاطین - وُزراء -

اور اُمراء حکیم صاحب کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔کہ حکیم صاحب ہمیشہ درس و تدریس اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے سیاسیات میں مطلق دخل نہیں دیتے تھے۔ دولتِ دُنیا کی لالچ نہیں تھی۔ نظام الملک کی عطا کردہ جاگیر پر قناعت کرکے بیٹھ گئے اور علمی مشاغل میں عمر بسر کردی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اُمراء کے علاوہ اُس زمانے کے فضلاء بھی حکیم صاحب کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ سوائے چند ایک زہّاد ریاکار کے جن کو حکیم صاحب سے قدرتاً منافرت تھی۔ باقی سب لوگ حکیم صاحب کی بڑی تعظیم کرتے تھے نظامی عروضی جو آپ کا معاصر ہے ہمیشہ آپ کو خواجہ۔ امام۔ اور حجۃ الحق وغیرہ القاب سے یاد کرتا ہے۔ قاضی ابو نصر محمّد بن عبد الرحیم نسوی (امام و قاضی نواح فارس) نے ۳۰۰ھ میں حکیم صاحب کو بعض مسائل علمی کے متعلق ایک خط لکھا۔ جس کے شروع میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

إِنْ كُنْتِ مُرْعِيْنَ يَا رِيحَ الصَّبَا ذِمَمِي	فَاقْرِي السَّلَامَ عَلَى الْعَلَّامَةِ الْعَجَمِي
بُوسِي لَدَيْهِ تُرَابَ الْأَرْضِ خَاضِعَةً	خُضُوعَ مَنْ يَجْتَدِي جَدْوَى مِنَ الْحَكَمِ
فَهُوَ الْحَكِيمُ الَّذِي تَسْقِي سَحَائِبُهُ	مَاءَ الْحَيَاةِ رُفَاتَ الْأَعْظُمِ الرِّمَمِ

اولاد

حکیم عُمر خیّام صاحب اولاد تھے۔ اگرچہ کسی مؤرّخ نے براہ راست آپ کے خانگی تعلقات ازدواج و اولاد وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ تاہم دولت شاہ سمرقندی اور حاجی لطف علی بیگ آذر کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے۔کہ ملک الکلام شاہفور بن محمّد نیشاپوری المتخلص بہ اشہری حکیم صاحب کی اولاد میں سے تھا۔ دولت شاہ لکھتا ہے کہ "نسبِ شاہفور بحکیم عُمر خیّام می رسد" شاہفور ظہیر الدین

فاریابی کا شاگرد تھا - اور سلطان محمد تکش کے زمانے میں منصبِ انشا اس کے سپرد تھا - سنہ [illegible]ھ میں تبریز میں فوت ہوا - ذیل کی غزل سے اس کی شاعری کا مرتبہ معلوم ہو سکتا ہے -

روزگارِ آشفتہ تر یا زلفِ تو یا کارِ من ۔ ذرہ کمتر یا دہانت یا دلِ غمخوارِ من
شب سیہ تر یا دلت یا حالِ من یا خالِ تو ۔ شہد خوشتر یا لبت یا لفظِ گوہر بارِ من
نظمِ پروین خوبتر یا دُر و یا دندانِ تو ۔ قامتِ تو راست تر یا سرو یا گفتارِ من
وصلِ تو دلجوی تر یا شعر ہائے نغزِ من ۔ ہجرِ تو دلسوز تر یا نالہ ہائے زارِ من
مہر و مہ رخشندہ تر یا رائے من یا روئے تو ۔ آسماں گردندہ تر یا خوئے تو یا کارِ من
وعدۂ تو کوژتر یا پشتِ من یا ابروئت ۔ قولِ تو بے اثر تر یا باد یا پندارِ من
صبرِ من کم یا وفائے نیکواں یا شرمِ تو ۔ خوبیِ تو بیشتر یا آندہ و تیمارِ من
چشمِ تو خونریز تر یا چرخ یا شمشیرِ شاہ ۔ غمزۂ تو تیز تر یا تیغ یا بازارِ من

وفات

نزہت الارواح اور فردوس التواریخ میں آپ کی وفات کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے - کہتے ہیں کہ ایک روز آپ بوعلی سینا کی کتاب الشفاء کا مطالعہ کر رہے تھے - جب وحدت و کثرت کی بحث پر پہنچے - تو کتاب ہاتھ سے چھوڑ دی - نماز پڑھی اور یہ کہتے ہوئے جان دیدی - کہ " اے خداوند تعالے ! میں نے اپنی طاقت کے مطابق تجھ کو پہچاننے کی کوشش کی - تو مجھے بخشدے کیونکہ تیرے متعلق میرا جتنا علم ہے میری طاقت کے مطابق صرف اتنا ہی ہو سکتا تھا " تمام مورخوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ (قریبًا ایک سو نو ۱۰۹ سال کی عمر میں) سنہ ۴۲۸ھ میں وفات پائی -

آپ قبرستان حیرہ میں مدفون ہوئے - نظامی عروضی لکھتا ہے

کہ " ۵۰۶ھ کی بات ہے کہ خواجہ امام عمر خیام اور خواجہ مظفر اسفرازی بلخ میں امیر ابو سعد کے مکان پر جو بردہ فروشوں کے کوچے میں ہے ۔ ٹھہرے ہوئے تھے ۔ میں بھی اون کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ مجلس عشرت گرم تھی کہ حجۃ الحق حکیم عمر خیام نے فرمایا کہ میری قبر ایک ایسے مقام پر ہوگی ۔ جہاں ہر سال دو دفعہ درخت میری قبر پر پھول برسایا کریں گے ۔ مجھے یہ بات محال معلوم ہوئی لیکن میں جانتا تھا ۔ کہ ایسا شخص بیہودہ بات نہیں کہہ سکتا ۔ پھر جب میں ۵۳۰ھ میں نیشاپور گیا تو اس سے کئی سال پہلے حکیم صاحب فوت ہو چکے تھے ۔ اور روئے زمین کو اپنی برکات سے محروم کر گئے تھے ۔ چونکہ مجھ پر اون کا اوستادی کا حق تھا ۔ اس لئے جمعرات کو میں اون کی قبر کی زیارت کرنے گیا ۔ اور ایک شخص کو اپنے ساتھ لے گیا تاکہ وہ مجھے اون کی قبر کا پتہ دے ۔ وہ شخص مجھے قبرستان حیرہ میں لے گیا ۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ باغ کی دیوار کے نیچے آپ کی قبر ہے اور امرود اور زرد آلو کے درختوں کی شاخیں باغ سے نکل کر آپ کی قبر تک پہونچی ہوئی ہیں ۔ ان درختوں کے شگوفے جھڑ جھڑ کر آپ کی قبر پر اس قدر جمع ہو گئے تھے کہ قبر نظر نہ آتی تھی ۔ اس پر مجھے وہ پیشین گوئی یاد آگئی جو آپ نے بلخ میں کی تھی ۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے کیونکہ میں نے بسیط عالم اور اقطار ربع مسکوں میں اوس کا ثانی نہیں دیکھا ۔ خداوند تعالےٰ اون کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے " (سخر العرس)

موجودہ شہر نیشاپور کے مشرق کی طرف پرانے نیشاپور کے کھنڈرات میں ایک ویران شدہ مسجد کے احاطہ کے اندر آپ کی قبر اس وقت تک موجود ہے ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد یہ مسجد بنائی گئی کیونکہ نظامی عروضی کے بیان میں کسی ایسی مسجد کا ذکر نہیں ہے ۔

لیکن افسوس ہے کہ حکیم صاحب کی قبر بہت کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہوئی ہے ۔ صرف مٹی کا ایک ڈھیر ہے جس پر کتبہ تک نہیں ۔ اہل ملک نے

کبھی اس امر کی طرف توجہ نہیں کی - البتہ حکیم صاحب کے بعض انگریز قدر دانوں نے عرصہ ہوا آپ کے مزار کی درستی کا خیال ظاہر کیا تھا - معلوم نہیں کچھ ہوا یا نہیں۔

عجیب اتفاق ہے کہ حکیم صاحب کی پیشین گوئی جس کا نظامی عروضی نے ذکر کیا ہے - آجتک پوری ہوتی چلی آتی ہے - ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے - کہ یورپ کا ایک سیاح (مسٹر ڈبلیو سٹیپسن) حکیم صاحب کے مزار کی زیارت کے لئے نیشاپور گیا - وہاں جاکر دیکھا کہ گلاب کی شاخیں حکیم صاحب کی قبر پر گل افشانی کر رہی ہیں - یہ سیاح اسی گلاب کے کچھ بیج اپنے ساتھ لے گیا - جو بعد میں بڑی شان اور اہتمام کے ساتھ فٹز جیرلڈ کی قبر پر لگائے گئے -

حکیم صاحب کی شاعری

حکیم صاحب کی شاعری کا تمام تر سرمایہ یہی ایک مجموعہ رباعیات ہے جو مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے - سوائے مندرجہ ذیل قطعہ کے جو اکثر تذکروں میں آپ کے نام سے منسوب ہے اور کوئی فارسی نظم آپ کی یادگار اسوقت موجود نہیں - یا تو سوائے رباعی کے آپ نے اور کچھ لکھا ہی نہیں یا باقی تصانیف کی طرح جو تھوڑا بہت لکھا بھی تھا وہ زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا -

قطعہ

دوش با عقل در سخن بودم
گفتم اے مایۂ ہمہ دانش
گفتمش چیست زندگانیِ دہر
گفتم از وے چہ حاصل است بگو

کشف شد بر دلم خیالے چند
دارم از تحقیق بتو سؤالے چند
گفت خوابیست یا خیالے چند
گفت درد سر و بالے چند

گفتمش نفس رام کے گردد | گفت چوں یافت گوشمالے چند
گفتم اہلِ زماں چہ طائفہ اند | گفت گرگ و سگ و شغالے چند
گفتمش بحثِ اہلِ دُنیا چیست | گفت بیہودہ قیل و قالے چند
گفتم اہلِ زمانہ درچہ فن اند | گفت دربند جمع مالے چند
گفتمش چیست کتخدائی گفت | ہفتۂ عیش و غُصّہ سالے چند
گفتم او را شناس دُنیا چیست | گفت زالے نہادہ خالے چند
گفتمش چیست گفتہ ہائے خیام | گفت پندی و حسب حالے چند

لیکن اس قطعہ کے متعلق بھی یقینی طور سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حکیم صاحب ہی کی تصنیف ہے۔ خود میں نے دیوان حافظ کے ایک قلمی نسخہ میں جو ۱۲۱۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہی قطعہ خواجہ حافظ کے نام پر دیکھا ہے۔ صرف "گفتہ ہائے خیام" کے بجائے "گفتۂ حافظ" تھا۔ باقی نظم بجنسہٖ یہی تھی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

البتہ عربی زبان میں آپ نے بہت شعر لکھے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ کا عربی کلام بھی کسی مستقل کتاب کی صورت میں محفوظ نہ رہ سکا۔ بعض تاریخوں اور تذکروں میں چند ایک اشعار درج ہیں۔ مندرجۂ ذیل شعر شہرزوری نے نقل کئے ہیں (شعر العجم)

تدین لی الدنیا بل السبعة العلی | بل الافق الاعلی اذا جاش خاطری
اصوم علی الفحشاء جهرا وخفیة | عفافا وافطاری بتقدیس خاطری
وکم عصبة ضلت عن الحق فاهتدت | بطرق الهدی من فیضی المتقاطر
فان صراط المستقیم بصائر | نصبن علی وادی العمی کالقناطر
اذا قنعت نفسی بمیسور بلغة | یحصلها بالکد کفی وساعدی
امنت تصاریف الحوادث کلها | فکن یا زمانی موعدی او مساعدی

وھبنی اتخذت الشعر بین منازلی
وفوق مناط الفرقدین مصاعدی
عتی باعدت دنیاک کان مصیبۃ
نواعجبا من ذا القریب المباعد
اذا کان محصول الحیاۃ منیۃ
فسیان حالاہ کل ساع وقاعد
رحبت دھرا طویلا فی الناس اخ
یرعی ودادی اذا ذو خلۃ خانا
فکم الفت وکم اخیت غیر اخ
وکم تبدلت بالاخوان اخوانا
وقلت للنفس لما عز مطلبھا
باللہ ما تالفی ما عشت انسانا

رُباعی

جس طرح مدح سرائی کے لئے قصیدہ اور عاشقانہ شاعری کے لئے غزل مخصوص ہے۔ اسی طرح حکیمانہ مضامین کے بیان کرنے کے لئے سب سے بہتر قسم نظم کی رُباعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم صاحب نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے رُباعی کو اختیار کیا۔ علاوہ ازیں اوس زمانے میں رُباعی کا رواج بھی زیادہ تھا۔ چنانچہ حکیم صاحب کے سوا تین اور مشہور رُباعی نویس شاعر یعنی (۱) بابا طاہر ہمدانی۔ (۲) مشہور صوفی شاعر ابوسعید ابوالخیر۔ اور (۳) شیخ الغفاری بھی اُسی زمانے میں ہوئے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب کے ہم عصر تھے۔ گو شاعر نہ تھے۔ لیکن کبھی کچھ کہتے تھے۔ تو رباعی ہی کہتے تھے۔ مولانا شبلی مرحوم نے امام صاحب کے تذکرہ میں اون کی چند رُباعیاں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب بھی اپنی رُباعیات میں قریبًا وہی مضمون بیان فرمایا کرتے تھے جو حکیم صاحب کی رباعیات میں ہیں۔ مثلاً۔

ای کانِ بقا۔ در چہ بقائی کہ نہ
در جائی نہ۔ کدام جائی کہ نہ
ای ذاتِ تو از ذات و جہت مستغنی
آخر تو کجائی و کجائی کہ نہ

کس را پس پردۂ قضا راہ نہ شد ہر کس ز سر خیال چیزے گفتند	وز سر قدر ہیچ کس آگاہ نہ شد معلوم نگشت و قصہ کوتاہ نہ شد
با جام شرابے بسر خم کردیم شاید کہ درین میکدہ یا وریا بیم	وز آب خرابات تیمم کردیم آں یار کہ در صومعہ ہا گم کردیم

مولانا شبلی نعمانی نے ان رباعیات کو مجمع الفصحا اور ریاض العارفین کے حوالے سے امام صاحب کے نام پر لکھا ہے۔ لیکن ان میں سے دوسری اور تیسری رباعی بادنیٰ تفاوت الفاظ حکیم صاحب کے مجموعۂ رباعیات میں بھی درج ہے۔ واللہ اعلم۔

کہا جاتا ہے کہ رُباعی ایرانی شاعری کی اختراع ہے اور زبان عربی اس سے ناآشنا ہے۔ دولت شاہ سمرقندی لکھتا ہے کہ فارسی شاعری کی ابتداء ہی رُباعی سے ہوئی ہے۔ چنانچہ اوس کا بیان ہے۔ کہ

از تاروزِ آل ساسان اشعارِ عجم را ندیدہ اند۔ اگر احیاناً نیز شعرے گفتہ باشند۔ مدوّن نہ کردہ اند۔ حکایت کنند کہ یعقوب بن لیث صفار کہ در دیارِ عجم اول کسیکہ بر خلفائے بنی عباس خروج کردہ او بود۔ پسرے داشت کوچک و اورا تا بغایت دوست می داشت۔ روز عید آں کودک با کودکاں دیگر جوز می انداخت۔ امیر بسر کوئی رسید و بہ تماشائے فرزند ساعتے بایستاد۔ فرزندش جوز بینداخت۔ درغلت جوزِ بگو افتاد و یکے بیروں جست۔ امیرزادہ ناامید شد۔ پس از لمحۂ آں جوز نیز بر سبیل رجع القہقرا بجانب گو غلطاں شد۔ امیرزادہ مسرور گشت۔ و از غایتِ ابتہاج بر زبانش گذشت۔ کہ

غلطاں غلطاں ہمی رود تالبِ گو

یعقوب را ایں کلام بمذاق خوش آمد۔ ندماء و وزراء را حاضر کرد۔ گفتہ از جنس شعر است۔ وابو دلف وزینت الکعب باتفاق بہ تحقیق و تقطیع مشغول شدند۔ ایں مصرعہ را نوعے از ہزج یافتند۔ مصرعے دیگر بہ تقطیع موافق ایں بدیں مصرعہ افزودند۔ ویک بیت دیگر موافق آں ساختند۔ و دو بیتی نام کردند۔ چند گاہے دو بیتی می گفتند۔ تا آنکہ لفظ دو بیتی نیکو نہ دیدند۔ گفتند۔ ایں چہار مصرعہ است۔ رُباعی نیز می شاید گفت۔ وچند گاہ اہلی فضلاً برُباعی مشغول بودند۔ و خوش خوش باصناف سخنوری مشغول شدند۔

ع:۔ گل بود بسبزہ نیز آراستہ شد

مرزا غالب فرماتے ہیں کہ " رُباعی کے باب میں بیان مختصر یہ ہے کہ اس کا ایک وزن معیّن ہے۔ عرب میں دستور نہ تھا۔ سوائے عجم کے۔ یہ بحر ہزج میں سے نکالا ہے مفعول مفاعلن فعولن۔ ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور۔ اس وزن پر فعلن بڑھا دیا ہے۔ مفعول مفاعلن فعولن فعلن۔ زحافات اس میں بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس ہیں اور وہ سب جائز اور روا ہیں۔ اور اس بحر کا نام بحر رباعی ہے۔ رُباعی یہ ہے کہ سوائے اس بحر کے اور بحر میں نہیں کہی جاتی اور یہ جو مطلع اور حُسن مطلع کو رُباعی کہتے ہیں اس راہ سے کہ مصرعے چار ہیں کہو ورنہ رُباعی نہیں ہے۔ نظم ہے۔ قدماء کو بیشتر اس کا التزام تھا۔ کہ ہر مصرعہ میں قافیہ رکھتے تھے۔ خاقانی برعائت صنعت ذوقافیتین کہتا ہے۔

من بودم دآں نگار روحانی روی خلقے بدر ایستادہ خاقانی جوئی	افگندہ دراں دو زلف چوگانی گوئی من در حرم وصال سبحانی گوئی

میں پانچ چار برس سے بہرا ہو گیا ہوں ایک رُباعی چار قافیہ کی اس مضمون خاص کی میں نے لکھی ہے۔ بے رعایت صنعت ذوقافیتین۔

دارم دلِ شاد و دیدۂ بینائے خوبست کہ نشنوم ز ہر خود رائے	در کری گوشم نبود پروائے گلبانگ انا کرتُکلم الا غلائے

فقیر اس باب میں متعصب ہے اور وزن کی رو بیت میں قافیہ والی کو رباعی نہ کہے گا۔"
(خود ہندی)

حکیم صاحب کی رباعیات میں بھی اگرچہ تیسرے مصرعہ میں قافیہ کا التزام نہیں ہے۔ لیکن بعض بعض رباعیات ایسی موجود ہیں جن میں چاروں مصرعے قافیہ دار ہیں۔ ایسی رباعی کو ترانہ بھی کہتے ہیں۔ مثلاً

بوسیدہ ہر جمع اندایں خانہ چند	نا رفتہ رہ صدق و صفا گامے چند
بگرفتہ ز طامات الف لامے چند	بدنام کنندۂ نکو نامے چند

منشی سید غلام حسنین صاحب قدر بلگرامی نے قواعد العروض میں رباعی کے چوبیس مشہور وزنوں کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کی مثال لکھی ہے۔

(۱) خواہی شوی آگاہ زحال دل ریش	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول
(۲) دانش مکن اعتماد بر عمر دراز	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول
(۳) از جعد تو گرد آرد یک شمہ شمال	مفعول مفاعیلن مفعول فعول
(۴) تو حافظ قرآن وخدا حافظ تو	مفعول مفاعیل مفاعیل فعل
(۵) با این ہمہ استخوان شکستیم عبث	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل
(۶) بیمار توام جانان حالم بہ نگر	مفعول مفاعیلن مفعول فعل
(۷) ہر کس کہ ز اسرار خدا آگاہ ست	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع
(۸) اکنوں ز تردد لفس تنگی کرد	مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع
(۹) چوں قد تو بخرامد ای سیم اندام	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع
(۱۰) جاں شد گرو روزی رازق ضامن	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع
(۱۱) من آئینۂ دیار زنگستانم	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع
(۱۲) بر خاک درت ہر دم رخ بیسایم	مفعول مفاعیلن مفعولن فع
(۱۳) ہر ساعت دریائے تو جاں بہر نثار	مفعولن مفعول مفاعیل فعول
(۱۴) مطرب حرفے نمی زند حال ببیں	مفعولن فاعلن مفاعیل فعول

(۱۵) می خواہم تا ریزم اے طرفہ نگار	مفعولن مفعولن مفعول فعول
(۱۶) چوں گفتم با گل ز خجالت سوختے	مفعولن مفعول مفاعیل فعل
(۱۷) محی الدینی و مصطفےٰ حافظ تو	مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
(۱۸) ... کہ بارم بے ... از دیدہ گہر	مفعولن مفعولن مفعول فعل
(۱۹) از گل آمد بوئے تو رفتم از ہوش	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
(۲۰) آدم معلوم و قدر آدم معلوم	مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع
(۲۱) در گلشن اشک فشاں می گشتم دوش	مفعولن مفعولن مفعولن فاع
(۲۲) گاہے بخشد لعل تو مرہم ما را	مفعولن مفعول مفاعیلن فع
(۲۳) معذورم دار اگر نہ گفتم مخزن	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
(۲۴) گاہے دارد زلفت درہم ما را	مفعولن مفعولن مفعولن فع

ان میں سے پہلے بارہ وزن شجرۂ غیر مجبق۔ اور دوسرے بارہ وزن شجرۂ مجبق کے ہیں۔ صاحب قواعد العروض لکھتے ہیں کہ شجرۂ دوم کے بارہ اوزان کا خلط باہمی جائز ہے۔ یعنی ایک مصرعہ کسی وزن کا ہو اور دوسرا دوسرے وزن کا۔ اور تیسرا اور وزن کا۔ اور چوتھا اور وزن کا۔ مگر اس شجرہ سے باہر نہ ہو۔ تو خلاف استعمال اور ناجائز نہیں۔ بلکہ اوزان شجرۂ اول و شجرۂ دوم کا پیوند بھی درست ہے۔

مجموعۂ رباعیات اور الحاق

صرف رباعیات عمر خیام کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام پرانے شاعروں کے کلام کے متعلق اس امر کی عام شکایت ہے کہ کاتبوں نے شعراء کے کلام میں بڑا خلط ملط کر دیا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مطبوعہ کتابوں میں ایک شاعر کے شعر دوسرے شاعر کے دیوان میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ اس زمانے

میں تحقیق اور یقین کے ساتھ یہ کہنا کہ فلاں شعر جو دو یا تین مختلف شاعروں کے دیوان میں موجود ہے۔ فلاں شاعر کا ہے۔ بہت مشکل بات ہے۔ جب تک کوئی قلمی نسخہ شاعر کے ہاتھ کا لکھا ہوا یا اوس کے زمانے کا لکھا ہوا دستیاب نہ ہو۔ کوئی قطعی رائے قائم نہیں ہو سکتی۔ حکیم صاحب کی رباعیات کے مختلف مطبوعہ نسخے دیکھئے۔ تمام اختلاف سے لبریز ہیں۔ اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حکیم صاحب کی رباعیات کی صحیح تعداد کیا ہے۔ پرانے قلمی نسخے بہت کمیاب ہیں۔ حکیم صاحب کے زمانے کے قریب کا کوئی قلمی نسخہ اب تک دنیا کو معلوم نہیں ہوا۔

سب سے پرانا قلمی نسخہ رباعیات عمر خیام کا بوڈلین لائبریری میں موجود ہے۔ یہ ۸۶۵ھ (۱۴۶۰ء) کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ میں صرف (۱۵۹) رباعیات ہیں۔ اس نسخہ کا عکس بمعہ ترجمہ مسٹر ایڈورڈ ہیرن این نے سال ۱۸۹۸ء میں لنڈن میں چھپوایا تھا۔

پیرس میں ایک قلمی نسخہ ہے۔ جو ۹۳۰ھ (۱۵۳۰ء) کا لکھا ہوا ہے اس میں صرف (۷۶) رباعیات ہیں۔

ایک قلمی نسخہ بانکی پور میں ہے۔ جس میں (۶۰۴) رباعیات موجود ہیں۔

ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری میں بمقام کلکتہ موجود ہے۔ جس میں (۵۱۶) رباعیات ہیں۔

دان ہیمر نے اپنے قلمی نسخہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس میں (۲۰۰) رباعیات ہیں۔

مطبوعہ نسخوں میں بھی اسی طرح اختلاف ہے۔ لکھنؤ میں جو نسخہ ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوا۔ اوس میں (۷۷۰) رباعیات ہیں۔

جان پین کے نسخہ میں (۸۴۵) رباعیات درج ہیں۔ مس جیسی کیڈل

نے (۱۲۰۰) سے زیادہ رباعیات کا مجموعہ اکٹھا کیا ہے - عام موجودہ مطبوعہ نسخوں میں (۷۶۲) رباعیات ہیں یا کچھ کم و بیش - ابھی تھوڑا عرصہ ہوا - امرتسر میں رُباعیات عمر خیام کا ایک مجموعہ طبع ہوا - جس میں ادھر ادھر کی رباعیات کو شامل کر مروجہ نسخوں سے بہت زیادہ تعداد رباعیات کی درج کی گئی ہے -

حاصل کلام یہ ہے کہ ان رباعیات کے متعلق یقینی طور سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ صحیح تعداد کتنی ہے اور الحاقی رباعیات کتنی ہیں - لیکن اس میں شک نہیں کہ الحاق یقیناً ہوا ہے - چنانچہ میں نے بڑی کاوش کے بعد مختلف تذکروں اور دیوانوں کے مقابلہ سے جن الحاقی رباعیات کا پتہ نکالا ہے ان کا نقشہ ذیل میں درج ہے - اس نقشہ کے ماخذ جابجا رُباعیات الحاقی کی شرح کے ضمن میں کتاب میں درج کر دئے گئے ہیں - لیکن یہ فہرست بھی کسی طرح سے مکمل نہیں کہی جا سکتی - جتنی تلاش اور کی جائے - اتنی زیادہ کامیابی اس باب میں ممکن ہے -

نمبر شمار	نام شاعر	[illegible]	نمبر شمار	نام شاعر	[illegible]
(۱)	افضل الدین کاشی	۳	۸	سلمان ساوجی	۳
۲	شیخ سعدی	۱۲	۹	شاہی	۱
۳	انوری	۲	۱۰	قطران بن منصور ترمذی	۱
۴	کمال الدین بیدار	۱	۱۱	کمال الدین اسماعیل	۲
۵	مولانا روم	۴	۱۲	امین	۱
۶	امام غزالی	۲	۱۳	ابو سعید ابو الخیر	۵
۷	شاہ شجاع	۱	۱۴	عسجدی	۱

نمبر شمار	نام شاعر	تعداد رباعیات جو اس کے نام سے منسوب ہیں اور عمر خیام کی رباعیوں میں شامل ہیں	نمبر شمار	نام شاعر	تعداد رباعیات جو اس کے نام سے منسوب ہیں اور عمر خیام کی رباعیوں میں شامل ہیں
۱۵	قتالی	۱	۲۷	شاہ علاء الدولہ	۱
۱۶	عمعق بخاری	۱	۲۸	فخر الدین رازی	۱
۱۷	حیاتی گیلانی	۱	۲۹	ابراہیم بن ادہم بلخی	۱
۱۸	ابو اسماعیل	۱	۳۰	بوعلی سینا	۱
۱۹	شیخ سیف الدین	۱	۳۱	ابو الحسن خرقانی	۱
۲۰	اثیر الدین اومانی	۱	۳۲	شیخ نجم الدین رازی	۱
۲۱	مجد الدین ہمگر	۲	۳۳	سراج الدین قمری	۱
۲۲	ملک شمس الدین	۱	۳۴	ابو سعید اشرف	۱
۲۳	غیاث الدین بلخی ہمتی	۱	۳۵	شیخ مجد الدین رازی	۱
۲۴	شاہ سنجان	۱	۳۶	درویش مقصود تیرگر	۱
۲۵	خواجہ حافظ	۷	۳۷	عشقی کاشانی	۱
۲۶	سحابی استرآبادی	۱	۳۸	مغربی تبریزی	۱

اس کے علاوہ رباعیات کی تعداد کو بڑھانے کے لئے بعض لوگوں نے ایک ہی رباعی کو دو مختلف ردیفوں میں ڈال کر دونوں جگہ شمار کیا ہے۔ اور بعض جگہ چند الفاظ کے تغیر تبدل سے ایک رباعی کی دو رباعیاں بنالی ہیں۔ چنانچہ مروجہ مطبوعہ نسخوں میں اس امر کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ بعض کا ذکر کر دینا کافی ہوگا۔

مے در کف من نہ کہ دلم در تاب است
وین عمر گریزپائے چوں سیماب است
برخیز کہ بیداری دولت خواب است
دریاب کہ آتش جوانی آب است

اس رُباعی سے ایک اور رُباعی پیدا کرلی گئی ہے۔

در دہ پیر تریں مئے کہ جہاں تاب است
زاں مئے کہ گل نشاط را مہتاب است
بشتاب کہ آتش جوانی آب است
دریاب کہ بیداری دولت خواب است

ایک اور رُباعی ہے۔

آنکس کہ گنہ نزد وے سہل بود
ایں نکتہ بگوید ارکہ او اہل بود
علم ازلی علت عصیاں کردن
نزدیک حکیم غائت جہل بود

اسی رُباعی سے دوسری رُباعی اس طرح بنالی ہے کہ

آنکس کہ بروئے دین نا اہل بود
داند کہ چو آب شبہہ سہل بود
علم ازپئے علت عصیاں خواندن
نزد عقلا ز غائت جہل بود

اسی طرح ایک اور مثال دیکھئے

ای آمدہ از عالم روحانی تفت
حیراں شدہ در پنج و چہار و شش و ہفت
مے خور چو ندانی ز کجا آمدۂ
خوش باش ندانی بہ کجا خواہی رفت

اس سے دوسری رُباعی اس طرح نکالی ہے۔

دریاب کہ از روح جدا خواہی رفت
در پردۂ اسرار خدا خواہی رفت
مے خور کہ ندانی ز کجا آمدۂ
خوش زی چو ندانی کہ کجا خواہی رفت

اور دیکھئے۔

آں بہ کہ زجام بادہ دل شاد کنیم
وز نامدہ و گزشتہ کم یاد کنیم
ایں عاریتی رواق زندانی را
یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم

اس رُباعی کو ردیف ی میں اس طرح لکھدیا ہے۔

آں بہ کہ زجام بادہ دل شاد کنی - الخ -

ایک اور رُباعی ہے

در دہ مئے لعل لالہ گوں اے ساقی
بکشائی ز حلق شیشہ خوں اے ساقی
کامروز بہ دل زجام مئے نیست مرا
یکدوست کہ پاک است دروں اے ساقی

اس سے دوسری رُباعی اس طرح بنائی -

در دہ مئے لعل لالہ گونِ صافی
بکشا زحلق شیشہ خونِ صافی
کامروز برول زجامِ مے نیست مرا
یکدوست کہ دارد اندرونِ صافی

اسی طرح ایک اور رُباعی ہے

تا خاک مرا بقالب آمیختہ اند
بس فتنہ کہ از خاک برانگیختہ اند
من بہتر ازیں نمی توانم بودن
کز بوتہ مرا چنیں برون ریختہ اند

اس سے دوسری رُباعی اس طرح بنائی ہے

نقشے ست کہ بر وجود ما ریختہ
صد بوالعجبی زما برانگیختہ
من زاں بہ ازیں نمی توانم بودن
کز بوتہ مرا چنیں فرو ریختہ

مندرجۂ ذیل تین رباعیات بھی معلوم ہوتا ہے - کہ ایک ہی رُباعی سے نکالی گئی ہیں -

برخیز و بیا کہ چنگ بر چنگ زنیم
مے نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم
چوں بادہ خوریم در خرابات خوریم
دیں شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم

در دامن یار بیوفا چنگ زنیم
مے نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم
سجادہ بیک پیالۂ مے بفروشیم
ناموس بُود نیم و بر سنگ زنیم

صبح است دمی بر شۂ گلرنگ زنیم
دیں شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم
دست از امل دراز خود باز کشیم
در زلف دراز و دامن چنگ زنیم

ترتیب رُباعیات

اس سے پہلے رُباعیات عمر خیام کے جتنے قلمی یا مطبوعہ نسخے موجود تھے سب کی ترتیب ردیف وار تھی۔ باقی تمام شعراء کے کلام کا بھی یہی حال ہے اس میں شک نہیں کہ بعض حالات میں ترتیب صرف ردیف وار ہی ہو سکتی ہے اور کوئی صورت نہیں ہوتی۔ لیکن حکیم صاحب کے کلام کی ترتیب باب وار بھی ممکن ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حکیم صاحب کی تمام رُباعیات میں مضمون چند ایک ہیں جن کو نئے نئے پیرایہ میں مختلف رباعیات میں ادا کیا گیا ہے۔ اسی لئے میں نے رباعیات کو ردیف وار نہیں بلکہ مضمون وار ترتیب دی ہے۔ اس میں بعض فوائد مد نظر تھے۔

اوّل یہ کہ جب مضمون کے لحاظ سے تبویب ممکن ہے۔ تو پھر رباعیات کو ردیف وار جمع کرنا فضول تھا۔

دوم یہ کہ ایک مضمون کی رُباعیات کو اکٹھا کر کے باب کے شروع میں ایک تمہیدی تقریر ان تمام رُباعیات کی تشریح و توضیح کا کام دے سکتی ہے اور یہ ممکن نہیں تھا کہ ایک ہی مضمون کی مختلف رُباعیات کی مختلف مقامات پر بار بار شرح لکھی جاتی۔

سوم یہ کہ ایک ہی مضمون کی تمام رباعیات کو یکجا کر دینے میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک ہی مضمون کے متعلق شاعر کے خیالات کے تمام مختلف پہلو نظر آجاتے ہیں۔ ایک نہایت ہی رندانہ طرز میں لکھی ہوئی رُباعی کو دیکھ کر شاعر کے متعلق جو خیال دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسی مضمون کی ایک اور رُباعی جو بالکل علیحدہ رنگ میں ہوتی ہے۔ دیکھ کر اس خیال میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ خدا کی رحمت اور مغفرت کے بھروسے پر حکیم صاحب کتنے گستاخ ہوتے نظر آتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

یارب تو کریمی و کریمی کرم است	عاصی چہ رو برون ز باغ ارم است

با طاعتم ار بخشی آں نیست کرم	با معصیتم اگر بخشی کرم است

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

اے آنکہ پدید گشتم از قدرت تو	پروردہ شدم بناز و از نعمت تو
صد سال بہ امتحاں گناہ خواہم کرد	یا جرم من است بیش یا رحمت تو

لیکن دیکھئے اسی باب میں ایک اور رباعی کہتے ہیں۔

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم	وز کردہ خویشتن بدردم چہ کنم
گیرم کہ ز من درگزرانی بکرم	زیں شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

اس ایک رباعی میں اپنی تمام رندانہ رباعیات کا جواب دے دیا ہے پھر ایک اور مقام پر دیکھئے کس دردناک طریقے سے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

بر سینۂ غم پذیر من رحمت کن	بر جان و دل اسیر من رحمت کن
بر پائے خرابات رو من بخشائے	بر دست پیالہ گیر من رحمت کن

مسئلہ جبر و قدر میں وہ لوگ جو انسان کو مجبور محض کہتے ہیں اپنے دعوے کی دلیل میں یہ بحث کرتے ہیں کہ خداوند تعالے کو پہلے دن سے ہی علم ہے کہ فلاں شخص یہ یہ کام کرے گا۔ پس اگر خدا کا علم صحیح ہے تو وہ شخص ضرور وہ کام کرے گا۔ کوئی کوشش اور کوئی اتقا دس کو اس فعل کے ارتکاب سے بچا نہیں سکتی۔ حکیم صاحب بھی ایک رباعی میں اسی دلیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

من مے خورم و ہر کہ چو من اہل بود	مے خوردن من بنزد او سہل بود
مے خوردن من حق بازل میدانست	گر مے نخورم علم خدا جہل بود

پھر اسی باب میں اس غلط فلسفہ کا جواب بھی دیدیا ہے - فرماتے ہیں -

آنکس کہ گنہ بنزد او سہل بود علمِ ازلی علّت عصیاں کردن	این نکتہ بگو بدار کہ او اہل بود نزدیک حکیم غائت جہل بود

اسی طرح اور سیکڑوں مثالیں ہیں - ہر مضمون کی مختلف رُباعیات ایک جگہ اکٹھا کر دینے میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ ایک مسئلہ کے تمام مختلف پہلوؤں پر شاعر کے خیالات ایک جگہ نظر آجاتے ہیں - اور صحیح اندازہ قائم ہوسکتا ہے کہ شاعر کس عقیدہ کا آدمی تھا -

اگرچہ رباعیات کی صحیح منطقی تقسیم ناممکن تھی تاہم اس تبویب میں یہ کوشش کی گئی ہے - کہ ہر ایک رُباعی اپنے اپنے باب میں جہاں اسے مضمون کے لحاظ سے درج ہونا چاہیئے تھا - درج ہوجائے - اس میں شک نہیں کہ بعض بعض رُباعیوں میں صرف ایک ہی نہیں بلکہ ایک سے زیادہ مضمون بھی ہوتے ہیں - لیکن ایسی صورتوں میں زیادہ ضروری مضمون کا لحاظ کرکے تقسیم ممکن ہوسکتی ہے -

میں نے تمام رُباعیات کو مندرجۂ ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے -

(۱) چمنستان حیات
(۲) ما عرفناک
(۳) ہمہ اوست
(۴) عشق کی ہمہ گیری
(۵) عبرت و بصیرت
(۶) واعظ اور ناصح سے بیزاری
(۷) سچے دوستوں کی کمی
(۸) کج دار و مریز
(۹) آسماں کی سفلہ پروری
(۱۰) غم دنیا اور شراب
(۱۱) حکمت و اخلاق
(۱۲) عیش کوشی
(۱۳) اخفائے راز
(۱۴) یاس و حرماں -

عُمر خیّام اور یورپ

حکیم صاحب مشرقی شاعر اور مشرقی حکیم تھے۔ لیکن مشرق سے زیادہ مغرب نے اون کی قدر کی۔ وجہہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ حکیم صاحب کا فلسفۂ زندگی ایشیائی فلسفہ نہیں بلکہ یوروپین فلسفہ ہے۔ چنانچہ جو قبول عام حکیم صاحب کو یورپ میں نصیب ہوا وہ اور کسی ایشیائی شاعر کو نصیب نہیں ہوا۔

حکیم صاحب کا انگلستان میں تعارف کرانے والا ایک انگریز شاعر ایڈورڈ فٹز جیرلڈ تھا۔ اس تعارف کا قصہ ایک عجیب افسانہ ہے۔

فٹز جیرلڈ کو مشرقی شاعری سے ایک خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ اُس نے شیخ عطّار رحمۃ اللہ علیہ کی منطق الطیر کا ترجمہ بھی انگریزی میں کیا ہے۔ اوس کے ایک دوست کاول نامی نے اُسے رُباعیات خیام کا ایک نسخہ دیا۔ جو فٹز جیرلڈ نے پڑھ کر بہت پسند کیا۔ چنانچہ اوس نے حکیم صاحب کی (۷۵) رُباعیات کا ترجمہ انگریزی نظم میں لکھا۔ اور سال ۱۸۵۹ء میں اُسے شائع کیا۔ اس ایڈیشن میں صرف دو سو جلدیں چھاپی گئیں۔ اور کتاب پر پبلشر کا نام تو موجود تھا۔ مگر مترجم کا نام نہیں تھا۔ پبلک نے اس ترجمہ کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ چنانچہ پبلشر نے مجبوراً اس کتاب کی قیمت پانچ شلنگ سے گھٹا کر صرف ایک پینی کر دی۔ اور دوکان کے باہر سستی کتابوں میں اُسے رکھدیا۔ اُس کتاب کے سب سے پہلے خریدار مسٹر جیمز ڈربرٹن۔ مسٹر سون برن۔ ڈنٹی۔ گبرئیل روسٹ وغیرہ اشخاص تھے۔ جنھوں نے اپنے اپنے دوستوں کو یہ کتاب دکھائی۔ آہستہ آہستہ اس ترجمہ کا اتنا چرچا ہوا۔ کہ گھر گھر اس کا ایک نسخہ موجود ہو گیا۔ چنانچہ پبلشر نے ۱۸۶۸ء میں اس کتاب کو دوبارہ چھپوایا۔ دوسرے ایڈیشن میں فٹز جیرلڈ نے رُباعیات کی تعداد زیادہ کر دی۔ اور جابجا ترجمے میں اصلاح بھی کر دی تیسری ایڈیشن ۱۸۷۲ء میں۔ چوتھی ۱۸۷۹ء میں اور پانچویں ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی اُس کے بعد سال بہ سال بلکہ بعض دفعہ سال میں کئی کئی بار کتاب چھپتی رہی اور اب یہ حالت ہے کہ کتاب صدہا مختلف صورتوں میں چھپکر شائع ہوتی اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہے۔ اور صرف انگلینڈ میں نہیں بلکہ یورپ کے باقی تمام ممالک میں اور امریکہ میں مختلف زبانوں میں ان رُباعیات کے ترجمے موجود ہیں اور مقبول خلائق ہیں۔

علاوہ فٹز جیرلڈ کے ترجمے کے انگریزی زبان میں اور کئی ترجمے بھی چھپ چکے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ قبول خاطر فٹز جیرلڈ کے ترجمہ ہی کو حاصل ہے۔

اس وقت تک مندرجۂ ذیل ترجمے چھپکر شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) فٹز جیرنڈ کا مشہور ترجمہ۔ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) جان پالن کا ترجمہ۔ اس کتاب میں ۵۰۸ رباعیات کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔

(۳) رچرڈ لی گیلین کا ترجمہ۔ اس کتاب میں رباعیات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ ترجمہ سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ پھر کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔

(۴) آغائے شرب سول کا ترجمہ۔ اس میں ۴۶۳ رباعیات ہیں ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔

(۵) جانسن پاشا کا ترجمہ۔ یہ لکھنؤ ایڈیشن کی تمام رباعیات کا ترجمہ ہے۔ تعداد رباعیات ۷۶۲ ہے۔ ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔

(۶) پروفیسر ہیرن ایلن کا ترجمہ۔

(۷) میکارتھی کا ترجمہ۔

(۸) گارنر کا ترجمہ۔

(۹) ای۔ ایچ ون فیلڈ کا ترجمہ۔ ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا۔

اس کے علاوہ فرانسیسی زبان میں جے۔ بی۔ نکولس نے ۱۸۶۷ء میں ۴۶۴ رباعیات کا ایک ترجمہ شائع کیا۔ جرمن زبان میں باڈن سٹیڈ کا ترجمہ موجود ہے۔ اور چند رباعیات کا ترجمہ ہالینڈ کی زبان میں بھی ہو چکا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ یہ ترجمے بہت غلط ہیں۔ فٹز جیرلڈ کے ترجمہ کو تو عام اصطلاح میں ترجمہ کہہ ہی نہیں سکتے۔ فٹز جیرلڈ کی ایک انگریزی رباعی دیکھئے اور پھر رباعیاتِ عمر خیام میں سے وہ رباعی ڈھونڈئے جس کا وہ ترجمہ ہے۔ بڑی کوشش اور کاوش کے بعد کوئی قریب قریب خیال کی رباعی مل جائے تو مل جائے۔ اور بعض صورتوں میں تو بالکل کوئی رباعی

عمر خیام کی اڈی نہیں مل سکے گی۔ جس کا اُس انگریزی رُباعی سے دور کا بھی تعلق ثابت ہو سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فٹز جیرلڈ نے رباعیات عمر خیام کو پڑھا اور اُسکے خیالات کو پسند کیا۔ پھر اپنے الفاظ میں انہیں خیالات کو اپنے رنگ میں ظاہر کر دیا۔ یہ تکلف گوارا نہیں کیا کہ ترجمہ جہاں تک ممکن ہو سکے اصل کے قریب رہے۔ علاوہ ازیں فٹز جیرلڈ نے صرف چند ایک رُباعیات کا ترجمہ شائع کیا۔ ان رُباعیات کا انتخاب بھی اچھا نہ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فٹز جیرلڈ عمر خیام کو انگلستان کے سامنے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر نہ کر سکا۔ بایں ہمہ شاعرانہ نکتہ نگاہ سے یہ ترجمہ باقی سب ترجموں سے اچھا ہے۔

انہی غلط ترجموں کی وجہ سے یورپ والے عمر خیام کو شرابی عاشق اور فاجر خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے اس خیال کی تائید میں یہ بھی بڑھا دیتے ہیں کہ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ اور اُن کے زمانے کے بعد کے لوگ بھی ان کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ مگر یہ خیال بالکل لغو ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حکیم صاحب آزاد منش آدمی تھے۔ رُباعیات بھی اکثر رندانہ ہیں۔ اس لئے زاہدان ظاہر دار اُن کے اور اُن جیسے اور بزرگوں کے اکثر برخلاف رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ اُن کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اور حقیقت شناس لوگ اُن کی قدر و منزلت کو اچھی طرح جانتے تھے۔ دیکھئے حکیم صاحب کے بعد کے زمانے کے آدمی اُن کو کن الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

(۱) سید الاجل حجۃ الحق فیلسوف العالم نصرۃ الدین سید حکماء المشرق والمغرب ابو الفتح عمر بن ابراهیم الخیامی قدس اللہ نفسہ۔

(۲) نبراس نجابۃ النجیب القدیر والفلکی الشہیر النازل فی منازل السعادۃ الواصل الی مواصل ابناء الکرامۃ والسلطنۃ

والسیادۃ حجۃ الحق والیقین نصرۃ الحکمۃ والغبطۃ
والدین حنفی الفلسفۃ خلیل العلم والمعرفۃ ابوالفتح
عمر بن ابراھیم الخیام علیہ الرحمۃ والرضوان والاکرام
(۳) صفی الادب والعرفان ونحل الحکمۃ والایقان الصاعد
الی منازل السعداء والواصل مواصل النجباء ابوالفتح عمر بن
ابراھیم الخیام اعلی اللہ درجتہ فی دار السلام واسکنہ فی
علیین -
(۴) ادیب الاریب الخطیر والفلکی الکبیر الشھیر الحکیم
السعید والسید الفاضل المجید حجۃ الحق والیقین
نصیر الحکمۃ والدین فیلسوف العالمین سید حکماء
المشرقین ابوالفتح عمر بن ابراھیم الخیام قدس اللہ نفسہ
ورواح رمسہ فی موضوع العلم الاعلی والحکمۃ الاولی
وتحقیق مباحثہ وتھذیب مسائلہ نفع اللہ بھا کل من
توجہ بقلب راغب فی الحق الی الحق وافاد بعوائدھا
المخلصین فی سلوک سبل الصدق قال اغدق المولی
الکریم علیہ غمائم مکرمتہ واغرقہ فی بحار
مرحمتہ -

یورپ والے تو معذور ہیں کہ اُن کے سامنے عمر خیام اپنے اصلی رنگ میں کبھی پیش ہی نہیں کیا گیا - معلوم نہیں کہ ہمارے زمانے کے ایک مشہور فاضل (مسلمان) مصنف نے حکیم صاحب کے متعلق یہ کس طرح لکھ دیا کہ

"وہ جس شغف جس شوق جس بیخودی جس بے اختیاری جوش سے شراب کا نام لیتا ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت شراب پیتا تھا - اور یہی ظاہری شراب پیتا تھا - افسوس ہے -

کہ وہ فلسفی اور حکیم تھا۔ صوفی نہ تھا ورنہ حافظ کی طرح یہی شراب شراب معرفت بن جاتی "

یک نہ شد دو شد۔ خیام کے ساتھ حافظ بھی بدنام ہو گیا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ حکیم صاحب کے متعلق کوئی تاریخی شاہد اس امر کا نہیں کہ وہ شراب پیتے تھے اور یہی ظاہری شراب پیتے تھے۔ رہا وہ شغف اور وہ شوق جس کے ساتھ حکیم صاحب شراب کا نام لیتے تھے۔ سو یہ شغف اور یہ شوق اگر مئے نوشی کی دلیل ہے تو رودکی کے زمانے سے لیکر آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں گزرا۔ جس نے ایک شعر بھی موزوں کیا ہو۔ اور شراب خوار نہ ہو۔

نظامی کے سکندر نامے میں صدہا فصلیں ہیں۔ ایک فصل ایسی نہیں جس کے خاتمہ پر وہ ساقی کو نہ بلاتا ہو۔ اور شراب ناب کی درخواست نہ کرتا ہو۔ غالباً اسی منطق سے ڈر کر کہ یہ شغف اور یہ شوق اس کو آنے والی نسلوں کے سامنے ایک سیاہ مست بادہ خوار کے رنگ میں پیش نہ کرے۔ اپنی بریت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

چہ پنداری ای خضر فرخندہ پے
ازاں می ہمہ بیخودی خواستم
مرا ساقی از وعدۂ ایزدی است
وگرنہ بہ ایزد کہ تا بودہ ام
گر از مئے شدم ہرگز آلودہ کام

کہ از مے مرا ہست مقصود مے
وزاں بیخودی مجلس آراستم
صبوح از خرابی مے از بیخودی است
بجے دامن لب نیالودہ ام
حلالِ خدا بر نظامی حرام

فرق صرف اتنا ہے کہ عمر خیام کو بدنامی کا ڈر نہ تھا۔ یہ پرواہ نہیں کی کہ آنیوالی نسلیں کیا کہیں گی۔ وگرنہ وہ بھی اپنے دامن کو اس الزام کے داغ سے پاک

کر جاتا۔

بات سے بات نکل آئی۔ وگرنہ سلسلۂ کلام تو یہ تھا کہ یورپ میں غلط ترجموں کی بناء پر حکیم صاحب کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوئی۔ اُن ترجموں کے الفاظ کو بیان کرنا اس کتاب کے مقصد سے باہر ہے۔ تاہم چند مثالیں دے کر یہ ظاہر کرنا ضروری ہے۔ کہ عمر خیام جیسے اچھے بھلے مسلمان کو یورپ والوں نے خواہ مخواہ کیونکر کافر بنا دیا۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

مئے می خورم و مخالفان از چپ و راست	گویند مخور بادہ کہ دیں را اعداست
چوں دانستم کہ مئے عدوئے دین است	واللہ بخورم خون عدو را کہ رواست

یورپ والے اس رُباعی کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ

"میں شراب پیتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ مذہب مجھے شراب سے منع کرتا ہے۔ لیکن میں شراب پیتا ہوں کیونکہ مذہب کا دشمن ہوں (شرب سول)"

حکیم صاحب کی ایک رُباعی ہے

تا بتوانی خدمتِ رنداں میکن	بنیاد نماز و روزہ ویراں مے کن
بشنو سخن راست ز عمر خیام	مئے میخور و رہ میزن و احسانے کن

اس رُباعی کا انگریزی ترجمہ اس طرح ہے۔

"صوفیوں کی بات مانو۔ نماز اور روزہ کو چھوڑو۔ عمر کی بات سُنو۔ شراب پیو۔ لوٹ مار کرو۔ مگر نرمی سے (جان پالن) (جالسن پاشا)"

راہ زدن کا اچھا ترجمہ کیا ہے "ڈاکہ ڈالنا"

دستار و کتاب را فروشیم بہ مئے	بر مدرسہ بگذریم و جوشے بزنیم

ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ "دستار اور قرآن کو شراب کے عوض بیچ دیں" کتاب کے بجائے خواہ مخواہ قرآن لکھ کر بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا

گر بود فلکم دست بدے چوں یزداں	برداشتمے من ایں فلک را ز میاں

ترجمہ - اگر مجھے آسمانوں کی بادشاہت مل جاتی - تو میں آسمان سے پرانے خدا کے قانون کو منسوخ کر دیتا - (جانسن پاشا)

فاسق خوانند مردمانم پیوست	من بگنہم خیال شاں نیکو ہست
بریں ز خلافِ شرع اے اہل صلاح	جز خمر، لواطت و زنا چیزے ہست؟

چوتھے مصرعہ کا اس سے بہتر نسخہ یہ ہے - ع جز مئے ز لواطت و زنا چیزم نیست - یورپ والوں نے اس مصرعہ کا غلط نسخہ اس طرح دیکھ کر کہ ع جز خمر و لواطت و زنا چیزے ہست - اسی طرح ترجمہ کر دیا کہ "سوائے شراب نوشی اور زناکاری اور لواطت کے اور کوئی عیب مجھ میں نہیں" حالانکہ ذوقِ سلیم پر واضح ہے کہ حکیم صاحب زاہدانِ ظاہردار کو بتا رہے ہیں کہ اگر میں شراب پیتا ہوں تو کیا - لواطت اور زنا سے (جو آپ لوگوں کا شیوہ ہے) میرا دامن پاک ہے -

ترسم اجلم دہیم فنا ہنی نشست	ورنہ زفتن شاخ بقا خواہد رست
حسب از دم عیسوی شدم زندہ بجاں	مرگ آمد و از وجود من دست بشست

ایک انگریز نے تیسرے مصرعہ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے "میری رگوں میں عیسائی نسل کا خون ہے" یعنی میں نسلاً عیسائی ہوں۔ غالباً دور کی سوجھی ہے اور لفظ دم کا ترجمہ خون کیا ہے۔

رچرڈ لی گیلن کے ترجمۂ رُباعیات میں ایک رُباعی کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ

"تم میرے پاس قرآن کا ذکر کرتے ہو۔ اچھا آؤ مجھے آزماؤ۔ قرآن ایک پرانی پیاری کتاب ہے۔ جو فاحش غلطیوں سے پُر ہے۔ میری بات پر یقین کرو۔ کیونکہ میں خود قرآن سے یہ بات ثابت کرسکتا ہوں۔ میرے جیسے عقیدے والے آدمی اپنے قرآن کو اچھی طرح جانتے ہیں"

خدا خوار کرے رچرڈ لی گیلن جیسے بد مذہب لوگوں کو۔ معلوم نہیں یہ افترا کیوں باندھا۔ رُباعیات عمر خیام میں تو کوئی رُباعی ایسی نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ یا جس کا مفہوم دور و دراز تخیل سے بھی اس ترجمے کے کفر کی سرحد کو پہونچ سکے۔

اس قسم کی خطرناک ستم ظریفیوں کے علاوہ اکثر انگریزی ترجمے ایسے بے ہودہ ہیں۔ کہ پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔

ایک مشہور رُباعی ہے۔

دانی زچہ روئے فتادہ است وچہ راہ	آزادی سرو سوسن اندر افواہ
کاین دارد دہ زبان ولیکن خاموش	واں راست دو صد دست ولیکن کوتاہ

ایک صاحب اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

"کیا تجھے معلوم ہے کہ تو گرا ہوا ہے۔ اور کیوں گرا ہے۔ کیا تو سر۔ منہ۔ اور دانتوں کی موجودگی میں آزادانہ گفتگو کر سکتا ہے۔ تیری دس نہ باتیں

تھیں وہ سب اس وقت خاموش ہیں۔ تیرے دو سو ہاتھ تھے لیکن سب طاقت سے خالی" سبحان اللہ کیا گل افشانی کی ہے۔ سرو کے سر کو سر سوسن کے سسن کو دانت۔ اور افواہ کو منہہ سمجھ کر اپنی فارسی دانی اور عربی دانی کا کیا عمدہ ثبوت دیا ہے۔

ایک اور رباعی میں حکیم صاحب شراب اور بھنگ کا مقابلہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

گویند حشیش بہرِ دل تنگی بہ	وز جام شراب نغمۂ چنگی بہ
در مذہب کاملاں چنیں ماند راست	یک قطرۂ مئے ز خون صد بنگی بہ

ایک مستشرق صاحب اس رباعی کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"لوگ کہتے ہیں کہ بخیل کا علاج غم ہے۔ شراب اور سرود سے غم برداشت ہو سکتا ہے لیکن عقل کا فتویٰ ہے کہ شراب کا ایک قطرہ سو غموں کی قیمت کا ہے"

حشیش کو خسیس پڑھا ہے۔ بہ سے مراد لی ہے۔ بہ بشود۔ یعنی اچھا ہو جاتا ہے باقی گوہر افشانی بھی قابل داد ہے۔

ایک اور رباعی ہے

پیوستہ خرابات ز رندان خوش باد	در دامن زہد زاہدان آتش باد
آں دلق بصد پارہ و آں صوف کبود	افگندہ بزیر پائے دُردی کش باد

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"قید خانہ کی تاریکی سے ویران صحرا اچھا ہے۔ فقیروں کی عارفانہ آگ اچھی جلتی ہے جب دلق اور صوف پارہ پارہ ہو گئے تو ہم موتیوں پر چلیں یا خاک پر (برابر ہے)

رنداں کو زنداں پڑھ لیا۔ اور دُرد کے دُر کو موتی سمجھ لیا۔ اور مطلب صاف ہو گیا۔

ایک اور رباعی ہے۔

مائیم فتادہ روز و شب در تگ و تاز	بر خیرہ نہادہ روئے در شیب فراز
نہ ہیچ رہ آورد بجز رنج دگر	نہ ہیچ بس افگندہ بجز راہ دراز

تیسری مصرعہ کا ترجمہ ایک صاحب بہادر نے اس طرح لکھا ہے۔
"دوسرے آدمی کو نقصان پہنچانے کے بغیر فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا"

روزے کہ جزائے ہر صفت خواہد بود	قدر تو بقدر معرفت خواہد بود
در حسن صفت کوش کہ در روز جزا	حشر تو بصورت صفت خواہد بود

ایک صاحب چوتھے مصرعہ کا انگریزی ترجمہ فرماتے ہیں کہ
"قیامت کے دن اونٹ اور کوہان ایک شکل کے ہوں گے"
لفظ حشر کو شتر تو آسانی سے بنا سکتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کوہان کہاں سے پیدا کی گئی ہے۔
ایک اور رباعی میں حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

گویند کہ حق تلخ بود در ہمہ حال	باید بہمہ حال کہ مے حق باشد

ترجمۂ انگریزی اس طرح ہے۔
"لوگ کہتے ہیں کہ حق تلخ ہے لیکن شراب حق ہے اور باوجود اس کے شیریں ہے"
حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

تا کے زچراغ مسجد و دود کنشت	تا کے ززیان دوزخ و سود بہشت
رو بر سر لوح بیں کہ استاد قضا	اندر ازل آنچہ بود نے بود نوشت

انگریزی ترجمہ یہ ہے۔ کہ
"لوح کو دیکھ کر خدا اٹھتا ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ نہیں ہوا اور جو کچھ واقع ہوا ہے واقع نہیں ہوا"
کسی انگریزی ترجمے کو اٹھا کر دیکھو اسی طرح کی لغو اور بیہودہ باتوں سے پُر ہو گا۔ ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں غلطیاں ترجمے میں موجود ہیں۔ یورپ نے

خیام پر کوئی احسان نہیں کیا - بلکہ ظلم کیا ہے -

حکیم صاحب کے عقائد مذہبی

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے - حکیم صاحب کے مذہبی عقائد صحیح اسلامی عقائد تھے - بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ شاعر کے مذہب کے متعلق اس کے اشعار سے نتیجہ نکالتے ہیں - یہ طریقہ نہایت خطرناک ہے - شاعر کا دیوان کبھی اوس کے مذہبی اُصول کا آئینہ نہیں ہو سکتا - شاعر قرآن - حدیث اور فقہ کو منظوم نہیں کیا کرتے - بلکہ متفرق اور بسا اوقات متضاد خیالات کو رنگین الفاظ اور رنگین ترکیبوں کا جامہ پہنا کر دلفریبی اور سمع نوازی کا سامان پیدا کرتے ہیں - حکیم صاحب کی رُباعیات کو دیکھئے - ایک ہی مسئلہ پر کبھی کچھ کہہ جاتے ہیں اور کبھی کچھ -

حکیم صاحب کی ایک مشہور رُباعی ہے -

با ہمچو خریدارے کہنہ و تو	وانگاہ فرستندہ عالم بدو جو
گفتی کہ پس از مرگ کجا خواہم رفت	مے پیش من آر و ہر کجا خواہی رو

بعض لوگ اس رُباعی اور اس قسم کی دوسری رباعیات سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ حکیم صاحب عُقبیٰ اور روزِ حساب کے قائل نہ تھے - مگر دیکھئے یہ کتنا بے معنی خیال ہے - ان ہی رُباعیات میں اس خیال کی تردید موجود ہے - اور ان رُباعیات کے علاوہ حکیم صاحب کے دوسرے رسالے دیکھئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ احوالِ آخرت کے متعلق آپ کے عقائد بالکل قرآن و سُنّت کے مُطابق ہیں -

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ حکیم صاحب عبادات کی ضرورت کے قائل نہ تھے اور اس خیال کی تائید میں اس قسم کی رُباعیات پیش کرتے ہیں -

تا بتوانی خدمت رندان می کن	بنیاد نماز و روزہ ویران می کن
بشنو سخن راست ز عمر خیام	مے میخور و رہ میزن و احسان می کن

لیکن حکیم صاحب کے صحیح خیالات کا اندازہ کرنا ہو تو ادن کا رسالہ (تکلیف الناس بالعبادات) جو مصر میں چھپ گیا ہے۔ دیکھئے ادس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس مسئلہ کے متعلق آپکا عقیدہ کیسا صحیح تھا۔ فرماتے ہیں۔ ل

"ثُمَّ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ اَشْخَاصَ النَّاسِ مُتَفَاوِتَۃٌ فِی قَبُوْلِ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ وَالرَّذَائِلِ وَالْفَضَائِلِ وَذٰلِکَ بِحَسْبِ اَمْزِجَۃِ اَبْدَانِہِمْ وَھَیْاٰتِ نُفُوْسِہِمْ مَعًا۔ وَالْاَکْثَرُ مِنَ النَّاسِ یَرَوْنَ مَالَھُمْ عَلٰی غَیْرِہِمْ حَقًّا وَّاجِبًا وَ یُبَالِغُوْنَ فِیْ اِسْتِیْفَائِہِمْ ذٰلِکَ وَلَا یَرَوْنَ مَا لِغَیْرِہِمْ عَلَیْہِمْ وَیَرٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ لِنَفْسِہٖ اَفْضَلَ مِنْ نُفُوْسِ کَثِیْرٍ مِّنَ النَّاسِ وَاَحَقَّ بِالْخَیْرِ وَالرِّیَاسَۃِ مِنْ غَیْرِھَا فَوَجَبَ اَنْ یَّکُوْنَ ھٰذَا الشَّارِعُ مُؤَیَّدًا مُظَفَّرًا لَا یَعْجِزُ عَنْ اِمْضَاءِ حُکْمِ الشَّرِیْعَۃِ فِیْ جُمْھُوْرِ النَّاسِ بَعْضُھُمْ بِالْوَعْظِ وَبَعْضُھُمْ بِالْبُرْھَانِ اَوِ الدَّلِیْلِ وَبَعْضُھُمْ بِتَالِیْفِ الْقَلْبِ وَالْبَدَنِ وَبَعْضُھُمْ بِالتَّخْوِیْفَاتِ وَالْاِنْذَارَاتِ وَبَعْضُھُمْ بِالزَّجْرِ الْعَنِیْفِ وَالْقِتَالِ وَلِاَجْلِ اَنَّ وُجُوْدَ مِثْلِ ھٰذَا النَّبِیِّ لَا یَتَّفِقُ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ وَجَبَ اَنْ تَبْقَی السُّنَنُ الْمَشْرُوْعَۃُ مُدَّۃً مَّا وَھِیَ اِلَی الْوَقْتِ الْمُقَدَّرِ فِیْہِ اِضْمِحْلَالُھَا وَلَا یُمْکِنُ اِسْتِبْقَاءُ الشَّرَائِعِ وَالسُّنَنِ الْعَادِلَۃِ اِلَّا بِاَنْ یَّذْکُرَ النَّاسُ اَبَدًا صَاحِبَ الشَّرْعِ فَفُرِضَتْ عَلَیْہِمُ الْعِبَادَۃُ الْمَذْکُوْرَۃُ لِصَاحِبِ الشَّرْعِ وَالْحَقِّ عَزَّ وَجَلَّ وَکُرِّرَتْ

عَلَيْهِمْ تِلْكَ حَتّٰى يَسْتَحْكِمَ التَّذْكِيْرُ بِالتَّكْرِيْرِ الْمُتَوَاتِرِ ......"

(ترجمہ) یہ ظاہر ہے کہ لوگ خیر و شر اور رذائل و فضائل کے قبول کرنے میں اپنے اپنے مزاج بدنی اور ہیئتِ نفسی کے مطابق ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر اُن کا کسی دوسرے پر کچھ حق ہو تو اوس کو واجب الادا سمجھتے ہیں اور اوس کے پورا کرانے میں بہت مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی دوسرے شخص کا اون پر کچھ حق ہو۔ تو اوس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ ہر ایک آدمی اپنے آپ کو دوسروں سے افضل جانتا ہے۔ اور اپنے نفس کو سب دُنیا سے زیادہ ریاست اور جاہ و جلال کا مستحق سمجھتا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ شارع دین مظفر و منصور اور طاقتور ہو تاکہ لوگوں میں علم شریعت کے جاری کرنے سے عاجز نہ رہے۔ بعض لوگوں کو پند و نصیحت سے۔ بعض کو دلیل و برہان سے بعض کو تالیف قلبی و بدنی سے۔ بعض کو ڈرانے سے۔ بعض کو زجر و توبیخ سے۔ اور بعض کو قتال و جہاد سے احکام شریعت پر کاربند کرے۔ چونکہ ایسا نبی ہر زمانے میں موجود نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ ضروری ہوا کہ اس نبی کی سُنت عشرہ ہمیشہ باقی رہے۔ تاوقتیکہ اُس کا اضمحلال واقع نہ ہو جائے۔ لیکن شرائع اور سُنن عادلہ کا باقی رہنا سوائے اس کے ممکن نہیں کہ لوگ اوس صاحبِ شریعت کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اس لئے صاحبِ شریعت کی مسنون عبادات لوگوں پر فرض کی گئی۔ اور اس یاد کو ہر وقت تازہ رکھنے کے لئے عبادات میں تواتر اور تکرار لازم کیا گیا ......

مسئلہ جبر و اختیار ایک ایسا معمہ ہے کہ اب تک کسی سے حل نہیں ہو سکا۔ ایک فریق کہتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے اور اپنے اس عقیدے کی تائید میں بڑی پُرزور دلیلیں پیش کرتا ہے۔ دوسرا گروہ انسان کو

مختار بتاتا ہے۔ اور دلائل و براہین سے اپنے دعوے کو ثابت کرتا ہے۔ اہلِ سُنّت وجماعت "اَلْاَمْرُ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ" کے معتقد ہیں۔ اور درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔

حکیم صاحب کی بعض رُباعیاں اون کو انتہائی درجہ کا جبریہ بتاتی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

از آب و گِلم سرشتۂ من چہ کُنم	دیں پشم قصب تو رشتۂ من چہ کُنم
ہر نیک و بدے کہ از من آید بوجود	تو بر سرِ من نوشتۂ من چہ کُنم

اس قسم کی اور بہت رُباعیات ہیں "گچ دار و مریز" والی تمام رباعیاں اسی قبیل سے ہیں۔ اسی بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ حکیم صاحب بڑے درجے کے جبری تھے۔ تا بحدیکہ اپنے آپ کو کسی فعل کے لئے ذمّہ دار نہیں ٹھہراتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسی مجموعۂ رُباعیات سے اس خیال کی تردید بھی ہوجاتی ہے۔ اور اون کے ایک رسالے سے ثابت ہوتا ہے کہ مسئلۂ جبر و قدر پر آپ کا عقیدہ اہلِ سُنّت وجماعت کے عقیدے سے بالکل متفق ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جبریہ اور قدریہ میں سے کون سا فریق صواب اور تحقیق کے قریب تر ہے۔ اوس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"وَاَمَّا سُؤَالُہٗ عَنْ اَیِّ الْفَرِیْقَیْنِ اَقْرَبُ اِلَی الصَّوَابِ۔ فَلَعَلَّ الْجَبْرِیَّ اَقْرَبُ اِلَی الْحَقِّ فِیْ بَادِیِ الرَّائِیْ وَظَاهِرِ النَّظَرِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّتَلَجْلَجَ فِیْ هِذْیَانِہٖ وَیَتَغَلْغَلَ فِیْ خُرَافَاتِہٖ فَاِنَّہٗ حِیْنَئِذٍ یَبْعُدُ عَنِ الْحَقِّ جِدًّا هٰذَا۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب جبریہ کے ہذیان اور خرافات کو کسی صورت میں بھی گوارا نہیں کرتے۔ جبر صرف یہی ہے جو قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ (قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ)

یہہ نہیں کہ اس بناء پر آدمی اپنے افعال کی ذمہ داری سے بھی بری الذمہ ہو جائے ۔ اور بعض انتہائی خیالات کے جبریہ کی طرح یاوہ گوئی شروع کر دے ۔

اسی طرح "بلہم گشتہ" والی رُباعی سے لوگوں نے یہہ نتیجہ نکالا ہے کہ حکیم صاحب تناسُخ کے قائل تھے ۔ یہہ خیال بھی بالکل لغو اور بیہودہ ہے ۔ نہ صرف حکیم صاحب بلکہ اور مسلمانوں کے متعلق بھی بعض اوقات یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے ۔ چنانچہ حکیم ناصر خسرو کے متعلق دولت شاہ لکھتا ہے کہ

"بعضے گفتہ اند کہ موحد و عارف است و بعضے طعن می کنند کہ طبعی و دہری بودہ و مذہب تناسخ داشتہ ۔ والعلم عنداللہ"

اسی طرح سرو آزاد میں لکھا ہے کہ مُلّا زمانی یزدی جس نے خواجہ حافظ کے دیوان کا جواب لکھا ہے ۔ تناسخ کا قائل تھا ۔ بعض لوگ مولانا روم رح کے اس قسم کے شعروں سے کہ ؎

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

اندازہ کرتے ہیں کہ وُہ بھی تناسُخ کو مانتے تھے ۔ لیکن صحیح مذاق والے آدمی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ منطق محض طفلانہ ہے ۔

حاصل کلام یہہ کہ بعض لوگوں نے اور خصوصًا یورپ والوں نے رُباعیات کو سطحی نظر سے دیکھ کر حکیم صاحب کے عقاید کے متعلق جو نتیجے نکالے ہیں وہ واقعات کے بالکل برخلاف ہیں ۔ میں نے اس کتاب میں رباعیات کی تبویب اور مضمون وار تقسیم صرف اسی لئے کی ہے کہ اس قسم کے غلط خیالات کی تردید ہو جائے ۔ ایک ہی مسئلہ پر حکیم صاحب کی تمام مختلف رُباعیات کو ایک ہی جگہہ دیکھ کر انسان خود بخود اندازہ کر سکتا ہے ۔ کہ حقیقت حالی

کیا ہے۔ ایک مضمون پر صرف ایک رُباعی کو اگر مدِ نظر رکھا جائے تو غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اسی مضمون کی تمام رُباعیات کو دیکھا جائے۔ تو یہ غلط فہمی فوراً دور ہو جاتی ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ ط






چیستانِ حیات

حدیث از مطرب و می گو و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمّا را

(حافظ)

ہم کیا ہیں؟ - کیوں ہیں؟ - کہاں سے آئے ہیں؟ - کہاں جانا ہے؟ -
یہ سوالات ایسے ہیں کہ کسی فلسفہ سے حل نہ ہو سکے - کوئی سائنس اس مشکل سے عہدہ برآنہ ہو سکی - کسی نکتہ رس کے ناخنِ تدبّر نے اس گرہ کو نہ کھولا - حتّٰی کہ کوئی مذہب بھی اس راز کے بتا دینے کا روادار نہ ہوا - اس رشتہ کے سُلجھانے کی کوششوں نے اُسے اُلٹا اور اُلجھایا -

فلسفی سِرِّ حقیقت نہ توانست کشود
گشت رازِ دگر آں راز کہ افشا می کرد

(شبلی نعمانی)

اور آخر کار سب کو یہی کہنا پڑا کہ - ہمیں ہمہ معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد -
یہ سوالات ہر ایک شخص کے دل میں اُٹھتے ہیں - لیکن تحقیق و تجسّس کا مادّہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے - ان سوالات کا ہجوم بھی زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ ایک فلسفی اور حکیم اس مینا خانۂ حیرت میں آکر

سرگردان ہو جاتا ہے۔ اور اس طلسم کدۂ ہستی میں اپنے آپ کو ایک خیال و تمثال سے بڑھ کر نہیں پاتا۔ ایک نے اپنے وجود کو حباب کہا۔ دوسرے نے تمام موجودات کو سراب بیان کیا۔

بجز نامی نباشد ہستیٔ اندیشہ فرسائم کہ چوں نقش نگیں از بودم غالی بود جائم

(نعمت خان عالی)

کوئی اتنے گھٹے کہ شاہنشاہ کونین ہونے کے باوجود بول اٹھے کہ "مَا اَنَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" اور کوئی اتنے بڑھے کہ صرف مصر کی سلطنت پر "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کے دعویدار ہوئے۔ کسی ذرہ نے "اَنَا الشَّرْقُ" کہا۔ اور کسی بشر نے "اَنَا الْحَقُّ" غرضیکہ حقیقت مستورہ نے کبھی اپنے چہرہ سے نقاب نہ اُلٹا اور یہ عالم غیب کی باتیں کبھی میدان شہود میں نہ آئیں۔ پس پردہ گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ لیکن حریم اسرار کے اندر کا حال کسی نے بیان نہ کیا۔

زمانۂ حال کے سب سے بڑے فلسفی شاعر ترجمان حقیقت ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب نے ایک نہایت دلنشین طویل نظم کے دوران میں اس عجز کا اعتراف اس طرح کیا ہے۔

نگاہ پائی ازل سے جو نکتہ بیں میں نے
ہر ایک چیز میں دیکھا اوسے مکیں میں نے

لگی نہ میری طبیعت ریاض جنت میں
پیا شعور کا جب جام آتشیں میں نے

رہی حقیقت عالم کی جستجو مجھ کو
دکھایا اوج خیال فلک نشیں میں نے

بنایا ذروں کی ترکیب سے کبھی عالم
خلاف معنی تعلیم اہل دیں میں نے

سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب ستاروں کی
اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے

کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر
لگا کے آئینۂ عقل دوربیں میں نے

کیا اسیر شعاعوں کو برق مضطر کو
بنا دی غیرت جنت یہ سرزمیں میں نے

مگر خبر نہ ملی آہ! رازِ ہستی کی
کیا خرد سے جہاں کو تہ نگیں میں نے

کیا یہ کم تعجب کی بات ہے کہ ادھر "نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" کی ضمیر کا مرجع ہے۔ اور ادھر ہیمۂ دوزخ ہونے والا ہے۔ ضعیف البنیان ہونے کی یہ حد کہ ایک پیر پشہ کی تاب و تواں نہیں۔ اور احسن تقویم کا یہ زور کہ پہاڑوں کی عظمت بھی آنکھوں میں نہیں جچتی۔ جس بوجھ کو زمین و آسمان نہ اُٹھا سکے اور جس کا نام سُن کر پہاڑ بھی پھٹ گئے وہ اس کمزور ہستی نے اُٹھایا۔ اور ظلوم و جہول کا خطاب پایا۔ ایک طرف عقل کی نارسائی یہ کہ اپنے جسم کے ایک بال کی حقیقت کو نہ جانا۔ دوسری طرف علم طبیعات کا یہ عالم کہ برق خرمن سوز کو ایک دانے میں بند کر لیا۔ بلند حوصلگی اتنی کہ اپنے قطرہ کو دریا سمجھے۔ اور پست ہمتی اتنی کہ اپنے دریائے ناپیدا کنار کو ایک قطرہ سے بھی کم جانا۔ جمع ضدین محال سہی۔ لیکن انسان تو اضداد کا ایک عجیب و غریب مجموعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی کیفیت کسی پر نہ کھلی۔ ؎

اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُعد ہے
جتنا کہ وہم غیر سے ہوں پیچ و تاب میں
(غالب)

تمام کائنات کا یہی عالم ہے۔ ایک ذرہ تک کی حقیقت معلوم نہ ہو سکی۔ اجرام فلکی کی نسبت انسان کے فکرِ فلک پیما نے دفتر کے دفتر سیاہ کئے لیکن نتیجہ یہی کہ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی   کہ با آسماں نیز پرداختی

دہر کا راز سربستہ کسی سے نہ کھلا۔ راہِ طلب و جستجو میں ہر چند تگ و دو کی۔ مگر ع
"نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ۔ فقط اک اُڑتا غبار دیکھا"

نعمت خان عالی نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ "میں کیا ہوں؟" لیکن چند پریشان باتیں کہہ کر چپ ہو گئے۔ واللہ

منم آئینہ دو عالم ہمہ پیداست درو لاف بود این نہ منم قطرہ و نے آئینہ	حاشا للہ کہ منم قطرہ و دریاست درو ذرہ ام ذرہ و خورشید دل آراست درو

این گزاف است کجا ذرہ شود مظہر مہر
شیشہ ہم نیستم و ہستی موہوم ہست
بلکہ این ہم نتوان گفت مرا ہیچم ہیچ
باز کردم غلط این حرف چہ گفتن دارد
سہو شد بار دگر دیدہ کجا می بیند
ہر ستم این چہ سخن بود کہ عالم گفتم
آہ ظلمت کہ تشبیہ بہ دنیا کردم
این سخن نیست خطا زانکہ بہر موجودی

شیشہ ام شیشہ کہ در میکدہ صہباست درو
یک دل تنگ کہ صد وسعت صحراست درو
لیک در ہیچ نظر کن چہ تماشاست درو
دیدہ در دیدہ اگر دیدۂ بیناست درو
عالمے را کہ نہ در جائے دمے جاست درو
صد ہزاران چو جہان عالم و دنیاست درو
ہر چہ در عقل نگنجید ہویداست درو
ہست چیزے کہ نہ پنہان نہ ہویداست درو

غالی آخر سخن خویش رسانید بجا
ورنہ ہر جا سخنے ہست سخنہاست درو

حکیم صاحب تو فلسفی تھے۔ تمام عمر یہی سوچا کئے۔ کہ میں کیا ہوں۔ میری ابتدا کیا ہے۔ اور انتہا کیا۔ دیکھئے کیسے یاس انگیز لہجہ میں فرماتے ہیں۔

۱

دورے کہ درو آمدن و رفتن ماست
کس می نزند دمے دریں معنی راست
آں را نہ بدایت نہ نہایت پیداست
کیں آمدن از کجاست و رفتن بکجاست

یعنی جس دور میں کہ ہم آتے اور جاتے ہیں۔ اس کا نہ آغاز معلوم ہے نہ انجام۔ کوئی شخص بھی یہ حقیقت بیان نہ کر سکا کہ ہمارا یہ آنا کہاں سے ہے۔ اور جانا کہاں ہے۔

۲

در پردۂ اسرار کسی را رہ نیست
جز در دل خاک ہیچ منزلگاہ نیست
زیں تعبیہ جاں ہیچکس آگاہ نیست
افسوس کہ ایں فسانہ ہم کوتاہ نیست

یعنی پردۂ اسرار میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں۔ اس بھید سے کوئی شخص واقف نہیں۔ مستقل رہائش صرف خاک کے اندر ہے اور بس۔ لیکن

افسوس کہ یہ افسانہ بھی بہت لمبا ہے۔
لَغز بیچ ۔ کسی چیز کو ایسا بنانا کہ عجیب و غریب نظر آئے ۔ پوشیدہ کرنا ۔ پنہاں کرنا۔
خلاصۂ مطلب یہ کہ اتنا تو کہدیا کہ ہماری منزل گاہ خاک کے اندر ہے ۔ لیکن یہ قصّہ بھی کوتاہ نہیں ۔ اس منزل گاہ کی حقیقت بھی ایسی پیچیدہ ہے کہ احاطۂ بیان سے باہر ہے ۔

زیرا کہ درین راہ کسے نیست درست امروز چو دی شناس و فردا چو نخست	۳	در دہر بر نہال تحقیق نرست ہر کس زدہ دست عجز در شاخ سست

زمانہ میں تحقیق و تجسّس کا درخت کبھی بار آور نہ ہوا ۔ کیونکہ اس راستہ میں کوئی سیدھا نہیں چل سکتا ۔ ہر شخص کسی ایک شاخ پر اپنا عاجزی کا ہاتھ ڈھیلا سا ڈالتا ہے ۔ آج بھی ایسا ہی حال ہے جیسا کل تھا ۔ اور کل بھی ایسا ہی حال ہوگا جیسا پہلے تھا ۔ مطلب یہ ہے کہ اسرار دہر کی تحقیق میں اصولی باتوں کو تو کسی نے نہ سمجھا ۔ صرف بعض فروعات پر طبیعت آزمائی کی وہ بھی ناکام ۔ اور یہ معمّا جیسا پہلے روز تھا ۔ آج بھی ویسا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہیگا ۔

در کشف علوم شمع اصحاب شدند گفتند فسانۂ و در خواب شدند	۴	آنہا کہ محیط فضل و آداب شدند رہ زین شب تاریک نبردند برون

یعنی وہ لوگ جو علم و فضل کے دریا اور کشف علوم میں شمع انجمن تھے وہ بھی اس ظلمات سے باہر نکلنے کا راستہ نہ دیکھ سکے اور چند قصّے کہانیاں بیان کرکے سو گئے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کسی فلاسفر کی شمع تحقیق اس ظلمتکدہ میں کسی کی رہنمائی نہ کرسکی ۔ حقیقت تو کسی نے بیان نہ کی ۔ چند خود ساختہ باتیں بیان کیں اور عدم کی راہ لی ۔

ابونصر فاریابی کی ایک رُباعی اسی مضمون پر ہے ۔

اسرار وجود جملہ نہفتہ بماند ہر کس بدلیل عقل چیزے گفتند		وان گوہر بس شریف ناسفتہ بماند آں نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند	
تا بود دلم ز علم محروم نہ شد اکنوں کہ ہمی بنگرم از روئے خرد	۵	کم بود ز اسرار کہ مفہوم نہ شد معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد	

جب تک رہا میرا دل علم سے کبھی محروم نہ رہا۔ بہت تھوڑے بھید رہ گئے جو سمجھے نہ گئے۔ اب جو میں عقل کی رُو سے دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ معلوم نہیں ہوا۔ خلاصۂ مطلب یہ کہ تمام عمر علمی مباحث میں گزری۔ سمجھے کہ سب کچھ سمجھ چکے۔ مگر آخر کار معلوم ہوا۔ کہ ابھی کچھ نہیں سمجھے۔ مصرعہ

"دانستہ شد کہ ہیچ نہ دانستہ ایم ما"

بعضوں نے یہ رُباعی فخر الدّین رازی کی بیان کی ہے (۱) اور بعض کہتے ہیں کہ سلطان الاولیا ابراہیم بن ادہم بلخی کی ہے (۲) چوتھے مصرعہ کا ماخذ حکیم سقراط کا ایک قول ہے۔

اجرام کہ ساکنانِ ایں ایوان اند ہاں تا سر رشتۂ خرد گم نہ کنی	۶	اسبابِ تردّدِ خردمندان اند کاناں کہ مدبّر اند سرگرداں اند

یعنی یہ چاند اور ستارے جو ایوان فلک پر جلوہ افروز ہیں۔ یہ عقلمندوں کیلئے صرف سامان تردّد ہیں۔ سر رشتۂ عقل کو ہاتھ سے نہ دینا کیونکہ جتنا تدبّر کرو گے سرگرداں ہو گے۔

حکیم صاحب نے تمام عمر اجرام فلکی کی حرکات و سکنات کے مطالعہ میں گزاری اور اس علم میں کمال حاصل کیا۔ مشہور منجم ہوئے۔ نئے کیلنڈر بنانے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن گردش افلاک میں تدبّر کرنے کا نتیجہ سرگردانی ہی بتایا۔

(۱) دیکھو آتشکدہ آذری ترجمہ فخر رازی ۱۲ (۲) دیکھو بلاغ المبین شاہ ولی اللہ صاحب مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۸

حکیم صاحب کا ایک مصرعہ لیکر شہاب الدین ابو فتح نے کیا عمدہ تضمین کی ہے۔

ہاں تا سرِ رشتۂ خرد گم نہ کنی راہرو توئی۔ راہ توئی۔ منزل تو	خود را ز برائے نیک و بد گم نہ کنی ہشدار کہ راہِ خود بخود گم نہ کنی

ہر چند کہ رنگ و بوئے زیباست مرا معلوم نشد کہ در طربخانۂ خاک	۷	چوں لالہ رخ و چو سرو بالاست مرا نقاشِ من از بہر چہ آراست مرا

یعنی ہر چند کہ رنگ و بو کی زیبائش مجھے حاصل ہوئی۔ گل لالہ کی طرح چہرہ۔ اور سرو کی مثال قد ملا۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہ ہوا کہ اس طرب خانہ خاک میں نقاشِ ازل نے میرا نقش کیوں آراستہ کیا۔

خلاصہ یہ کہ سب کچھ ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ ہم پیدا کس لئے کئے گئے۔ ذوقی اردستانی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

نہ شگوفہ نہ برگے نہ ثمر نہ سایہ دارم ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

اے آمدہ از عالم روحانی تفت تو خور چہ ندانی ز کجا آمدہ	۸	حیراں شدہ در پنج و چہار و شش و ہفت خوش باش ندانی بکجا خواہی رفت

اے کہ تو عالم روحانیات سے اتنا جلدی ادھر آگیا۔ اور یہاں آکر چہار و پنج اور شش و ہفت میں سرگرداں ہوا۔ شراب پی جب مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اور خوش رہ جب تجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کہاں جائیگا۔ چہار سے مراد چہار عناصر۔ پنج سے مراد حواس پنجگانہ۔ شش سے مراد شش جہات۔ اور ہفت سے مراد سات آسمان۔ انھیں چیزوں کے مطالعہ میں انسان حیران و سرگرداں رہتا ہے۔ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا وہ شعر جو بازِ ہذا کا زیب عنوان ہے بعینہ اسی مضمون پر ہے۔

بلائے بندہستی سخت عقد مشکلے دارد کہ مشکل بیگمانہ حل ادہر سیر و بر مارا

در ہیں مشکل کشائی بازوئے حکمت چہ کار آید — بخی بینم تو انائیش الا جام صہبا را
صرف دو مصرعے بدل کر پھر وہی بات نکالتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

در یاب کہ از روح جدا خواہی رفت	۹	در پردۂ اسرار خدا خواہی رفت
مے خور کہ ندانی ز کجا آمدہ		خوش زی چو ندانی کہ کجا خواہی رفت

سُن لے کہ تو روح سے جدا ہو کر اسرار الٰہی کے پردہ میں چلا جائے گا۔ جب تجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں سے آیا اور کہاں جائے گا تو پھر شراب پی اور چند روزہ زندگی کو خوشی سے بسر کر۔

گزشتہ خواب آیندہ خیال است — غنیمت داں ہمیں دم را کہ حال است

دل سرّ حیات کماہی دانست	۱۰	در موت ہم اسرار الٰہی دانست
امروز کہ با خودی ندانستی ہیچ		فردا کہ زخود روی چہ خواہی دانست

دل نے زندگی کے راز (کی پیچیدگی) کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ اور یہ بھی سمجھ لیا کہ موت میں بھی (کئی سربستہ) اسرار الٰہی ہیں۔ آج کہ تو با خود ہے تو نے کچھ نہ سمجھا۔ کل کو تو بے خود ہو جائے گا۔ کیا سمجھے گا۔

کماہی ۔ عربی ۔ کماہی ۔ جیسا کہ یہ ہے ۔ پورا پورا ۔ پوری ماہیت ۔

مطلب یہ ہے کہ دل نے سمجھ لیا ہے ۔ کہ حیات اور ممات کے راز نہایت پیچیدہ ہیں ۔ جب زندگی میں یہ راز نہیں کھل سکے ۔ تو مر کر کیا کھلیں گے ۔

از آوردن من نبود گردوں را سود	۱۱	وز بردن من جاہ و جلالش نفزود
وز ہیچ کسے نیز دو گوشم نشنود		کاوردن و بردن من از بہر چہ بود

مجھے دُنیا میں لانے سے آسمان کو کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ نہ مجھے دُنیا سے لیجانے میں اُس کا کچھ مرتبہ بڑھا ۔ اور نہ ہی میرے دونوں کانوں نے کسی سے سُنا کہ میرے لانے اور لیجانیکا

کیا مطلب تھا۔
حاصل کلام یہ کہ میرا عدم اور وجود دیا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ مجھے کیوں بنایا۔
اور بنا کر پھر کیوں بگاڑا۔

آوردہ باضطرارم اوّل بوجود رفتیم باکراہ ندانیم چہ بود	۱۲	جز حیرتم از حیات چیزے نفزود این آمدن و بودن و رفتن مقصود

پہلے عاملانِ قضا و قدر بے قراری اور بے اختیاری کی حالت میں مجھے وجود میں لے آئے۔ زندگی میں سوائے حیرت کے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پھر ہم بجبر و اکراہ چلے گئے اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارے آنے رہنے اور چلے جانے کا کیا مطلب تھا۔

اضطرار۔ بے قراری اور بے اختیاری کی حالت۔

خلاصہ یہ کہ ہم مضطر آئے۔ متحیر رہے۔ اور مجبور ہو کر چلے گئے۔

لائی حیات۔ آئے۔ قضا لے چلی۔ چلے   اپنی خوشی نہ آئے۔ نہ اپنی خوشی چلے

از آبِ عدم تخم مرا کاشتہ اند سرگشتہ چو باد در جہانم گرد جہاں	۱۳	واز آتش غم روح من افراشتہ اند تا خاکِ من از چہ جائے برداشتہ اند

عدم کے پانی سے میرا بیج بویا گیا۔ اور غم کی آگ سے میری روح بنائی گئی۔ میں دنیا میں ہوا کی طرح سرگردان پھر رہا ہوں۔ معلوم نہیں کہ میری خاک کہاں سے لائی گئی ہے۔

مطلب یہ کہ انسان کا خمیر معلوم نہیں کس مٹی سے بنایا گیا ہے۔ کہ اسے ایکدم آرام نہیں۔ چند روزہ زندگی ہے اور وہ بھی غم میں گزرتی ہے۔ گویا آدمی غم و عدم کا مجموعہ ہے۔ حکما نے قدیم کے اربعہ عناصر یعنی آب و آتش و باد و خاک سب اس رُباعی میں موجود ہیں۔

یارانِ غم سے جب گلِ آدم بھگو چکے   اک قطرہ عیش کا بھی ملایا تبرکاً

درچرخ بانوع سخنہا گفتند واقف چونہ گشتند بہ اسرار فلک	۱۴	این بیخبراں گوہر دانش سفتند اول زنخے زدند و آخر خفتند

آسمان کے متعلق بے خبر لوگوں نے رنگ رنگ کی باتیں کہیں - اور علم و دانش کے موتی پروئے - لیکن جب آسمانی اسرار و رموز کو سمجھ نہ سکے تو پہلے کچھ ہرزہ سرائی کی اور پھر چل بسے -

زنخ زدن - افسانہ گوئی - سخن سرائی - قصہ خوانی - ہرزہ درائی - بے ہودہ اور لاطائل باتیں کہنا - (برہان قاطع)

دیکھئے حکیم صاحب خود منجم ہیں - اور منجموں کو ہرزہ درا اور جاہل کہتے ہیں - اور حقیقت حال بھی یہی ہے کہ جب زمین کی خبر نہیں تو آسماں پر کیا چڑھیں -

منجمے کہ کند صد غلط بہ تختۂ خاک　　　ز نور چرخ چہ داند اگرچہ ہشیار است

قومی کہ بخواب مرگ باز نہند تا کی گوئی کسے خبر باز نداد	۱۵	تا حشر ز قال و قیل خود باز رہند در بیخبری از چہ خبر باز دہند

وہ لوگ جو موت کی نیند سو گئے حشر تک قال و قیل سے رک گئے - تو کب تک یہ کہے گا کہ انھوں نے کچھ خبر نہ دی - وہ خود بیخبر ہیں تجھے کیا خبر دیں کوئی مر کر واپس آئے تو ادھر کی باتیں بتائے -

گر مشکل اسرار ازل را نہ کشاد من مینگرم ز مبتدی تا استاد	۱۶	کس یک قدم از نہاد بیروں ننہاد عجز است بدست ہر کہ از مادر زاد

جب اسرار ازل کی مشکل حل نہ ہو سکی تو سمجھو کہ کوئی شخص بھی منزل اول سے ایک قدم آگے نہیں بڑھا - میں دیکھتا ہوں کہ استاد ہو یا شاگرد جو کوئی پیدا ہوا - اس گرہ کشائی سے عاجز رہا -

مطلب یہ ہے کہ جب یہ رازِ سربستہ نہ کھلے تو پھر تعلیم و تعلّم کا فائدہ؟

افسوس کہ سرمایہ زکف بیروں شد	۱۷	در دستِ اجل بسے جگرہا خوں شد
کس نامد ازاں جہاں کہ پُرسم ازاو		کاحوال مسافرانِ عالم چوں شد

افسوس کہ سرمایہ ہاتھ سے جاتا رہا - اور موت کے ہاتھ سے ہزارہا جگر خوں ہوگئے کوئی بھی اُس جہان سے واپس نہیں آیا کہ اُس سے پوچھوں کہ اُن مسافروں کا کیا حال ہوا -

اُدھر کا حال ادھر سے بھی بڑھ کر ہوگا - بہتر یہی ہے کہ کوئی واپس نہ آئے - اور غیب کی باتیں غیب میں ہی رہیں - ؎

بعد مرنے کے ہوں ہیں گور میں غمناک ہنوز گرد پھرتے ہیں مری خاک کے افلاک ہنوز

(یقین)

آغاز دوانِ گشتن ایں زریں طاس	۱۸	وانجامِ خرابیِ چنیں نیک اساس
دانستہ نمی شود بمعیارِ عقول		سنجیدہ نمی شود بمقیاسِ قیاس

مضبوط بُنیاد والے آفتاب کی حرکت کا آغاز اور اس کی خرابی کا انجام - یہ باتیں ایسی ہیں کہ عقل کی ترازو یا قیاس کی میزان میں تولی نہیں جاسکتیں -

زریں طاس زریں صدف - زرّیں کاسہ - زرّیں کلاہ - زرّیں ترنج - یا زرّیں آئنہ سے مراد آفتاب -

خلاصہ یہ کہ انسانی عقل اور قیاس اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اجرامِ فلکی بلکہ ساری کائنات کیوں پیدا کی گئی اور پھر کیوں تباہ کردیجائیگی -

ایں صورتِ کون جملہ نقشے ست و خیال	۱۹	عارف نبود ہر کہ نداند ایں حال
بنشیں قدحِ بادہ بنوش و خوش باش		فارغ شو ازیں نقشِ خیالاتِ محال

کائنات کی صورت تمام تر ایک نقش ہے اور خیالی تصویر۔ جو شخص یہ بات سمجھے عارف ہے یعنی۔ اس خیال محال کو چھوڑ۔ شراب پی اور خوش رہ۔
خیال محال سے مُراد کائنات کی کیفیت معلوم کرنے کی کوشش۔

از جرم حضیض خاک تا اوج زحل بیروں جستم ز بند ہر مکر و حیل	۲۰	کردم ہمہ مشکلاتِ عالم را حل ہر بند گشادہ شد مگر بندِ اجل

زمین کے پست وجود سے لیکر زحل کی بلندی تک میں نے تمام عالم کی مُشکلات کو حل کر لیا اور ہر حیلہ و مکر کی قید سے رہائی پائی۔ ہر ایک رُکاوٹ کو دور کر لیا مگر موت کا عُقدہ وا نہ ہوا۔
جِرم۔ بکسر۔ یعنی جسم۔ فلکیات اور معدنیات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
حضیض۔ یعنی پست۔ زحل۔ ایک ستارہ سیّارہ کا نام ہے۔ جو ساتویں آسمان پر ہے۔
حکیم صاحب زمین و آسمان کے تو ماہر ہیں لیکن اپنے وجود کی پستی و بلندی سی بیخبر۔
بعض لوگوں نے یہ رُباعی باختلاف چند الفاظ بو علی سینا سے منسوب کی ہے۔(۱)

این چرخ فلک کہ ما دروحیرانیم خورشید چراغدان و عالم فانوس	۲۱	فانوس خیال ازو مثالے دانیم ما چوں صوریم کاندرو حیرانیم

چرخ فلک کہ ہم اُس میں سرگرداں ہو رہے ہیں ایک فانوس خیال کی مثال ہے آفتاب چراغدان ہے اور عالم فانوس۔ اور ہم تصویریں ہیں جو اس کے اندر حیران ہیں

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو	۲۲	این حرف معمّا نہ تو خوانی و نہ من چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

(۱) دیکھو گلستانِ مسرت صفحہ ۱۲۵ اور لٹریری ہسٹری آف پرشیا (براؤن) ۱۲

ازل کے بھیدوں کو نہ تو جانتا ہے اور نہ میں - یہ معمانہ تیری سمجھ میں آسکتا ہے نہ میری سمجھ میں - میں اور تو کی باتیں پردے کے باہر کی باتیں ہیں - جب پردہ اُٹھ جائے گا تو نہ تو رہے گا اور نہ میں -

حکایت - کہتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل سوال جواب طلب حضرت قلندر صاحب پانی پتی کی خدمت میں بھیجا -

" من کہ ہیچ بن ہیچ بن ہزاراں ہزار ہیچ من خود را ہیچ می دانم وحق میفرماید کہ من در تو ام - و شریعت می گوید کہ ادب کُن - پس جواب ایں ہر کلمہ قلمی فرمایند "

حضرت قلندر صاحب نے یہ رُباعی جواباً لکھ کر بھیجی -

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من	این حرف معمانہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو	چوں پردہ بیفتد نہ تو مانی و نہ من

بعض تذکروں میں یہ رُباعی شیخ ابوالحسن خرقانی سے منسوب ہے (۱)

در ملکِ فنا ماد تو موجود نہ باشد	اے خواجہ عارف تو و ما را نشناسم

(شرف الدین رضا)

صاحبِ گلشنِ راز " من و تو " کی تعبیر میں فرماتے ہیں -

حقیقت کز تعیّن شد معیّن	تو او را در عبادت گفتہ من
من و تو عارض ذات وجودیم	مشبکہائے مشکات وجودیم
ہمہ یک نور داں اشباح و ارواح	گہ از آئینہ پیدا گہ زمصباح
من و تو برتر از جان و تن آمد	کہ ایں ہر دو زاجزائے من آمد
ہمہ حکم شریعت از من و تست	کہ آن بر بستہ جان و تن تست
من و تو چوں نماند در میانہ	چہ کعبہ - چہ کنش - چہ دیر خانہ

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر ترجمہ شیخ ابوالحسن خرقانی ۱۲

در دامنِ این چرخ نو انگیزِ کہن دستے کہ زمانہ را نیابد سر و بن	۲۳	با یار تو سر ز یک گریبان کن کوتہ بکن از دیگر کہ دراز ست سخن

اس پرانے نئے نئے انقلابات پیدا کرنے والے آسمان کے دامن میں تو دوست کے ساتھ ایک گریبان سے سر نکال۔ وہ ہاتھ جو زمانے کے سر پاؤں کا کچھ پتہ نہیں لگا سکتا۔ اُسے ان باتوں سے ہٹا لے کہ یہ باتیں بہت لمبی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تو زمانے کے انقلابات کے اثر سے بچنا چاہتا ہے تو دوست کے ساتھ یکجان ہو جا۔ (یا فنا فی اللہ ہو جا) اور جب تو زمانے کے ابتداء و انتہا کو نہیں پا سکتا۔ تو بہتر ہے کہ ان پیچیدہ باتوں کا ذکر ہی نہ کرے۔

دشمن بہ غلط گفت کہ من فلسفیم لیکن چو درین غم آشیان آمدہ ام	۲۴	ایزد داند کہ آنچہ او گفت نیم آخر کم از آں کہ من بدانم کہ کیم

دُشمن نے غلط کہا ہے کہ میں فلسفی ہوں۔ خدا جانتا ہے کہ جیسا اُس نے کہا ہے۔ میں ویسا نہیں ہوں۔ لیکن جب میں دنیا کے بیت الحزن میں آ گیا ہوں تو کیا اتنا بھی نہ سوچوں کہ میں کیا ہوں۔

حکیم صاحب فلسفی ہونے سے انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنی ہستی کے چون و چرا پر تدبر کرنے سے انسان فلسفی نہیں بنجاتا۔ آخر جب ہم دُنیا میں آ گئے۔ تو اتنا تو سوچنا ہی پڑتا ہے کہ ہم کیا ہیں؟ کیوں ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کہاں جانا ہے؟

اجزائے پیالہ چو درہم پیوست چندین سر و پائے نازنین از سر دست	۲۵	بشکستن آں روا نمیدارد دست از بہر چہ ساخت و از برائے چہ شکست

پیالے کے اجزاء جب اکٹھے ہو جاتے ہیں (یعنی جب پیالہ بنجاتا ہے) تو کوئی ہاتھ اُس کو توڑنا نہیں چاہتا۔ (معلوم نہیں خدا نے) اس قدر نازنین صورتیں اور

اُن کے اعضا کیوں بنائے اور پھر اُن کو کیوں توڑ دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ ایک پیالہ بنا کر بھی کوئی شخص پھر اُس کو توڑنا نہیں چاہتا معلوم نہیں خداوند تعالےٰ انسان جیسی نازنین اور خوبصورت چیز بنا کر پھر اُس کو کیوں بگاڑ دیتا ہے۔ مسئلۂ حیات و ممات کی پیچیدگی کا بیان ہے۔

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ یہ رُباعی بابا افضل کی ہے (۱)

مَا عَرَفْنَاکَ

عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چین
کاینجا ہمیشہ باد بدست است جام را
(حافظ)

الٰہیات میں تمام عمر غور و فکر کرنے کے بعد انسان کو آخر کار یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ یعنی ہم پوری طرح جیسا چاہیئے تھا تجھے نہ پہچان سکے۔ اور پہچان بھی کس طرح سکتے۔ انسانی عقل ایک عاجز چیز۔ انسانی معلومات ایک تنگ دائرہ میں محدود۔ ذات بیچون غیر محدود۔ نہ اُس کی کچھ ابتدا نہ انتہا۔ نہ مکان کی پابندی۔ نہ زمان کی قید۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا اچھا فیصلہ کیا ہے۔ ؎

بام بلا یا بلند اور نارسا بخششی کمند	رکھتے ہیں ہم اپنی عذر درتی پیہ بڑا پاس

حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جن سے بلند تر معراجِ ادراک ذات میں کسی کو نصیب نہیں ہو سکا۔ اور جن سے بڑھ کر صفات الٰہی میں فکرت و تدبر کا

(۱) دیکھو آلسلدۂ آذر ترجمہ بابا افضل ۱۲

موقعہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ فرماتے ہیں۔

"لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ"

یعنی میں تیری ثنا پوری نہیں کر سکتا۔ تو ایسا ہے جیسا کہ تو خود اپنے آپ کو جانتا کر تو آنی کر تو دانی۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"اَلتَّفَكُّرُ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی جَهْلٌ وَالْاِشَارَةُ

اِلَیْهِ شِرْكٌ وَحَقِیْقَةُ الْمَعْرِفَةِ حَیْرَةٌ"

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کُنہِ ذات کو نہ پہنچ سکے۔ تو ما وشما کا کیا مقدور ہے۔ تفکر فی ذات اگر جہل نہیں تو پھر اور کیا ہے۔

فلسفی کو چُپ کرانے کے لئے لسان العصر سید اکبر حسین الہ آبادی نے بہت خوب کہا ہے۔ ؎

جلوۂ ارض و سما دکھلا کے ہے نیچر بھی چُپ	لَااِلٰہ اور قُل ھُوَ اللہ کہہ کے پیغمبر بھی چُپ
بحث اُسکی ذات میں کیوں کر رہا ہے فلسفی	ایسے ایسے چُپ ہیں ہیچ ہوتا نہیں سیر بھی چُپ

انسان کے لئے یہ کافی ہے کہ اُس کی خدائی کا معترف ہو اور اُس کے اور اُس کے رسول کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کی توفیق کا طالب رہے۔ اتنی معرفت کافی ہے۔ عقل کا مرکب منزلِ مقصود تک نہ پہنچا سکے گا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ

"ابوالحسن نوری را گفتند کہ اللہ تعالیٰ را بچہ شناختی۔ گفت باللہ گفتند پس عقل چیست؟ گفت عاجز است۔ رہ نہ نماید مگر بہ عاجز۔ وہم وی گفتہ کہ ہرگاہ اللہ تعالیٰ خود را از کسے باز پوشید ہیچ دلیل و خبر اورا بادنرساند

حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں۔ کہ ؎

سبحان خالقے کہ صفاتش ز کبریا	بر خاکِ عجز می فگند عقلِ انبیا
گر صد ہزار سال ہمہ عقل کائنات	فکرت کنند در صفتِ عزتِ خدا

آخر لعجز معترف آیند کاے اِلٰہ	دانستہ شد کہ ہیچ نہ دانستہ ایم ما

اللہ تعالےٰ خود اپنے کلام مبین میں فرماتے ہیں کہ

"قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا"

(سورۂ کہف)

یعنی اے پیغمبر کہہ دے کہ اگر میرے مالک کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کی سیاہی ہو تو میرے مالک کی باتیں تمام ہونے سے پہلے سمندر تمام ہو جاوے۔ گو اتنا ہی ایک اور سمندر ہم اُس کی مدد کو لائیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے "وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ" (سورۂ لقمان) یعنی اگر زمین میں ہر درخت کے قلم بنائے جائیں اور سمندر سیاہی ہو اُس کے بعد سات اور ایسے سمندر سیاہی بنیں۔ جب بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں۔ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا اصل بات یہی ہے کہ ایک دو یا سات آٹھ سمندر نہیں۔ ہزارہا سمندروں کے پانی کی اگر سیاہی بنائی جائے تو بھی اُس غیر محدود ذات تبارک تعالیٰ کی باتیں لکھنے میں نہیں آسکتیں۔ اسی لئے تمام انبیا اور اولیا اور تمام حکیم اور فلسفی ادراک کُنہ ذات سے اپنی عاجزی ہی بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ اور سالہا سال تک اس تحقیق کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد بھی یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ کہ ؎

دردیغا گفت نہ دانستم ہمی پنداشتم دانم	ازیں پندار گوناگوں ازیں دانش پشیمانم

امیر خسرو نور اللہ مرقدہٗ اسی باب میں کہتے ہیں۔ ؎

بلند کنگرِ شاہ و کمند عیاری	ضعیف رشتہ و باریک و خام و کیتا راست
کسے کہ لاف شناسائیش بعالم زند	یقیں بداں کہ ہموں بارگیر اسفار است

بکنہ حق نہ رسد عارف اگرچہ داند است
بر آسماں نپرد جعفر ارچہ طیار است

بہ ارعایت ادب درکشم دریں مثال
گرند فروز و نشیبش بپائے مہ وار است

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے دیکھئے اس میدان میں کس طرح ڈھال پھینکدی ہے۔

جہاں متفق بر الہیتش
فرو ماند در کنہ ماہیتش

بشر ماورائے جلالش نیافت
بصر منتہائے جمالش نیافت

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم
کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم

تواں در بلاغت بسحبان رسید
نہ در کنہ بیچون سبحان رسید

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان جسقدر اپنے آپ کو اس معرفت میں عاجز پاتا ہے۔ اُسی قدر اُس کے شوق کی آگ تیز ہوتی جاتی ہے۔ عقل سے سمجھاتا تو در کنار انسان اُسے آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے۔ تمام دُنیا کہے کہ وہ سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آسکتا۔ خرد بھی ہزار سمجھائے کہ

نہ بینند گاں آفرینندہ را
نہ بینی مرنجاں دو بینندہ را

خدا خود بھی کہے کہ "لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ" (الانعام) پھر بھی نگاہِ شوق اُسے دیکھنا ہی چاہتی ہے۔ حضرت دیکھئے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ۔

تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہر دم
از پائے طلب دمے نہ نشینم ہر دم

گویند خدا بچشم سر نتواں دید
آں ایشاں اند و من چنینم ہر دم

ڈاکٹر اقبال نے بھی غالباً اسی بیتابی کی حالت میں کہا ہے

کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزار سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

پھر اگر آنکھیں دُنیا میں نہیں دیکھ سکتیں تو قیامت کا انتظار کرتے ہیں۔ اور معتزلہ کے اس قول کو لغو سمجھتے ہیں کہ قیامت میں بھی وہ آنکھوں سے نظر

نہیں آئے گا - حاصل کلام یہ کہ عاشق کی بصارت اور اُس کی بصیرت دونو
دید کی منتظر رہتی ہیں - سہ

باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب		نظارہ و خیال کا ساماں لئے ہوئے

(غالب)

یہ سب کچھ اس لئے کہ وہ پردے میں ہے - اور اُس پردہ کے اندر کسی کی رسائی نہیں - عقل وہاں تک نہیں پہنچاتی - فلسفہ وہاں تک نہیں پہنچاتا - اور کوئی حکمت اس عقدے کو کھول نہیں سکتی - دیکھئے حکیم صاحب اپنے عجز کا اعتراف کس طرح کرتے ہیں -

کس را پسِ پردۂ قضا راہ نشد ہر کس نہ سرِ قیاس چیزے گفتند	۱	وز سرِ خدا ہیچکس آگاہ نشد معلوم نگشت و قصہ کوتاہ نشد

یعنی پردۂ قضا کے اندر کوئی نہ جا سکا - اور اسرارِ الٰہی سے کوئی شخص واقف نہ ہو سکا - ہر ایک شخص اپنی عقل کے مطابق کچھ نہ کچھ کہہ دیتا ہے - لیکن حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی - اور یہ قصہ کوتاہ نہیں ہوتا -

صاحبِ گلستانِ مسرت نے یہ رُباعی ابو سعید ابوالخیر کی بتائی ہے (۱)

ہر کس بدلیل عقل چیزے گفتند		آں نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ باند

(ابو نصر فارابی)

آنہا کہ خلاصۂ جہاں انسانند در معرفتِ ذاتِ تو مانندِ فلک	۲	بر اوجِ فلک براق ہمت رانند سرگشتہ و سرنگون و سرگردانند

یعنی - دُنیا کے چیدہ اور برگزیدہ لوگ جو اپنی ہمت کے گھوڑے کو آسمان کی بلندی پر دوڑاتے ہیں - تیری ذات کی معرفت میں آسمان کی طرح سرگشتہ

(۱) دیکھو گلستانِ مسرت مطبوعہ لاہور - ۱۲

سے لگوں اور سرگرداں ہیں ۔

نیست زان گوہر نایاب کسی را خبرے	چشم غواص ہمی تر زحباب است اینجا

(صاحب)

آنہا کہ بفکر دُرِ معنی سُفتند سررشتۂ اسرار ندانست کسے	۳	در ذاتِ خداوند سخنہا گفتند اوّل زنخے زدند و آخر خفتند

یعنی ۔ جن لوگوں نے اپنی عقل سے معانی کے موتی پرو دئے ۔ اور خدا کی ذات کے متعلق انواع و اقسام کی باتیں کیں ۔ سررشتۂ اسرار سے تو واقف نہ ہو سکے البتہ چند بے ہودہ باتیں کہہ کر چلے گئے ۔

زنخ زدن ۔ کے لئے دیکھو باب چیستان حیات رُباعی نمبر ۱۴ ۔

آنہا کہ جہاں زیر قدم فرسودند آگاہ نمی شوم کہ ایشاں شب و روز	۴	وندر طلبش ہر دو جہاں پیمودند زیں حال چنانکہ ہست آگاہ بودند

یعنی ۔ وہ لوگ جنھوں نے تمام عالم کی سیر کی ۔ اور اُس کی طلب میں دونوں جہاں کی خاک چھانی ۔ معلوم نہیں کہ وہ کسی وقت بھی اس حقیقت کو جیسی کہ وہ ہے ۔ پہچان سکے ۔

مطلب یہ کہ اصل حقیقت کو وہ معلوم نہ کر سکے ۔

چوں باد بزلف او رسیدن مشکل گفتند بدیدۂ او تواں دید	۵	در اسپ غمش عناں کشیدن مشکل گر دیدہ ماست دیدہ دیدن مشکل

ہوا کی طرح اوس کی زُلف تک پہنچنا مشکل ہے ۔ اور اوس کے غم کے گھوڑے کی باگ کھینچنا مشکل ہے ۔ کہتے ہیں کہ آنکھوں سے اُسے نہیں دیکھ سکتے ۔ اگر آنکھیں یہی ہماری آنکھیں ہیں تو بیشک اُسے دیکھنا مشکل ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ اُس تک پہونچ بھی نہیں سکتے - اور شوق اس درجہ بے پرواہ ہے کہ اُسے روک بھی نہیں سکتے -

اسرار حقیقت نشود حل بسوال تا جاں نکنی خوں نخوری پنجاہ سال	۶	نہ نیز بدر باختن نعمت و مال از قال ترا رہ ننمایند بحال

حقیقت کے بھید سوال وجواب سے حل نہیں ہو سکتے - اور نہ مال ودولت کے خرچ کرنے سے حل ہو سکتے ہیں - جب تک تو سالہا سال جان کو تکلیف میں نہ ڈالے گا - اور خون بانی ایک نہ کرے گا - تجھے مقام قال سے مقام حال تک نہیں پہنچائیں گے -

مطلب یہہ کہ رسمی تعلیم وتعلم سے خدا نہیں ملتا - عبادت اور ریاضت کی ضرورت ہے - قَالَ اَقُولُ کو چھوڑ - کیونکہ صاحب حال بننے کا یہہ ذریعہ نہیں ہے -

قال را بگذار و مرد حال شو		پیش مرد کاملے پامال شو	

آں لعل گراں تو زکان دگر است اندیشۂ این و آں خیال من و تست	۷	واں دُرِّ یگانہ را نشانی دگر است افسانۂ عشق را زبانی دگر است

یعنی - تیرا گراں بہا لعل کسی اور ہی کان کا ہے - اور اوس دُرِّ یگانہ کا نشان اور پتہ کچھ اور ہی ہے - این وآن کا اندیشہ میرا اور تیرا خیال ہے - عشق کے افسانے کی زُبان ہی کچھ اور ہے -

دُرِّ یگانہ - یا دُرِّ یتیم وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہی ہو - ایسا موتی زیادہ وزنی اور زیادہ آبدار ہوتا ہے -

مطلب یہ کہ اِدھر اودھر کے فکر اور اندیشے فضول ہیں - افسانۂ عشق کا بیان اس زبان سے نہیں ہو سکتا - محبوب حقیقی قال وقیل سے

بالاتر ہے۔ مولانا بدرؒ فرماتے ہیں۔

در مذہب عاشقاں قراری دگر است	ویں بادۂ ناب را خمارے دگر است
ہر علم کہ در مدرسہ حاصل گردد	کارِ دگر است و عشق کارے دگر است

ہمہ اوست

ہے مشتمل نمودِ صُور پر وجودِ بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں
(غالب)

وحدتِ وجودی کے قائل اس حد تک بڑھے کہ منصور نے انا الحق کہدیا۔ کسی نے اس کی تصدیق کی اور کسی نے تکذیب۔ لیکن یہ بحث اس قدر طویل ہے کہ اس کتاب میں اُس کی گنجائش نہیں۔ اس عقیدہ کی تائید و تردید میں لوگوں نے کتابوں کی کتابیں لکھیں۔ لیکن فیصلہ کچھ نہ ہوا۔ اور نہ ہوسکتا ہے۔ سچّی اور سیدھی بات یہ ہے کہ پایۂ ادب کی نگہداشت کرتے ہوئے اور قرآن کریم کی تعلیم کو مدِّنظر رکھتے ہوئے صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ "الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل" یعنی سوائے ذاتِ واجب الوجود کے باقی جو کچھ ہے ہیچ ہے۔ عارضی ہے اور فانی ہے۔ حادث ہے اور مخلوق ہے۔ باقی رہا انا الحق۔ اس کی حقیقت خدا جانے اور منصور۔ ہمیں کیا ضرور کہ اُس کی راستی یا ناراستی ثابت کرنے میں وقت ضائع کریں۔ خالق خالق ہے اور مخلوق مخلوق۔ خدا خدا ہے اور بندہ بندہ۔ امام ربّانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بجا فرمایا ہے کہ ہم فص کو کیا کریں۔ نص موجود ہے (۱)۔

(۱) فص سے اشارہ فصوص الحکم محی الدین ابن عربی کی طرف ہے۔۱۲

فی الحقیقت محیّ الدین ابن عربی اس بحث کو بہت دور لے گئے ہیں - بہرحال میانہ روی بہتر ہے - ورنہ وحدت وجودی والے تو کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی بھی یہ تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ " نہیں کوئی معبود (خواہ وہ پتھر ہو یا آدمی - آگ ہو یا سورج) مگر کہ وہ خدا ہے " مگر قرآن اور حدیث ہم کو اتنا دور جانے کی اجازت نہیں دیتے - البتہ قیودِ شرعی کی پرواہ نہ کرکے انسان جدھر چاہے جا سکتا ہے - پھر پوچھنے والا کوئی نہیں - ہر ایک چیز میں اُسے دیکھو اور بیشک صرف اُسی کو دیکھو - تمام کائنات کو اُس کا مظہر اور اُس کی ذات وصفات کا پرتو خیال کرو - اعیان ثابتہ کو مانو - صور علمیۂ حق اور ان کا نام رکھو - صورِ مظاہر ممکنات میں ظہورِ حق کے قائل ہو - تعین وتشخص کی بحث میں طبع آزمائی کرو - وجوب امکان اور محال کی تحقیق میں فلک پیمائی کرو - سیر الی اللہ کرو - سیر باللہ کرو - فنا فی اللہ ہو جاؤ - بقا باللہ کے طالب ہو - عارف بنو - واصل کہلاؤ - لیکن دائرہ عبدیت سے باہر نہ نکلو - خدا نہ بنجاؤ - س

حقیقت جز خدا دیدن روا نیست	کہ بیشک ہر دو عالم جز خدا نیست
نمی گویم کہ عالم او شدہ - نہ	کہ این نسبت بہ او کردن روا نیست

(اوحد الدین ابوعبداللہ)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس اللہ سرہٗ کے خیالات " ہمہ اوست " پر دیکھئے کیا ہیں -

کسیکہ عاشق ومعشوق خویشتن ہمہ اوست	حریف خلوت ساقی انجمن ہمہ اوست
اگر بہ دیدۂ تحقیق بنگری دانی	کہ ناظر دل ومنظور جان وتن ہمہ اوست
چو اندر آئنۂ دل فتاد عکس رخش	چنان نمود کہ در جسم وجان من ہمہ اوست
اگر تو خرقۂ ہستی خویش پارہ کنی	نظر کنی کہ درین زیر پیرہن ہمہ اوست
ز جام عشق بہ منصور بیخود آمد و بس	کہ دار نیز ہمی گفت با رسن ہمہ اوست
رموزِ عشق کند آشکار و نندیشد	چو دل بدید کہ در سر و در علن ہمہ اوست

مگو کہ کثرتِ اشیا نقیضِ وحدت گشت	تو در حقیقتِ اشیا نظر فگن ہمہ اوست
تعین است گراز اعتبار ماؤ من است	ز اعتبار گذر کن کہ ما و من ہمہ اوست
چو نائیے کہ نہد بر دہانِ لبِ خویش	نہادہ بر دہنِ عاشقاں دہن ہمہ اوست

چہ جائے بادہ و جام و کدام ساقیِ مست
خموش باش معینی و دم مزن ہمہ اوست

عارف محمود تبریزی علیہ الرحمۃ کی رائے اس مسئلے کے متعلق اون کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ

ہر آنکس راکہ اندر دل شکے نیست	یقیں داند کہ ہستی جز یکے نیست
جنابِ حضرتِ حق را دُوئی نیست	در آں حضرت من و ما و توئی نیست
من و ما و تو و او ہست یک چیز	کہ در وحدت نہ باشد ہیچ تمیز
ہر آنکو خالی از خود چوں خلا شد	انا الحق اندر و صوت و صدا شد
در آ در وادی ایمن کہ ناگاہ	درختے گویدت - اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ
روا باشد انا اللہ از درختے	چرا نبود روا از نیک بختے

عمر خیام نے مسئلہ وحدت وجود کی ایک نئی ہی تعبیر کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

حق جانِ جہان است و جہاں جملہ بدن	۱	و اصنافِ ملائکہ حواس ایں تن
افلاک و عناصر و موالید۔ اعضا		توحید ہمین است و دگر ہا ہمہ فن

خدا جہان کی جان ہے اور تمام جہاں اوس کا بدن۔ فرشتے اُس بدن کی حِسّیں ہیں۔ آسمان۔ اربعہ عناصر اور موالید ثلاثہ اُس کے اعضاء۔ توحید یہی ہے۔ باقی فضول باتیں ہیں۔

حَوَاس سے مراد حواس دہ گانہ ظاہری و باطنی بدین تفصیل حواس ظاہری (۱) باصرہ۔ (۲) سامعہ۔ (۳) شامّہ۔ (۴) ذائقہ۔ (۵) لامسہ۔ حواس باطنی۔ ۱۔ حسِّ مشترک۔ ۲۔ خیال۔ ۳۔ وہم۔ ۴۔ حافظہ۔ ۵۔ متصرفہ۔

عناصر سے مُراد اربعہ عناصر ۱۔ پانی۔ ۲۔ آگ۔ ۳۔ ہوا۔ ۴۔ خاک۔
موالید۔ سے مُراد موالید ثلاثہ یعنی ۱۔ حیوانات۔ ۲۔ نباتات۔ ۳۔ جمادات۔
حکیم صاحب نے تمام عالم کو ایک شخص فرض کیا ہے۔ خدا اُس کی روح ہے۔ فرشتے اُس کی حسیّں ہیں۔ اور باقی کائنات اُس کے اعضاء۔

در میکدۂ عشق اجل اسم من است من جانِ جہانم اندریں دیرِ مغاں	۲	رندی و پرستیدنِ مے قسم من است ایں صورتِ کون جملگی جسم من است

میکدۂ عشق میں اجل میرا نام ہے۔ رندی و مئے پرستی میرا کام ہے۔ اس دیرِ مغاں میں مَیں جہان کی جان ہوں۔ اور تمام کائنات میرا جسم ہے۔
اجل۔ بفتحتین و تشدید لام بمعنی بزرگ تر۔ و بفتحتین و تخفیف لام بمعنی مہلت مدّت۔ موت۔ نہایت زمانِ عمر۔ یہاں آپ اسے بہ تشدید لام سمجھیں یا بہ تخفیف۔ آپ کا اختیار ہے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔
حکیم صاحب نے پچھلی رُباعی میں خدا کو جہان کی جان کہا تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ میں جہان کی جان ہوں۔ وہ جانیں اور ان کا کام۔

جاناں من و تو نمونۂ پرکاریم بر نقطہ رواں کنوں دائرہ وار	۳	سر گرچہ دو کردہ ایم یک تن داریم تا آخر کار سربہم باز آریم

اے میرے محبوب میں اور تو پرکار کا نمونہ ہیں۔ ہمارے سر اگرچہ دو ہیں لیکن جسم ایک ہے۔ دائرہ کی طرح ایک نقطہ پر ہم رواں ہیں۔ آخر کار ہم پھر مل جائیں گے۔
صاحب گلشن راز نے بھی یہی دائرہ پرکار اور نقطہ و خط کی مثال دے کر وحدت کو ثابت کیا ہے۔ لکھتے ہیں

جہاں خود جملہ امرِ اعتباری ست بر دیک نقطۂ آتش بہ گردان		چو آں یک نقطہ کاندر دور ساری ست کہ بینی دائرہ از سرعت آن

ہمہ از وہم تست این صورت غیر	کہ نقطہ دائرہ است از سرعت سیر
زہر یک نقطہ زین دور مسلسل	ہزاران شکل میگردد مشکل
زہر یک نقطہ دورے گشتہ دائر	ہم او مرکز ہم او در دور سائر
چو سیر حبہ بر خط مستجر شد	ز نقطہ خط ز خط دور دگر شد
چو شد بر دائرہ سالک مکمل	رسد ہم نقطۂ آخر بہ اول
دگر بارہ شود مانند پرکار	بران کارے کہ اول بود برکار
یکے نقطہ ہست وہمے گشتہ ساری	تو او را نام کردی نہر جاری

ای زندگی تن و توانم ہمہ تو تو ہستی من شدی ازانی ہمہ من	۴	جانی و دلی ای دل و جانم ہمہ تو من نیست شدم در تو ازانم ہمہ تو

اے کہ میرے تن کی زندگی اور میری تاب و تواں تو ہی تو ہے۔ تو جان ہے اور تو دل ہے۔ اے کہ میرا دل اور جان تو ہی تو ہے۔ تو میری زندگی ہے اس لئے تو نہیں ہے میں ہی میں ہوں۔ میں تجھ میں فنا ہوگیا۔ اس لئے میں نہیں ہوں تو ہی تو ہے۔

یہ رُباعی دیوان مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں بھی درج ہے۔ خدا جانے کس کی ہے۔

گشتہ نہاں روئے بکس ننمائی این جلوہ گری بخویشتن بنمائی	۵	گہ در صور کون و مکاں پیدائی خود عین عیانی و خودی بینائی

کبھی تو پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور چہرہ کسی کو نہیں دکھاتا۔ کبھی تو کون و مکاں کی صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ جلوہ گری تو اپنے آپ کو دکھاتا ہے۔ تو خود عین عیاں ہے اور خود ہی بینائی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ ناظر بھی ہے اور منظور بھی

شاہد بھی ہے اور مشہود بھی - تو خود ہی آنکھ بھی ہے اور آنکھ کی بینائی بھی -

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے	حیراں ہوں پھر مُشاہدہ ہے کس حساب میں

(غالب)

دانی کہ زچہ روئے گشتہ ساجد ما بُرما بجمال خود تجلی کردہ است	۶	بُت گفت بہ بُت پرست کا عابد ما آنکس کہ زِ تُست ناظر و شاہد ما

بُت نے بُت پرست کو کہا کہ اے میری پرستش کرنے والے تو جانتا ہے کہ تو کس لئے میرے سامنے سجدہ کرتا ہے - وجہ یہ ہے کہ وہ ذات جو تجھ میں سے یری ناظر و شاہد ہے - اوس نے اپنے جمال سے مجھ پر پرتو ڈالا ہے -

مطلب یہ کہ خدا سئے حاضر و ناظر کے جمال کا میں بھی مظہر ہوں - اس لئے تیرا مسجود ہوں -

بُت اینجا مظہرِ عشق است و وحدت	بود زُنّار بستن عینِ خدمت
چو اشیا ہست ہستی را مظاہر	از آں جملہ یکے بُت باشد آخر
مُسلماں گر بدانستے کہ بُت چیست	بدانستے کہ دیں در بُت پرستیست
وگر مُشرک زِ بُت آگاہ بودے	کجُا در دین خود گُمراہ بودے
ندید او از بُت اِلّا خلقِ ظاہر	بدیں علّت شد اندر شرع کافر
درونِ ہر تنے جانیست پنہاں	بزیرِ کُفر ایمانیست پنہاں
بداں خوبی رُخِ بُت را کہ آراست	کہ گشتے بُت پرست ار حق بنخواست

یکے بین و یکے گو و یکے دان ؎ بدیں ختم آمد اصل و فرع ایماں



عشق کی ہمہ گیری

نہ من براں گلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیبِ تو از ہر طرف ہزار انند
(حافظ)

اس میں شک نہیں کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے دل میں عشق رکھتا ہے۔ اور محبوبِ حقیقی کی یاد میں ہر وقت مضطر و شوریدہ سر رہتا ہے۔ حیوانات کے دل اگر مئے محبت سے لبریز ہیں تو نباتات اور جمادات بھی اس سے خالی نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ جرِ حیات میں بھی گرمی ہے تو عشق کی اور نور ہے تو اُسی کا۔ ارض و سما۔ دشت و دریا۔ رعد و برق۔ باد و باراں۔ طور و فاراں سب کے سب اُس کے حُسن کی تعریف میں غزلخواں ہیں۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل) یعنی تسبیح کرتے ہیں واسطے اللہ کے ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی کہ بیچ اُن کے ہے۔ اور نہیں کوئی چیز مگر تسبیح کرتی ہے ساتھ اللہ کی تعریف کے لیکن تم ادن کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ "وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ" (الرعد) یعنی تسبیح کرتا ہے رعد ساتھ اللہ کی تعریف کے اور فرشتے بھی اُس کے ڈر سے۔

نعمت خان عالی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

تنہا فلک از ذکرِ خدا نیست بہ جُنبش	ہر برگ کہ روئیدہ زبانیست زمیں را

پھر ایک اور غزل کا مطلع ہے۔

بیمارِ دردِ ہجر نہ تنہا یکے منم	بسیار خستہ ایست از آنہا یکے منم

کوئی دیوان اس مضمون کے اشعار سے خالی نہیں۔ نیاز بے نیاز کا شعر ہے۔

من نہ تنہا جاں فشانی پیشِ جاناں کردہ ام	بر سرِ ہر تارِ مویش جانفشانے دیگر است

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نہ من خام طمع عشقِ تو می ورزم و بس	کہ چو من سوختہ در خیل تو بسیاری ہست

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

رَبِّ اَرِنِیْ نہ ہمیں موسیٰ گفت	کیست کو طالبِ دیدارِ تو نیست
چونکہ خورشید رُخت جلوہ کند	ذرّہ کو کہ ہوادارِ تو نیست

جلال اسیر بھی کائنات کے ذرہ ذرہ کو عاشق اور مست بیان کرتا ہے۔

ز جامِ عشقِ تو ہر ذرہ مست سودائیست	بہر طرف کہ نظر می کنم تماشائیست

انوری نے بھی تمام عالم کو مبتلائے عشق کہا ہے۔

عالمے را از جفائے عشقِ تو	پائے در پیشانی بدیوار آمدہ

ایک اور غزل میں بھی یہی مضمون بیان کیا ہے

زلفِ تو چوگان و دلم گوئے اوست	کیست کہ چوگانِ ترا گوئے نیست

کلیم عشق کی عالمگیری کے یہاں تک قائل ہیں کہ عنقا کو بھی نہیں چھوڑا۔

زاں برقِ حسن کافتِ ہر گوشہ گیر شد	آتش در آشیانۂ عنقا گرفتہ است

اس سے بھی بڑھکر اور سُنیئے۔ مُرغ قبلہ نما بھی صیاد عشق کی ناوک افگنی سے جانبر نہ ہوا۔ سودا۔

ناوک نے تیرے صید نچھوڑا زمانے میں	تڑپے ہے مُرغ قبلہ نما آشیانے میں

اب دیکھئے حکیم صاحب اس مضمون کو کس طرح ادا کرتے ہیں۔

ساقی مہ رخسارِ تو جانِ ہمہ است خورشید رُخت کہ مہر عالمتاب است	۱	دلدارِ منست و دلستانِ ہمہ است تنہا نہ از آنِ من کہ زانِ ہمہ است

اے ساقی تیرا چاند جیسا چہرہ تمام دُنیا کے لئے بمنزلہ جان کے ہے - میرا دلدار ہے اور تمام جہان کا دلستان ہے - تیرے چہرہ کا آفتاب جو جہان کو روشن کرنے والا سورج ہے - وہ نہ صرف میرا ہے بلکہ تمام دُنیا کا ہے -

چاند اور سورج کو ہر ایک شخص سمجھتا ہے کہ بس میرے پاس ہی ہے - لیکن درحقیقت وہ ہر جگہ ہوتا ہے - اسی طرح محبوبِ مُطلق کو ہر ایک عاشق بس اپنا ہی سمجھتا ہے - لیکن وہ ہرجائی ہے اور تمام دُنیا کا معشوق ہے -

پُرخون ز فراقت جگرے نیست کہ نیست باآنکہ ندارمی سر سودائے کسے	۲	شیدائے تو صاحب نظرے نیست کہ نیست سودائے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست

یعنی کوئی ایسا جگر نہیں جو تیرے فراق سے خون نہ ہو- اور کوئی ایسا صاحبِ نظر نہیں جو تیرا شیدا نہ ہو- باوجود اس بات کے کہ تجھے کسی کا سودا نہیں یا کسی کے سودا کا خیال نہیں - پھر بھی کوئی ایسا سر نہیں جس میں تیرا سودا نہ ہو-

خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ نے یہی "نیست کہ نیست" لیکر اسی مضمون پر فرمایا ہے

رُوشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست		منّتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
ناظرِ روئے تو صاحب نظرانند دے		سرِ گیسوئے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
نہ منِ دل شدہ از دستِ تو خونیں جگرم		از غمِ عشقِ تو پُرخوں جگرے نیست کہ نیست
از خیالِ لبِ نوشین تو اے چشمۂ نوش		غرقِ آب و عرق اکنوں شکرے نیست کہ نیست
تو خود اے شعلۂ رخشندہ چہ داری در سر		کہ کباب از حرکاتت جگرے نیست کہ نیست

ساقی چو مرا عشق تو داغے دادہ مہرِ تو چراغ رہِ من تنہا نیست	۳	از عیشِ دوعالم فراغے دادہ خورشید بہر ذرّہ چراغے دادہ

اے ساقی تیرے عشق نے جب سے مجھے داغ دیا ہے - دنیا اور عقبیٰ کے عیش سے مجھے فارغ کر دیا ہے - تیرا عشق صرف میرا ہی رہنما نہیں ہے-

بلکہ اس خورشید نے تو ہر ایک ذرّے کے ہاتھ میں چراغ دیا ہے۔
مِہر - بمعنے (۱) محبّت -(۲) آفتاب - یہاں دونوں معنوں کی طرف اشارہ ہے - مہر - چراغ اور خورشید کی رعایت ظاہر ہے۔

عبرت و بصیرت

سُب کہاں کچھ لالہ و گُل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

(غالبؔ)

اگر چشمِ عبرت وا ہو اور دیدۂ بصیرت بینا - تو زمین کا چپہ چپہ بتائے گا کہ یہ خاکِ سرِ راہ جسے اب ہر شاہ و گدا - کہ و مہ - اور کس و ناکس پامال کر رہا ہے - کسی وقت قیصر و کسرٰے اور خاقان و فغفور کا سرِ پُر غرور رہ چکی ہے - اس مٹی سے خدا نے کیا کیا صورتیں بنائیں اور بگاڑیں - اور یہ چلتی پھرتی تصویریں جو آج ہمیں تمھیں نظر آ رہی ہیں - کل اسی مٹّی کے ساتھ مٹّی ہو جائیں گی - پھر اس مٹّی سے ہم تم کیا کچھ بنائیں گے - اور پھر ہماری تمھاری مٹّی سے لوگ کیا کچھ نہ بنائیں گے - دُنیائے دُوں کی ناپائداری اور غدّاری سے ناآشنا تو کوئی فردِ بشر نہیں لیکن ایک شاعر کا غنچۂ دل تو شگفتہ ہونے سے پہلے ہی ان خیالات کی سموم سے مُرجھا جاتا ہے - وہ جب کسی مکان کو دیکھتا ہے تو اُسے اُس مکان کے وہ مکین یاد آجاتے ہیں - جن کا آج کوئی نام بھی نہیں لیتا - صرف یہی نہیں - بلکہ ایک ایک اینٹ اُسے زبانِ حال سے پکار کر کہتی ہے کہ میں ایک وقت کسی نازک اندام کے جسم کا حصّہ تھی - شرابِ ارغوانی اُسے کیا مست کرےگی

جب کہ جام و سبو اور خم اور کوزہ اُسے بتا رہے ہیں کہ ہم بھی کسی وقت تمھاری طرح تھے۔ اور تم بھی کسی وقت ہماری طرح ہو جاؤ گے۔ باغ کی سیر سے اُسے کیا لُطف حاصل ہو گا جب کہ وہ سبزۂ لب جو کو کسی ماہرو کا جو اب زیرِ زمین ہے سبزۂ خط سمجھے گا۔ اور لالہ و گل کو اُس کا عارضِ میگوں۔

اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی عبرت آموزی دیکھئے۔ فرماتے ہیں۔

زدم تیشہ یک روز بر تلِ خاک	بگوشِ آمدم نالۂ دردناک
اگر می زنی بارے آہستہ تر	کہ چشم و بنا گوش و روے دست و سر

میر محمد تقی صاحب کے یہ شعر بھی ہشیۂ غفلت کے لئے نشتر کا کام دیتے ہیں

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پہ پڑا جو میر	یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر	میں بھی کبھی کسی کا سرِ پُر غرور تھا

مرزا صائب بھی اسی مضمون پر کہتے ہیں۔

نمی بینی ز استغنا بزیر پا۔ نمی دانی	کہ آخر می شود خار سر دیوار تر گاہہا

پھر ایک اور مُقام پر فرماتے ہیں۔

لالہ کز خونِ جگر امروز ساغر می زند	بر سر ریز کامرانی تاجدارے بودہ است

کسی اور اُستاذ کا شعر ہے۔

ہیچ دانی میوہ را تاثیر شیریں از کجاست	زانکہ در زیر زمیں شیریں لباں خسپیدہ اند

حضرت خواجہ حافظ قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں۔

بدہ ساقی آں آبِ افسردہ را	بیا زندہ ساز ایں دلِ مُردہ را
کہ ہر پارہ خشتے کہ بر منظر یست	سر کیقبادے و اسکندر یست
ہر آں گل کہ در بوستانے بود	مہِ عارضِ دلستانے بود
ہر آں شاخ سروے کہ در گلشنے است	قد دلبرے زلف و سیمیں تنے است
بجز خونِ شاہاں دریں طشت نیست	بجز خاک خوباں دریں دشت نیست

حضرت شیخ شیراز رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں یہ مضمون اکثر پایا جاتا ہے۔ ولہٗ

خاک راہے کہ براں میگذری ساکن باش / کہ عیون است وجفون است وقد است وخدود

یہ شعر بھی انہی کا ہے۔

آہستہ رو کہ بر سر بسیار آدم است / ایں جرم خاک را کہ تو امروز بر سری

پھر ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

ہر روز باد مے برد از بوستاں گلے / مجروح می کند دل مسکیں بلبلے
ردئیست ماہ پیکر وموئیست مشکبو / ہر لالہ کہ می دمد از خاک و سنبلے

بوستاں میں بھی ایک حکایت اسی مضمون کی نظم کی ہے۔

شنیدم کہ یک بار در دجلۂ / سخن گفت با عابدے کلۂ
کہ من فرِّ فرمان دہی داشتم / بسر بر کلاہِ مہی داشتم
سپہرم مدد کرد ونصرت وفاق / گرفتم بہ بازوئے دولت عراق
طمع کردہ بودم کہ کرماں خورم / کہ ناگہ بخوردند کرماں سرم
بکن پنبۂ غفلت از گوش ہوش / کہ از مردگاں پندت آید بگوش

بعض شاعر تو مرنے سے پہلے ہی اپنے مدفن کو پارہ ہائے جگر سے لالہ زار بنا لیتے ہیں۔ ہلالی کا شعر ہے۔

ایں ہمہ لالہ کہ سر بر زدہ از خاکِ من است / پارہ ہائے جگرِ سوختۂ چاکِ من است

دیکھئے ناسخ ارباب دولت کے کانوں سے پنبۂ غفلت کس طرح دور کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

غافلو! نشۂ دولت سے نہ اتنا بہکو / دیکھنا کاسۂ سر کاسۂ سائل ہوگا

ایک اور موقعہ پر لکھا ہے۔

گلعذاروں کو جو مدفون نہ کریں قبروں میں / سطحِ خاک سے پیدا کبھی گلزار نہ ہو

پھر فرماتے ہیں۔ کہ

کاسۂ چینی پہ اے منعم نہ کر اتنا غرور / ہم نے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سرِ فغفور کو

حکیم صاحب کے دل پر دُنیا کی ناثباتی کا بہت اثر تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کی دیدۂ عبرت نگاہ ہمیشہ وا رہی ہے۔ اور دُنیائے فانی کے چند روزہ قیام نے کبھی اُنھیں غافل نہیں کیا۔ ہستی مستعار کا یہ تاریک پہلو ہمیشہ اون کے مدِ نظر رہا۔ اس مضمون پر اُن کی رُباعیات کی کثرت صاف پتہ دیتی ہے کہ وہ اپنے پہلو میں دل۔ اور دل میں درد رکھتے تھے۔ غافل انسان کی طرح پندارِ ہستی کے نشہ نے اُنھیں کبھی مست نہیں کیا۔ دیکھئے اس ایک مضمون کو کتنی مختلف اور مؤثر طرزوں میں ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ای چرخ فلک خرابی از کینۂ تست ای خاک اگر سینۂ تو بشگافند	۱	بیدادگری عادتِ دیرینۂ تست بس گوہر قیمتی کہ در سینۂ تست

اے آسمان یہ سب خرابی تیرے کینہ کی وجہ سے ہے۔ ظلم کرنا تیرا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اے خاک اگر تیرے سینے کو چیر کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر بے بہا جواہرات تیرے اندر مدفون ہیں۔

گوہر قیمتی۔ سے مُراد وہ نامی گرامی لوگ جو اب زیر زمین مدفون ہیں۔

ہر سبزہ کہ بر کنارِ جوئے رستہ است پا بر سرِ ہر سبزہ بخواری ننہی	۲	گویا ز لبِ فرشتہ خوئے رستہ است کان سبزہ ز خاکِ لالہ روئے رستہ است

وہ سبزہ جو لب جو اوگا ہوا ہے۔ گویا کسی فرشتہ خو کا سبزۂ خط ہے۔ ہر سبزہ کو حقارت سے پامال نہ کر۔ کیونکہ وہ سبزہ کسی لالہ رو کی خاک سے اُگا ہے۔

بعض تذکرہ نویسوں نے یہ رباعی شیخ مجد الدین کی لکھی ہے (۱)۔

اور بعضوں کی رائے میں شیخ نجم الدین رازی کی ہے (۲)۔

رُباعی کے دوسرے دو مصرعے مروّجہ نسخۂ رُباعیات سے نقل ہوئے۔ لیکن اور جہاں

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ شیخ مجد الدین ۱۴۰ (۲) دیکھو تذکرہ حسینی شیخ نجم الدین رازی ۱۴۰۔

کہیں دیکھے گئے - اس طرح تھے - کہ

تا بر سر لالہ پا بخواری ننہی	کاں لالہ ز خاک ماہرو رستہ است

اور غالباً صحیح یہ دوسرا نسخہ ہی ہے -

خاکے کہ بزیر پائے ہر حیوانیست ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانیست	۳	زلف صنمے و ابروئے جانانیست انگشت وزیرے و سر سلطانیست

یعنی وہ کانٹا جسے اب حیوانات پامال کر رہے ہیں - کسی صنم کی زلف اور کسی محبوب کے ابرو کا بال ہے - اور وہ اینٹ جو اُب کنگرۂ ایوان پر لگی ہوئی ہے - کسی وزیر کی انگلی اور کسی بادشاہ کے سر کی مٹی سے بنی ہے -

محمدؐ بن خالد الآجری - رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کرتے ہیں - کہ انھوں نے فرمایا - کہ میں کسی زمانہ میں خشت گری کیا کرتا تھا - ایک دفعہ میں اینٹوں میں سے گزر رہا تھا کہ ناگاہ میں نے سُنا کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کو کہہ رہی ہے کہ تجھ پر سلامتی ہو کہ آج ہم آگ میں ڈالے جائیں گے - یہ سُنکر میں نے مزدوروں کو منع کر دیا کہ اینٹیں آگ میں نہ ڈالی جائیں - اور اُس کے بعد میں نے کبھی خشت پزی کا کام نہ کیا -

ایں کوزہ چو من عاشق زارے بود است ایں دستہ کہ در گردن او می بینی	۴	در بند سر زلف نگارے بود است دستیست کہ در گردن یارے بود است

یہہ کوزہ بھی کسی وقت میری طرح عاشق زار رہا ہے - اور کسی معشوق کی زلف کا گرفتار رہا ہے - یہ دستہ جو اُب اوس کی گردن میں ہے ایک ایسے ہاتھ کی مٹی سے بنا ہے - جو کسی وقت کسی معشوق کی گردن کا ہار تھا -

در ہر دشتے کہ لالہ زارے بودا ست	۵	آں لالہ ز خون شہر یارے بودا ست

ہر برگ بنفشہ کز زمین مے رُوید		خالیست کہ بر رُخ نگار بود است

یعنی صحرا کے لالہ زار کا ہر ایک لالہ کسی بادشاہ کے خون سے اُگا ہے۔ اور بنفشہ کی پتی پتی جو زمین سے اُگتی ہے۔ کسی وقت کسی معشوق کے چہرہ کا خال رہی ہے۔

پیش از من و تو لیل و نہار بودہ است زنہار قدم بخاک آہستہ نہی	۶	گردندہ فلک برائے کاری بود است کاں مردمکِ چشم نگار بود است

یعنی مجھ سے اور تجھ سے پہلے بھی لیل و نہار کا یہی حال رہا ہے۔ اور آسمان کسی کام کے لئے ہی گردش کرتا رہا ہے۔ خبردار! زمین پر آہستہ قدم رکھ۔ کیونکہ تیرے پاؤں کے نیچے کی مٹی کسی وقت کسی معشوق کی آنکھ کی پتلی رہی ہے۔

پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ ہمیشہ اسی طرح بنتا اور بگڑتا چلا آیا ہے۔ اور دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ آسمان کی گردش ہمیشہ اسی طرح بناتی اور بگاڑتی چلی آئی ہے۔

آہستہ خرام بلکہ مخرام		زیر قدمت ہزار جان است

بعضوں کے نزدیک یہ رُباعی افضل الدین کاشی کی ہے (۱)

گردوں ز زمین ہیچ گلے بر نارد گر ابر چو آب خاک را بردارد	۷	کش نشکند و باز بگل نسپارد تا حشر ہمہ خون عزیزاں بارد

آسمان کوئی ایسا پھول زمین سے پیدا نہیں کرتا۔ جسے پھر توڑ کر مٹی میں نہ پھینکدے اگر بادل پانی کی جگہ خاک کو اُٹھا لیجاتے۔ تو قیامت تک عزیزوں کے خون

(۱) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمہ افضل الدین کاشی - ۱۲ -

کی بارش ہوتی رہتی۔

مطلب یہ کہ زمین میں اس قدر نامی گرامی لوگ مدفون ہیں کہ اگر پانی کی جگہ خاک بخارات بن کر اوپر جاتی اور پھر برستی تو تم دیکھتے کہ قیامت تک خون برستا رہتا اس میں شک نہیں کہ یہ خونخوار زمین بے حساب لوگوں کا خون پی چکی ہے۔

طوریست کہ صد ہزار موسیٰ دیدست قصریست کہ صد ہزار قیصر بگذشت	۸	دیریست کہ صد ہزار عیسیٰ دیدست طاقیست کہ صد ہزار کسریٰ دیدست

یعنی دنیا کو کوہِ طور کی مثال سمجھو کہ (ایک تجلّی کے لئے) یہاں لاکھوں موسیٰ آئے اور گذر گئے یا ایک دیر سمجھو کہ ہزارہا عیسیٰ آئے اور چلے گئے۔ دنیا ایک قصر ہے جس پر لاکھوں شہنشاہ یکے بعد دیگرے قابض رہ چکے ہیں یا ایک طاق ہے کہ کئی کسریٰ اسے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

طور و موسیٰ ۔ دیر و عیسیٰ ۔ قصر و قیصر اور طاق و کسریٰ کی رعایت ظاہر۔

ہماں حلاست ایں بیابانِ دودر ہماں منزلست ایں جہانِ خراب	کہ گم شد دروں لشکر سلم و تور کہ دیدہ است ایوانِ افراسیاب

(حافظ)

ایں کہنہ رباط را کہ عالم نام است بزمیست کہ وا ماندۂ صد جمشید است	۹	آرامگہ ابلق صبح و شام است قصریست کہ تکیہ گاہ صد بہرام است

یہ پرانی سرائے جس کا نام دنیا ہے اور جو ابلق صبح و شام کی آرامگاہ ہے۔ یہ ایک ایسی بزم ہے کہ جس میں صدہا جمشید آئے اور چلے گئے۔ اور ایک ایسا قصر ہے کہ کئی بادشاہوں کا تکیہ گاہ رہ چکا ہے۔

ابلق ۔ عموماً دو رنگ کی ہر ایک چیز اور خصوصاً دو رنگ کا گھوڑا یعنی سفید اور سیاہ ۔ معرّب ابلک ۔ ابلق صبح و شام یا ابلق ایام یا ابلق چرخ سے

مُراد - زمانہ یا دنیا یا روزگار بہ اعتبار سفیدی و سیاہی شب و روز - بہرام ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے ۔

پیش از تو بسے مرد و بسے زن بودست زود آکہ تن تو خاک گردد زیرا	۱۰	کافاق زجملہ شان مزین بودست خاک تو دگر ہزار رہ تن بودست

تجھ سے پہلے بھی بہت سے مرد و زن دُنیا میں آ چکے ہیں - اور دُنیا کے لیے باعث زینت رہ چکے ہیں - جلدی آ کہ تیرا جسم بھی خاک ہو جائے گا اور تیری جسم کی خاک اس سے پہلے بھی ہزارہا مرد و زن کے جسم کی خاک رہ چکی ہے ۔

آں قصر کہ بہرام درو جام گرفت بہرام کہ گور می گرفتے دائم	۱۱	روبہ بچہ کرد و شیر آرام گرفت امروز نگر کہ گور بہرام گرفت

وہ محل کہ جہاں بہرام شراب پیا کرتا تھا - اب اوس میں روباہ بچے دیتی ہے اور شیر آرام کر رہے ہیں - بہرام کہ ہمیشہ گورخر کا شکار کیا کرتا تھا - آج دیکھ کہ خود قبر کا شکار ہو گیا -

گور سے مراد گورخر - ایک جنگلی جانور کا نام ہے - بہرام اکثر گورخر کا شکار کیا کرتا تھا - اس لیے اُسے بہرام گور بھی کہتے ہیں -

پردہ داری می کند بر قصر قیصر عنکبوت		بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب
آنکس کہ زمین و چرخ و افلاک نہاد بسیا لب چو لعل و زلفین چو مشک	۱۲	بس داغ کہ او بر دل غمناک نہاد در طبل زمین و حقۂ خاک نہاد

زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے نے غمگین دل پر بہت داغ لگائے - کئی لعل جیسے لب زمین میں دفن کئے - اور کئی عنبرین زُلفیں خاک میں ملا دیں ۔

طبل وطبلہ - بمعنے حُقّہ -
حُقّہ - بضم و تشدید قاف - لکڑی کی ڈبیا جس میں موتی - جواہرات معجون اور عطر وغیرہ رکھتے ہیں -
لعل و مشک اور طبل وحقّہ کی رعایت ظاہر ہے -

آنہا کہ فلک بدہٗ و دہر آرایند در دامن آسمان و در زیر زمین	۱۳	آیند و روند و باز با دہر آیند خلقے ست کہ با خدائے دہر آسایند

وہ لوگ جو فلکیات کے ماہر اور زمانے کے لئے موجب آرائش ہیں - دُنیا میں آتے ہیں اور جاتے ہیں اور پھر آتے ہیں - آسمان کے دامن میں اور زمین کے نیچے بے تعداد ایسے لوگ ہیں جو خدا سے جا ملے ہیں اور آرام میں پڑے ہیں -
دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی مٹی یکے بعد دیگرے ہزار ہا انسانوں کے جسم کا حصہ بنتی ہے - انسان مرجاتا ہے تو اس کے جسم کی مٹی دوسرے جسموں میں خرچ ہوتی ہے اور پھر انسانی صورت میں دُنیا میں نمودار ہوتی ہے - اس مصرعہ سے تناسخ لازم نہیں آتا -

لب بر لب کوزہ ہیچ دانی مقصود آخر چو وجودِ من نہ ماندہ موجود	۱۴	یعنی لبِ من نیز چو لبہائے تو بود لبہا چنیں شود بفرمانِ ودود

جب تو اپنے لب کوزے کے لب پر رکھتا ہے تو کوزہ (زبان حال سے) کہتا ہے کہ کسی وقت میرے لب بھی تیرے لبوں کی طرح تھے - آخر جب میرا وجود نہیں رہا - تو خدا کے حکم سے تیرے لب بھی اسی طرح ہو جائیں گے -

دی کوزہ گری بدیدم اندر بازار وان گل بزبان حال با وی میگفت	۱۵	بر پارۂ گلے لگد میزد بسیار من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار

کل میں نے ایک کوزہ گر کو بازار میں دیکھا - کہ مٹی میں لاتیں مار رہا ہے۔ (یعنی گوندھ رہا ہے) اور وہ مٹی اُسے زبانِ حال سے کہتی ہے کہ کسی وقت میں بھی تیری طرح انسان تھی میری عزت کر۔

این اہلِ قبور خاک گشتند و غبار آہ این چہ شرابیست کہ تا روزِ شمار	۱۶	ہر ذرّہ ز ہر ذرّہ گرفتند کنار بیخود شدہ و بیخبر اند از ہمہ کار

اہلِ قبور خاک اور غبار ہو گئے۔ جسم کا ہر ایک ذرّہ دوسرے ذرّہ سے جدا ہو گیا - آہ! یہ کیسی شراب ہے کہ جس کے نشہ سے یہ لوگ قیامت تک بیخود اور کاروبار سے بے خبر ہو گئے

شراب سے مُراد شرابِ موت -

لب بر لبِ کوزہ بردم از غایتِ آز با من بزبانِ حال میگفت این راز	۱۷	تا زو طلبم واسطۂ عمرِ دراز عمرے چو تو بودہ ام دمے با من ساز

میں نے نہایت حرص سے کوزے کے لب پر اپنا لب رکھا - تاکہ اُس سے درازیِ عُمر کا ذریعہ حاصل کروں - (یعنی شراب پی کر عمر دراز کروں -) لیکن کوزے نے زبانِ حال سے مجھے یہ راز بتایا - کہ میں بھی مدّت تک تیری طرح انسان رہا ہوں - تو بھی تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے مشغول ہو لے (یا موافقت پیدا کر -)

یعنی آخر کار تو بھی مجھ جیسا ہو جائے گا -

مرغے دیدم نشستہ بر بارۂ طوس با کلّہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس	۱۸	در پیش نہادہ کلّۂ کیکاؤس کو بانگِ جرسہا و کجا نالۂ کوس

میں نے دیکھا کہ ایک پرندہ قلعۂ طوس پر بیٹھا ہے اور کیکاؤس کا کاسۂ سر سامنے رکھتا ہے اور اُس سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ افسوس افسوس! وہ بادشاہی

جرس، دکوس کی آوازیں اب کہاں ہیں۔
بارہ - بروزن خارہ - دیوار وحصار قلعہ - وشہر - **طوس** - بروزن نوس - خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے - **کیکاؤس** - ایران کے ایک بادشاہ کا نام - جس کا سپہ سالار رُستم تھا -

آن قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ	۱۹	بر درگہ او شہان نہادند رُو بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو! کوکو!

وہ محل جو آسمان سے باتیں کر رہا تھا - اور جس کے آستانہ پر بادشاہ سر رکھتے تھے میں نے دیکھا کہ اُس کے کنگرہ پر ایک فاختہ بیٹھی کوکو! کوکو! کر رہی ہے - یعنی کہہ رہی ہے کہ اس محل کے مالک کہاں گئے اور اُن کا جاہ و جلال کیا ہوا۔
کوکو - فاختہ کی آواز -

در کارگہ کوزہ گری بودم دوش ہر یک بزبان حال با من گفتند	۲۰	دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش کو کوزہ گر و کوزہ خر و کوزہ فروش

کل میں ایک کوزہ گر کے کارخانے میں تھا کہ دیکھا کہ ہزارہا کوزے پڑے ہیں جو گویا بھی ہیں اور خاموش بھی - ہر ایک کوزہ زبان حال سے مجھے کہتا تھا کہ وہ کوزے بنانے والے - خریدنے والے اور بیچنے والے کدھر گئے -
یعنی جس طرح وہ نہیں رہے - تم بھی نہ رہو گے - گویا و خموش سے یہ مُراد ہے کہ بظاہر تو وہ خاموش تھے - لیکن زبان حال سے سب کچھ کہہ رہے تھے -

روزے کہ بود وقت ہلاک من و تو ازبسکہ بناشتم - از چرخ کبود	۲۱	از تن برود روان پاک من و تو مہ در تابد بر سر خاک من و تو

جس دن میری اور تیری موت کا وقت آئے گا - اور جان پاک میرے اور

تیرے جسم سے جُدا ہو جائیگی ۔ ہم نہ ہوں گے ۔ اور مدّتوں تک میری اور تیری خاک پر آسمان سے چاند روشنی ڈالتا رہے گا ۔

مطلب یہ کہ ہم نہ ہوں گے ۔ مگر دُنیا کا سلسلہ اور یہہ چاند ستاری اسی طرح رہیں گے ۔

چون رفت ز جسم جوہر روشن تو	۲۲	با جنس دگر زمین کند مسکن تو
آیند و روند و ہیچکس نشناسد		تا زیر زمین چہ میرود بر تن تو

جب تیری جان تیرے جسم سے نکل جائے گی ۔ تو تیرا مسکن دوسری جنس کے اندر بنا دے گی ۔ (یعنی خاک میں ملا دے گی ۔) لوگ تیری قبر پر آئیں گے ۔ اور جائیں گے ۔ لیکن کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ زمیں کے نیچے تیرے جسم پر کیا کچھ گزر رہا ہے ۔

چون رفت ز تن جان پاک من و تو	۲۳	خشتے دو نہند بر مغاک من و تو
وانگہ ز برای خشت گور دگران		در کالبدی کشند خاک من و تو

جب تیری اور میری پاک جان جسم سے نکل جائے گی ۔ تو ہماری قبروں میں دو چار اینٹیں رکھ دیں گے ۔ اور پھر اوس کے بعد دوسری لوگوں کی قبروں کی اینٹیں بنانے کے لئے ہماری مٹی کو قالب میں ڈالیں گے ۔

مغاک ۔ گڑھا ۔ مراد قبر ۔

جانست درین راہ خطرناک شدہ	۲۴	تن زیر زمین نیک و بد پاک شدہ
بس بگذرد کہ بگذرد بر من و تو		تا بیخبر از ہر دو جہان خاک شدہ

جان اس خطرناک رستہ میں چلی گئی ۔ اور جسم زمین کے نیچے نیک و بد سے پاک ہو گیا ۔ ہماری خاک سے ہزاروں لوگ گزریں گے ۔ اور ہم دونوں

جہانوں سے بے خبر مٹی میں مٹی بنے ہوں گے۔

در کارگہ کوزہ گری کردم رائے میکرد سبو و کوزہ را دستہ و نائے	۲۵	در پایۂ چرخ دیدم استادہ بپائے از کلۂ بادشاہ و از دست گدائے

میں نے کوزہ گر کے کارخانے میں بہ نظر تعمق دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوزہ گر چرخ کے پائے پہ کھڑا ہوا سبو اور کوزے کا دستہ اور گردن۔ بادشاہ کے سر کی اور گدا کے ہاتھ کی مٹی سے بنا رہا ہے۔

چرخ۔ سے مراد کوزہ گر کا چرخ جس پر وہ برتن بناتا ہے۔

مطلب یہ کہ مر کر شاہ و گدا میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ دونوں کی مٹی یکجا گوندھی جاتی ہے اور اُس سے برتن بنائے جاتے ہیں۔

بر سنگ زدم دوش سبوی کاشی با من بزبان حال میگفت سبو	۲۶	سرمست بدم کہ کردم این اوباشی من چو تو بدم تو نیز چون من باشی

کل میں نے ایک سبوئے کاشی کو پتھر پہ دے مارا۔ میں مست تھا اسلئے یہ اوباشی کا کام کیا۔ وہ سبو زبان حال سے مجھے کہتا تھا۔ کہ میں بھی تیری طرح تھا۔ اور تو بھی کبھی میری طرح ہو جائے گا۔

کاشی۔ چینی کا برتن۔

ای کوزہ گرا بکوش گر ہشیاری انگشت فریدون و سر کیخسرو	۲۷	تا چند کنی بر گل آدم خواری بر چرخ نہادہ چہ می پنداری

اے کوزہ گر! اگر تو ہشیار ہے تو کوشش کر۔ کب تک انسان کی مٹی کے ساتھ خواری کرے گا۔ تجھے معلوم نہیں۔ کہ تو نے چرخ پر فریدون کی انگلی کی اور کیخسرو کے سر کی مٹی چڑھائی ہے۔

ازخاک ہمی نمود ہر دم بترے	۴۸	بر کوزہ گرے پریر کردم گذرے
خاک پدرم در کف ہر کوزہ گرے		من دیدم اگر ندید ہر بے بصرے

پرسوں میں ایک کوزہ گر کے پاس سے گزرا۔ (دیکھا کہ) وہ دم بدم مٹی کو موڑ توڑ کر نئی نئی چیزیں بنا رہا ہے۔ جو لوگ نورِ بصیرت سے خالی ہیں۔ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن میں تو صاف دیکھ رہا ہوں۔ کہ ہر ایک کوزہ گر کے ہاتھ میں ہمارے آباؤ اجداد کے جسم کی مٹی ہے۔

پریر ۔ پریروز۔ پرسوں (گزشتہ) **بتر** ۔ بدتر۔

مطلب یہ کہ کمہار جس مٹی سے برتن بناتا ہے۔ اُس مٹی میں انسانوں کے بدن کی مٹی شامل ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کچھ مدت کے اجد قبروں کا نشان باقی نہیں رہتا۔ وُہی قبروں کی مٹی اینٹوں اور برتنوں کے کام آتی ہے۔

واعظ اور ناصح سے بیزاری

حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

(غالبؔ)

شاعروں اور واعظوں کی آپس میں آباو اجداد سے دُشمنی چلی آتی ہے۔ وجہ یہ کہ شاعر عاشق ہوتے ہیں۔ یا کم از کم عشق کا دم بھرتے ہیں اور عشق ہمیشہ بے پرواہ۔ بے خطر اور نامصلحت اندیش رہا ہے۔ اِسے

واعظ و نصیحت سے کیا کام - بلکہ نصیحت اُلٹا یہ اثر کرتی ہے - کہ آتشِ شوق تیز تر ہو جاتی ہے -

معشوقہ چو عشوۂ دلآویز کند	عاشق ز بلا چگونہ پرہیز کند
با دوست نصیحت کساں در گوشم	امّا باد یکہ آتشم تیز کند

(سامی)

عشق کا کمال اسی میں ہے کہ اُس کے سمندِ شوق کی نظروں میں دشت و جبل اور برّ و بحر میں کچھ تمیز باقی نہ رہے - نشیب و فراز کو نہ دیکھے اور کودتا پھاندتا چلا جائے - پند و نصیحت اُس کے لئے سنگِ راہ ہوتی ہے - اس لئے عاشق ہمیشہ واعظوں اور ناصحوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے - وہ جانتا ہے - کہ حضرت واعظ کے دل میں دردِ عشق نہیں - اُسے عاشق کے شب و روز سے واقفیت نہیں - اس کی نصیحتیں بے دردی کا نتیجہ ہیں - اگر واعظ بھی کسی کے عشق میں مبتلا ہوتا - تو یہ باتیں نہ کہتا - عاشق دُعا کرتا ہے کہ خدایا اس ظالم واعظ کو بھی میری طرح وادیٔ عشق میں سرگرداں کر - اور راہِ طلب میں اس کے پاؤں کو بھی خارِ مُغیلاں سے آشنا کر تاکہ اُس بیدرد کے دل میں ہمدردی پیدا ہو اور ہماری حالتِ زار سے آگہی ہو -

اے خداوند یکے یارِ ستمگارش دہ	ظالم و فتنہ گر و شوخ و جفاکارش دہ
چند روزہ نپئے تجربہ بیمارش کن	باطبیبانِ جفا پیشہ سروکارش دہ
تا بداند کہ شبِ ما بچساں می گذرد	دردِ عشقش دہ و عشقش دہ و بسیارش دہ

مرحوم خواجہ الطاف حسین صاحب حالی جیسے مولوی شاعر کو دیکھئے کہ بیچارے ناصح کو دائرۂ انسانیت سے بھی خارج سمجھتے ہیں - اور فرماتے ہیں - کہ

ہم نہتے آگاہ واعظ زشت خوئی سے تری	آدمی تجھکو سمجھکر پاس آبیٹھے تھے ہم

ایک اور صاحب کہتے ہیں -

واعظ بہ طعنہ گفت کہ روئے بتاں مبیں		ای بے تمیز دیدۂ بینا برائے چیست ؟

حضرت شیخ سعدی علیہ الرّحمۃ تو سب سے زیادہ واعظوں کے دُشمن ہیں فرماتے ہیں ۔

کجائی اے کہ تعنت کنی وطعنہ زنی		تو برکناری وما اوفتادہ درغرقاب

حکیم صاحب بھی آخر شاعر تھے ۔ واعظوں سے نفرت انھیں بھی ترکہ میں ملی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

ایخواجہ یکے کام روا کن مارا ماراست رویم لیک تو کج می بینی	۱	دم درکش و درکارِ خدا کن مارا رو چارہ دیدہ کن رہا کن مارا

خواجہ صاحب ! میری ایک عرض قبول کیجئے ۔ خاموش ہو جئے ۔ اور ہمیں خدا پر چھوڑئے ۔ ہم تو راست رو ہیں ۔ لیکن آپ کج بین واقع ہوئے ہیں ۔ ہمیں معاف کیجئے ۔ اور اپنی آنکھوں کا علاج کیجئے ۔

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو		تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

قدرِ گل ومُل بادہ پرستاں دانند از بیخبری بیخبراں معذوراند	۲	نے تنگدلان وتنگدستاں دانند ذوقیست دریں بادہ کہ مستاں دانند

گُل ومُل کی قدر تو بادہ پرست ہی جانتے ہیں ۔ تنگدل اور تنگدست لوگ اس کی قدر کیا جانیں ۔ یہ بے وقوف لوگ بے خبری کی وجہ سے معذور ہیں ۔ شراب میں ایک ایسی لذّت ہے جسے مست ہی جانتے ہیں ۔

مُل ۔ بمعنے شراب ۔ تنگدل اور بے خرد سے اشارہ واعظوں اور ناصحوں کی طرف ہے ۔

دستی چو منی چو جام وساغر گیرد	۳	حیف است کہ آں بادہ کمتر گیرد

تو زاہدِ خشکی و منم عاشق تر		آتش نشنیدہ ام کہ در تر گیرد

مجھ جیسا آدمی جب جام و ساغر ہاتھ میں لے تو افسوس ہے کہ تھوڑی شراب پیئے۔ تو زاہدِ خشک ہے اور میں عاشق تر ہوں۔ میں نے کبھی نہیں سُنا۔ کہ آگ تر چیز کو لگی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ ہم عاشق تر ہیں۔ شرابِ آتشیں ہم خواہ کتنی مقدار میں پیئیں۔ ہم پر بُرا اثر نہیں کر سکتی۔ البتہ زاہد خشک دماغ ہے۔ اس کو تھوڑی سی شراب بھی بدمست کر دے گی۔ کیونکہ آگ خشک چیز کو بہت جلد جلا دیتی ہے۔

ڈاکٹر اقبالؔ نے زاہد کی خشک دماغی کا اچھا علاج تجویز کیا ہے۔

زاہدِ شہر کہ ہے سوختہ طبعی میں مثال		خشک ہے اس کو غریقِ یم صہبا کر دیں

مائیم کہ سرمستِ شرابیم مُدام بگذار نصیحت من ای زاہدِ خام	۴	در مجلس ما نیست بجز بادہ و جام ما بادہ پرستیم و لبِ یار بکام

ہم ہمیشہ شراب سے مست رہتے ہیں۔ اور ہماری مجلس میں سوائے بادہ و جام کے اور کچھ نہیں ہے۔ اے زاہد خام! ہمیں ان نصیحتوں سے مُعاف رکھ کہ ہم بادہ پرست ہیں اور لب یار سے کامگار۔

اُفتادہ مرا با مے و مستی کارے ای کاش کہ ہر کدام مستی کردی	۵	خلقم ز چہ میکند ملامت بارے تا من بجہاں نہ دیدمے ہشیارے

مجھے تو شراب اور مستی سے کام ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ لوگ خواہ مخواہ مجھے لعن و طعن کیوں کرتے ہیں۔ کاش کہ تمام لوگ مست ہوتے۔ تا کہ مجھے کوئی ہوشیار نظر نہ آتا۔

سچے دوستوں کی کمی

یاری اندر کس نمی بینیم یاراں را چہ شد
دوستی کے آخر آمد دوستداراں را چہ شد

لعلے از کانِ مروت بر نیامد سالہاست
تابش خورشید و سعیِ ابر و باراں را چہ شد

کس نمی گوید کہ یارے داشت حقِّ دوستی
حق شناساں را چہ حال افتاد یاراں را چہ شد

(حافظ)

افسوس ہے کہ سچے دوستوں کی کمی ہمیشہ رہی ہے۔ اور اب بھی ہے۔ اپنے اپنے زمانے میں تمام لوگ یہی شکایت کرتے چلے آئے ہیں۔ دوست وہ ہے کہ وقت پر کام آئے۔ لیکن ایسے دوست کا وجود دُنیا میں اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْمِ ہے۔ غرض پرستی سے تو دنیا پہلے بھی کبھی خالی نہیں رہی۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں تو یہ نحوست حد سے زیادہ تجاوز کر گئی ہے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملتا اس لئے ہے کہ اپنی مطلب برآری کرے۔ محبّت اس لئے کرتا ہے کہ اس اظہار محبت سے فریق ثانی سے کچھ حاصل کرے۔ دوستی اس لئے ہے کہ دوستی کے لباس میں دشمنی کا موقعہ ملے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرّحمۃ دوست کی صداقت اور اُس کے خلوص کا یہ معیار بیان فرماتے ہیں۔ کہ

دوست نبود آنکہ در نعمت زند
لافِ یاری و برادر خواندگی

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

خدا کسی کو پریشاں حالی اور درماندگی میں نہ ڈالے اور دوستوں کی آزمائش کا موقعہ ہی نہ دے۔ ورنہ اکثر دوست اس امتحان میں پورے نہیں اُترتے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ نظم و نثر میں ابنائے زمان اور دُنیا

کے دوستوں کی شکایت ہمیشہ سے کرتے چلے آتے ہیں۔
غنی کشمیری دوستوں کو مہرہ ہائے شطرنج سے تشبیہ دیکر کہتا ہے۔

کردم ہرچند جستجو در عالم	یاران موافق بجہاں دیدم کم
افسوس کہ ہمچو مہرہ ہائے شطرنج	یکرنگ نیند ہمنشیناں باہم

توکلت بخارائی نے بھی اسی مضمون پر کہا ہے

بیوفائیست گل دوستی اہلِ جہاں	گردہم گشتن شان گردشِ ایام بود

سرخوش کی یہ ایک رباعی بھی اسی شکایت پر ہے۔

یاران زماں راہمہ از کہ تا مہ	دیدیم بہ تحقیق درین دیراں دہ
بایکدگر اختلاط چوں بندِ قبا	دارند ولے نیند خالی ز گرہ

مرزا طاہر وحید کو تو دوستوں سے جوابِ سلام کی بھی امید نہیں۔ فرماتے ہیں۔

چشم کرم مدار ز ابنائے روزگار	دشوار می دہند جواب سلام را

اثر کی اس رباعی میں بھی یہی مضمون ہے۔

از صحبتِ دوستانِ ایں دور خلاف	رمزے گویم اگر نگیری بہ گزاف
چوں شیشۂ ساعت اند پیوستہ بہم	دلہا ہمہ پُر غبار و روہا ہمہ صاف

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی رائے اس بارے میں نہایت قیمتی ہے۔ اور اُن کی تجویز قابلِ عمل۔ فرماتے ہیں۔

بہ ہیچ یار مدہ خاطر و بہ ہیچ دیار	کہ برّ و بحر فراخ است و آدمی بسیار
گرت ہزار بدیع الجمال پیش آید	ببین و بگذر و خاطر بہ ہیچ یک مسپار
مخالطِ ہمہ کس باش تا بخندی خوش	نہ پائے بندِ کسے کز غمش بگرئی زار
گرت سلام کند دام می نہد صیاد	دگر نیاز کند کیسہ می برد طرار

باعتمادِ وفا نقدِ عمر صرف مکن تو
کہ عنقریب تو بے زر شوی و او بیزار

حکیم عمر خیام کے زمانے میں بھی یہی حال ہوگا - فرماتے ہیں -

آن بہ کہ دریں زمانہ کم گیری دوست آنکس کہ بجملگی ترا تکیہ بدوست	۱	با اہل زمانہ صحبت از دور نکوست چوں چشم خرد باز کنی دشمن اوست

بہتر یہی ہے کہ تو اس زمانے میں کسی کو دوست نہ بنائیے - کیونکہ اہل زمانہ کے ساتھ دور ہی کی صاحب سلامت اچھی ہے - وہ شخص کہ سراسر تیرا بھروسہ اُسی پر ہے - اگر غور سے دیکھیے تو وُہی تیرا دشمن ہے -

بود اہل جہاں را دشمنی از دوستی حاصل		کہ میخیزد غبار اینجا ز گردیک دگر گشتن

از آتش ایں طائفہ جز دود نیست دستے کہ ز دست چرخ بر سر دارم	۲	در ہیچکسم امید بہبود نیست در دامن ہر کہ میزنم سود نیست

اس طائفہ کی آگ سے سوائے دھوئیں کے کچھ حاصل نہیں - اور کسی شخص سے مجھے بہبودی کی اُمّید نہیں - آسمان کے ہاتھ سے میں ہمیشہ فریاد کرتا ہوں اور جس کے دامن میں ہاتھ ڈالتا ہوں کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا -

مطلب یہ کہ ابنائے زمان کی آگ سے یہ فائدہ تو نہیں کہ ہاتھ پاؤں گرم کریں البتہ اتنا نقصان ضرور ہے کہ آنکھوں کو دھواں پہنچتا ہے -

دست بر سر داشتن - فریاد کرنا - سر پر ہاتھ دھر کے رونا -

بعض لوگوں کی رائے میں یہ رُباعی سراج الدین قزوینی (سراجی) کی ہے - (۱)

سوے تو دریں قوم چہ کردی کہ خرند سائے یکبار آب جوئت ندہند	۳	دانش چہ بری کہ از تو دانش نخرند روزے صد بار آبرویت ببرند

تُو نے ان لوگوں میں رہکر کیا فائدہ اُٹھایا یہ تو گدھے ہیں - تُو عقل کیا لیئے پھرتا

(۱) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمہ سراج الدّین سراجی - ۱۲ -

ہے کہ یہ لوگ عقل کے خریدار نہیں - سال میں ایک دفعہ بھی پانی تک بجھے نہ پلائیں گے - اور دن میں سو دفعہ تیری آبرو ریزی کریں گے -
ادھر " سائے یکبار " اور " آب جو " اور اُدھر " روزے صد بار " اور " آبرو " نہایت عمدہ مُقابلہ ہے -

شد دعوی دوستی دریں دہر حرام دامن زہمہ کشیدن اولیٰ باشد	۴	اُلفت ز کہ مردمی کجا دوست کدام از دور بہر یکے سلام است و کلام

اس زمانے میں دوستی کا دعوے حرام ہے - اُلفت کہاں ؟ - مُروّت کہاں ؟ اور دوست کہاں ؟ - بہتر یہی ہے کہ تمام لوگوں سے کنارہ کشی کر لی جائے - اور سب کے ساتھ دور ہی سے سلام و کلام ہو - اور بس -

حسینوں سے فقط صاحب سلامت دور کی اچھی		نہ ان کی دوستی اچھی نہ ان کی دشمنی اچھی

درده مئے لعل لالہ گوں ای ساقی کامروز برون زجام مئے نیست مرا	۵	بکشائے ز حلق شیشہ خوں ای ساقی یکدوست کہ پاک است درون السیاقی

اے ساقی شراب سرخ دے - اور صراحی کے حلق سے خون (شراب) نکال - کیونکہ اس زمانے میں سوائے جام مئے کے ایک دوست بھی ایسا نہیں جو دل کا صاف ہو -
رُباعیات عمر خیام کی تعداد بڑھانے کے لئے لوگوں نے ایک ایک کی دو دو رباعیاں بنائی ہیں - مثلاً اسی رُباعی سے ایک اور رُباعی نکالی ہے اور اُسے علیحدہ لکھا ہے - یعنی -

درده مئے لعل لالہ گون صافی کامروز برون زجام مئے نیست مرا	۶	بکشائے ز حلق شیشہ خون صافی یکدوست کہ دارد اندرون صافی

صرف ایک دو لفظوں کا فرق ہے اور بس -

کج دار و مریز

در میانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ئی
بازمیگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

مشہور فارسی مثل ہے "کج دار و مریز" یعنی ایک لبریز پیالہ کسی کے ہاتھ میں دیکر اُسے کہنا کہ اسے ٹیڑھا کرو۔ لیکن خبردار پانی نہ گرے۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کی تعمیل ناممکنات سے ہے۔ اسی طرح دُنیا میں جہاں لغزش کے موقع بہت ہیں۔ انسان ضعیف البنیان کا باوجود بشری کمزوریوں کے معصوم رہنا مشکل ہے۔ فرشتے معصوم ہیں۔ لیکن اُن کی عصمت اکتسابی نہیں جبلّی ہے۔ اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا	مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

اسی طرح عاشق بھی اپنے آپ کو معذور سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ جب حسن کی دلربائی کا یہ عالم ہے تو میرا دل پتھر کا ٹکڑا تو نہیں کہ اُس پر اثر نہ ہو۔ خُدا کو بھی یہی جواب دیتا ہے کہ اگر مجھے عشق سے منع کیا جاتا ہے۔ تو دنیا میں حسن کیوں پیدا کیا تھا۔ معشوق اگر کچھ کہے تو اُس کو بھی یہی کہتا ہے کہ میرا کیا قصور ہے تو اتنا خوبصورت کیوں ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کی نصیحتوں کے جواب میں فرماتے ہیں۔

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم	باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

مردماں درمن وبیہوشیِ من حیرانند		من درآں کس کہ ترا بیند وحیران نشود

ایک اور شعر میں بھی یہی مضمون ادا کیا ہے۔

عجب از کشتہ نباشد بدرِ خیمۂ دوست		عجب از زندہ کہ چوں جان بدرآورد سلیم

مطلب یہ کہ حسن کی دل فریبی اس درجہ کی ہے کہ اُس کے اثر سے محفوظ رہنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ گویا بقولِ غالبؔ۔

حریفِ جوششِ دریا نہیں خودداریِ ساحل		جہاں ساقی ہو تو دعویٰ ہے باطل ہوشیاری کا

حضرت امیر خسرو قدس سرہ اسی مضمون پر فرماتے ہیں۔

جراحتِ جگرِ خستگاں چہ می پُرسی		ز غمزہ پُرس کہ ایں شوخی از کجا آموخت

ایک عربی شعر اسی مضمون پر بعینہٖ اُس شعر کا ترجمہ ہے جو باب ہذا کا زیرِ عنوان ہے۔

اَلْقَاہُ فِی الْیَمِّ مَکْتُوْفًا وَقَالَ لَہٗ		اِیَّاکَ اِیَّاکَ اَنْ تَبْتَلَّ بِالْمَاءِ

اسی مضمون پر کسی اُستاد کا شعر ہے۔

گفتۂ زلفِ کجم دار بدست و نگری		ماند ایں ہم بہماں نکتہ کہ کج دار و مریز

اب سنیئے۔ حکیم صاحب کیا فرماتے ہیں۔

یارب تو جمالِ آں مہِ مہر انگیز پس حکم ہمی کنی کہ در وے منگر	۱	آراستۂ بہ سُنبلِ عنبر بیز ایں حکم چناں بود کہ کجدار و مریز

اے خدا تونے اس مہر انگیز محبوب کے جمال کو زلف عنبریں سے آراستہ کیا ہے اور پھر یہ حکم دیا ہے کہ اُس کی طرف نہ دیکھو۔ یہ تو وہی مثال ہے کہ کج دار و مریز۔

مہر انگیز۔ جس کو دیکھ کر دل میں محبت پیدا ہو۔ مہ اور مہر کی رعایت ظاہر ہے۔

حکمے کہ ازو محال باشد پرہیز آنگاہ میان امر و نہیش عاجز	۲	فرمودہ و امر کردہ کز وی بگریز درماندہ جہانیاں کہ کج دار و مریز

یعنی خدا نے ایسا حکم جس کی تعمیل ناممکن ہو دے کر فرمایا کہ اس سے پرہیز کرو۔ اس پر اہلِ جہان اس امر و نہی کے درمیان عاجز ہو جاتے ہیں اور وہی بات ہوتی ہے کہ کج دار و مریز۔

چوں جاہ و جلال و حُسن و رنگ آمد رو آنکس کہ نہ راست طبع باشد نکوست	۳	آخر دل آدمی نہ سنگ است نہ رو نے عاشق کس بود نہ کس عاشق او

جب حسن و رنگ اور جاہ و جلال کا یہ عالم ہے تو آخر انسان کا دل پتھر یا کانسے کا تو نہیں (کہ محفوظ رہے)، جو شخص راست طبع نہ ہو یعنی نہ کسی کا عاشق ہو نہ کسی کا معشوق وہ اچھا نہیں ہوتا۔

یہ رُباعی کلیاتِ سعدی میں بھی موجود ہے اور غالباً اُنھی کی ہے۔ (۱)۔

در کتمِ عدم خفتہ بُدم گفتی خیز واکنوں کہ بفرمانِ توام حیرانم	۴	وارد بجہان و در جہان شور انگیز القصہ چناں است کہ کجدار و مریز

میں گوشۂ عدم میں سویا ہوا تھا تو نے حکم دیا کہ اُٹھ۔ جہان میں جا اور وہاں جا کر شور پیدا کر۔ میں تیرے حکم کے مطابق یہاں آیا اور جو کچھ کیا تیرے حکم کے مطابق کیا لیکن اب (اپنے کئے پر) حیران ہوں۔ وُہی بات ہے۔ کہ کج دار و مریز۔

مجھے چین خواب عدم میں تھا نہ تھا زلفِ یار کا کچھ خیال		یہ جگا کے شورِ ظہور نے مجھے کس بلا میں پھنسا دیا

(نیاز)

(۱) دیکھو کلیاتِ سعدی۔ ۱۲۔

آسمان کی سفلہ پروری

فلک بمردم ناداں دہد زمام مُراد
تو اہل فضل و دانش ہمیں گناہت بس
(حافظ)

ارباب فضل و دانش ہمیشہ سے آسمان کی سفلہ پروری کی شکایت کرتے چلے آتے ہیں۔ اور اکثر دیکھا بھی یہی جاتا ہے کہ رزق کی تقسیم فضل و دانش پر کبھی منحصر نہیں رہی۔ لیکن اس میں آسمان کا کیا قصور۔ حکیم مطلق نے اسی میں مصلحت دیکھی ہوگی۔ بقول سعدیؒ

بناداں آں چناں روزی رساند	کہ دانا اندراں حیراں بماند

خدا سے تو شکایت کی کسی کو مجال نہ تھی۔ اس لئے آسمان کو ہی اس تمام سب و شتم کا ہدف بننا پڑا۔ سنیئے وہ لوگ جو اپنے آپ کو ارباب فضل جانتے ہیں۔ اور دنیاوی جاہ و جلال سے محروم ہیں۔ کیا کہتے ہیں۔

سپہر مردم دوں را کند خریداری	بخیل سوئے متاعے رود کہ ارزاں است

(ناظم ہروی)

التفاتے نیست با صاحبدلاں افلاک را	تیرہ بختی دود باشد شعلۂ ادراک را

(طاہر)

فلک با مردم ممتاز خصمی بیشتر دارد	کماں اول کند آوارہ تیر ردی ترکش را

(صائب)

بزرگاں را فلک محتاج خرداں میکند دائم	چرا باید کشودن کف بپیش قطرہ دریا را

(مرزا جان)

در نظرہا خوار گر دیدیم از کسب ہنر	عاقبت سنگیں بہائی گوہر ما را شکست

(مرزا معز فطرت)

نمی باشد نگین قیمتی را نقش در طالع	ہنر ہر کس کہ دارد در جہاں گمنام می گردد

(")

رشید الدین وطواط نے ایک قصیدہ خوارزم شاہ کی مدح میں لکھا ہے جس کے چند شعر اسی مضمون پر ہیں۔ اور نہایت عمدہ ہیں۔

فریاد ازیں جہاں کہ خردمند را ازو	بہرہ بجز لوایب د حرماں نمی رسد
جہاں درتنعّم و ارباب فضل را	بے حد ہزار غصّہ یکے ناں نمی رسد
جاہل بسند اندرو عالم برون در	جوید بحیلہ راہ و بدرباں نمی رسد

حکیم صاحب راضی برضا تھے اور صابر و شاکر شخص تھے۔ لیکن اس بارے میں آسمان کو نشانۂ تیر ملامت بنانا شاید تکمیل شاعری کے لئے ضروری سمجھا ہوگا۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ۔

اے چرخ فلک نہ عقل داری نہ ہنر	۱	ہرگز نکنی بہ کار آزادہ نظر
نامرداں را دہی ہمہ گنج و گہر		احسنت زہی چرخ مخنّث پرور

اے آسمان تجھ میں نہ عقل ہے نہ ہنر۔ تو نے آزاد لوگوں پر کبھی مہربانی کی نظر نہ کی۔ اور ہمیشہ نامردوں کو ہی گنج و گہر بخشتا رہا۔ شاباش! اے آسمانِ مخنّث پرور شاباش!

حکیم صاحب نے یہاں متموّل لوگوں کو مخنّث کہا ہے۔ مولانا اوحدی بھی اطلاق دنیا کو نامرد بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

عارفے شد بخواب در فکرے	دید دُنیا چو دُختر بکرے
کرد از وے سوال کاے دُختر	بکر چونی بہ ایں ہمہ شوہر
گفت دُنیا کہ با تو گویم راست	کہ مرا ہر کہ مرد بود نخواست
ہر کہ نامرد بود خواست مرا	ایں بکارت ازاں بجاست مرا

چوں نیست دریں زمانہ سودے زخرد پیش آر از آنکہ او خرد را ببرد	۲	جز بیخرد از زمانہ برمے نخورد تا بو کہ زمانہ سوئے ما بہ نگرد

جب اس زمانے میں عقلمندی سے کچھ فائدہ نہیں اور سوائے بے عقل آدمی کے زمانے میں کوئی شخص خوشحال نہیں۔ تو بہتر یہی ہے کہ تو وہ چیز سامنے لائے جو عقل کو دور کرتی ہے (یعنی شراب) تاکہ شاید اسی طرح زمانہ ہم پر مہربانی کرے۔

اے چرخ خسیس خس پرور خس چرخا فلکا ترا ہمیں عادت بس	۳	ہرگز نروی تو بر مراد دل کس ناکس تو کسے کنی و کس را ناکس

اے خسیس۔ کمینہ پرور۔ اور کمینے آسمان! تو کبھی کسی شخص کی مراد بر نہیں لاتا۔ بس تیری یہی عادت ہے۔ کہ تو نااہل کو اہل اور اہل کو نااہل بنا دیتا ہے۔

اے چرخ ز گردش تو خرسند نیم گر میلے تو با بیخرد و نااہل است	۴	آزادم کن کہ لائق بند نیم من نیز چنان اہل و خرد مند نیم

اے آسمان میں تیری گردش سے خوش نہیں ہوں۔ مجھے آزاد کر دے۔ کہ میں گرفتاری کے لائق نہیں۔ اگر تیری رغبت بے عقل اور نااہل لوگوں ہی سے ہے تو پھر میں بھی کونسا بڑا عقلمند اور لائق آدمی ہوں۔

حکیم صاحب بے خرد لوگوں کے ساتھ آسمان کی محبت دیکھ کر خود بھی بیخرد بننے پر تیار ہیں۔ مگر آسمان ان باتوں میں کب آتا ہے۔

مرزا غالب نے بعینہٖ اسی مضمون پر کہا ہے

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے		بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ یہ رباعی اثیر الدین اومانی کی ہے (۱)۔

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ اثیر الدین اومانی۔ ۱۲۔

ایچرخ ہمیشہ در نبردی بامن از صلح چہ ماند کاں نکردیم بہ تو	۵	درمان دگر کسے و دردی بامن وز جنگ چہ بود کاں نہ کردی بامن

اے آسمان تو ہمیشہ میرے ساتھ برسرِ پیکار رہے دوسرے لوگوں کے لئے (یعنی نا اہلوں کے لئے) تو درد کا علاج اور میرے لئے اُلٹا باعث درد ہے۔ صلح کی کون سی بات ہے جو ہم نے تیرے ساتھ نہیں کی۔ اور جنگ کی کون سی بات ہے۔ جو تو نے ہمارے ساتھ نہیں کی۔

گر بر فلکم دست بدادی یزداں از نو فلکِ دگر چناں ساختمے	۶	برداشتمی من ایں فلک را ز میاں کازادہ بکام دل رسیدے آساں

اگر خدا مجھے آسمان پر اختیار دیتا۔ تو میں اس آسمان کو بالکل ہٹا ہی دیتا۔ اور ایک نیا آسمان ایسا پیدا کرتا جس کے نیچے آزاد لوگ آسانی کے ساتھ اپنے دل کی مُرادیں پوری کر لیتے۔

مطلب یہ کہ یہ آسمان آزاد لوگوں کا دشمن اور سفلہ پرور ہے۔

دارم ز جفائے فلکِ آئینہ گوں از دیدہ رُخے ہمچو پیالہ پُر اشک	۷	وز گردش روزگار خس پرور دوں در سینہ دلے ہمچو صُراحی پُر خوں

نیلگوں آسمان کے ظلم اور کمینہ پرور زمانے کی گردش کے باعث آنکھوں نے میرے چہرہ کو ایک پُر اشک پیالہ بنایا ہوا ہے اور سینہ کے اندر دل صراحی کی طرح خون سے بھرا ہوا ہے

ایں چرخ چو طاسیست نگوں افتادہ در دوستی شیشہ و ساغر نگرید	۸	در وے ہمہ زیرکاں زبوں افتادہ لب بر لبِ دے در میاں خوں افتادہ

یہ آسمان ایک سرنگوں طاس کے مثال ہے ۔ تمام دانا لوگ اس کے نیچے بدحال پڑے ہیں ۔ یہ صراحی اور پیالہ کی دوستی والی بات ہے ۔ کہ لب برلب تو ہیں ۔ لیکن اندر خون بھرا ہے ۔

صراحی اور پیالہ لب برلب تو ہوتے ہیں ۔ لیکن اندر خون بھرا ہوتا ہے یعنی بظاہر خوش اور باطن پر الم ۔

اے دہر بکردہ ہائے خود معترفی نعمت بخساں دہی و زحمت بکساں	۹	در خانقہٴ جور و ستم معتکفی زیں ہر دو برون نیست دُری یا خزفی

اے دہر ! تجھے اپنے فعلوں کا خود اعتراف ہے ۔ تو نے جور و ستم کی خانقاہ میں اعتکاف باندھا ہے ۔ نا اہلوں کو تو نعمت دیتا ہے ۔ اور اہلوں کو زحمت ۔ بات یہی ہے جو میں نے کہہ دی ۔ اب تو ہی انصاف کر ۔ کہ تو موتی ہے یا سفال ۔

خزف ۔ سفال ۔ مٹی کے برتن کا ٹکڑا ۔ مراد نہایت کم قیمت اور حقیر شے ۔

غمِ دُنیا اور شراب

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد
من و ساقی بہم سازیم دُنیا دش براندازیم
(حافظ)

معلوم نہیں کہاں تک درست ہے لیکن کہتے چلے آئے ہیں ۔ کہ شراب غم رُبا ہے ۔ البتہ اتنا تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے ۔ کہ اگر

شراب سے مراد شراب شوق ہو تو یہ ضرور ہے کہ شوق کی مستی عاشق کو منازل عشق کی دشوار گزار گھاٹیوں اور پُر خطر وادیوں کے طے کرنے میں بہت کام آتی ہے۔ اگر یہ مستی نہ ہو تو اس خار زار سے گزرنا محال ہو جائے مصلحت اندیش انسان کبھی خطرناک رستہ میں قدم نہیں رکھتا۔ عقلمند آدمی کا کام تو یہ ہے کہ وہ ولوج سے پہلے خروج کا بندوبست کرے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا عقلمند آدمی اس راہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہاں تو شوق کی بے پروائی اس درجے کی ہونی چاہیے کہ رہرو نشیب و فراز کو خاطر میں نہ لائے۔ دریا کو دریا نہ سمجھے۔ پہاڑ کو پہاڑ نہ جانے۔ تکلیف سے جی نہ چرائے۔ غم دائم کو دل میں نہ لائے۔ اور جدھر جانا ہو۔ صحرائے اعظم کے اونٹ کی طرح بھوکا پیاسا سیدھا چلا جائے۔

خندق و میداں بہ پیش او یکیست		چاہ و خندق پیش او خوش مسلکے ست

(مولانا روم رح)

ایسی صورت میں ممکن نہیں کہ شراب شوق کی مستی کے بغیر کام چل سکے۔

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ دُنیا بیت الحزن ہے۔ غمکدہ ہے۔ رنج دائم کا گھر ہے۔ اس کی خوشی بھی زہر شکر آلود ہے۔ اور سوائے اس کے چارہ نہیں کہ جام مئے سے اس کی چارہ گری کیجائے۔ کیونکہ شراب اندوہ رُبا ہے اور غم کو پاس نہیں آنے دیتی۔ شراب کی مستی میں آدمی کچھ دیر کے لئے دُنیا کے جاں فرسا تفکرات سے رہائی پاتا ہے۔ اور غنچہ دل کو سموم غم سے بچاتا ہے۔ دیکھئے مرزا صائب سوائے خرابات نشینوں کے اور کسی کو بے غم نہیں سمجھتے۔ فرماتے ہیں۔

گر گشت دل بجز ابات مرا معذور رم		سر فارغ دل بے غم لب خنداں آنجاست

نظیری نیشاپوری کی رائے میں بھی سوائے جام مے کہ غم کا کچھ علاج نہیں۔ ولہٗ

بے کیمیائے مستی تبدیل غم محال است		یا مے حلال فرما یا غم حرام گرداں

خواجہ حافظ نے تو دردِ غم کی تشخیص کر کے اس کا علاج بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ

چوں نقشِ غم ز دور بہ بینی شراب خواہ		تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر است

حکیم انوری بھی طوفانِ غم کے لئے شراب کو کشتیٔ نوح سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

ساقیا بادۂ صبوح بیار ہیں کہ طوفانِ غم جہاں برفت		دانۂ دام ہر فتوح بیار سوئے ہمزادِ عمر نوح بیار

ہلالی کا یہ شعر بھی اسی مضمون پر ہے

ساقیا وقت تو خوش باد مدام		کہ بہ سوئے چارۂ غمہا کردی

لیکن ان تمام بزرگوں کی شہادت سماعی ہے۔ اور قابل پذیرائی نہیں۔ خصوصاً جب کہ مرزا غالب اس بارہ میں ان سے متفق نہیں فرماتے ہیں کہ۔

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو		جو مئے و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں

اب حکیم صاحب کی رائے اس مسئلہ میں سنئیے۔

ساقی چو زمانہ در شکستِ من و تست گر زانکہ بدستِ من و تو جامِ مے است	۱	دُنیا بسراچہ نشستِ من و تست میدان بیقیں کہ حق بدستِ من و تست

اے ساقی جب زمانہ ہماری شکست کے در پیے ہے۔ اور دُنیا صرف ہماری نشست کے لئے ایک چھوٹا سا گھر ہے تو پھر اگر ہمارے ہاتھ میں جامِ مے آجائے تو اس میں کیا شک ہے کہ (اگر ہم شراب پئیں تو) ہم حق بجانب ہیں۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ ہماری شکست کے در پے ہے۔ اس کے تاثرات سے بچنے کے لئے شراب ضرور پینی چاہئیے۔

مے خوردن و شاد بودن آئینِ من است گفتم بعروس دہر کابین تو چیست	۲	فارغ بودن ز کفر و دیں دینِ من است گفتا دل خرم تو کابینِ من است

شراب پینا اور خوش رہنا میرا طریقہ ہے۔ کفر و ایمان سے فارغ رہنا میرا مذہب ہے

یں نے عروس دہر سے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے - اوس نے جواب دیا کہ میرا مہر تیری خوشدلی ہے -

مطلب یہ کہ دُنیا میں خوشدل رہنا ناممکن ہے - اس لئے میں شراب پیتا ہوں کہ غم دور کرے -

کابین - زرِ مہر - حقِ مہر -

می خور کہ مُدام راحت روح تو اوست طوفان غم ار در آید از پیش و پست	۳	آسایش جان و دل مجروح تو اوست در بادہ گریز کشتی نوح تو اوست

شراب پی کہ یہ ہمیشہ تیری خوشی کا باعث ہوگی - تیری جان اور تیرے زخمی دل کے لئے صرف شراب ہی آسایش کا موجب ہے - اگر چاروں طرف سے غم کا طوفان تجھے گھیرے تو جلدی شراب پی - کیونکہ شراب اُس وقت کشتی نوح کا کام دیگی

مُدام - بضم ۱- شراب - ۲- ہمیشہ - روح - بفتح بمعنی آسایش - وبضم بمعنی جان - راحت - بمعنی آسایش و آرام - نیز راح بمعنے آسایش و بمعنی شراب لہذا - مئے - مدام - راحت - روح اور آسایش کی معنوی رعایت قابل داد ہے -

دنیا نہ مقام گشت نے جائے نشست بر آتش غم ز بادہ آبے بیرون	۴	فرزانہ درو خراب و اولی تر مست زاں پیش کہ در خاک روی باد بدست

دُنیا نہ پھرنے کی جگہ ہے نہ بیٹھنے کی - عقلمند آدمی دُنیا میں خراب ہوتا ہے اور مست آدمی خوش حال - پیشتر اس کے کہ تو خالی ہاتھ قبر میں چلا جائے - غم کی آگ پر پانی ڈال - یعنی شراب پی -

پہلے مصرعہ کا مطلب یہ کہ دُنیا میں " نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" آتش و آب و خاک و باد کی رعایت ظاہر -

چوں آمدنم بمن نہ بد روز نخست	۵	دیں رفتن بے مراد عزمیست درست

برخیز و میان ببند ایساقی چست		کاندوه جہاں بمی فرو خواہم شست

جب دُنیا میں آنا بھی میری مرضی کے مُطابق نہ تھا اور دُنیا سے بے مُراد چلا جانا بھی ضروری ہے۔ تو پھر اے ساقی اُٹھ اور کمر چُست باندھ تاکہ میں جہان کے غم کو شراب سے دھو ڈالوں۔

ساقی دل من کہ شادی از غم نشناخت می دہ کہ دم صبوح جان بخش دم است	۶	جز جام می از نعیم عالم نشناخت کس غیر مسیح قدر این دام نشناخت

اے ساقی میرے دل نے شادی اور غم میں تمیز نہ کی۔ اور دُنیا کی نعمتوں سے بجز شراب کے اور کچھ نہ دیکھا۔ شراب دے کہ شراب صبح کا ایک گھونٹ دم جان بخش ہوتا ہے۔ سوائے مسیح (علیہ السلام) کے کسی شخص نے اس دم کی قدر نہ جانی۔

دم ۔ ۱۔ گھونٹ پانی وغیرہ کا۔ ۲۔ نفس۔ ۳۔ وقت۔ **دم عیسیٰ** ۔ سے مراد کلمہ "قُم بِاذنِ اللہ" جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے پر پڑھ کر اُسے زندہ کیا کرتے تھے۔ **صبوح** ۔ شراب صبح بمقابلہ غبوق شراب شام۔

پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ میرا دل ہمیشہ غمگین رہا۔ کبھی خوشی نہ دیکھی۔

در نائی قرابہ غلغل می چہ خوش است در بر بت دل فریب و در سر مئے ناب	۷	آواز سماع و نالۂ نی چہ خوش است فارغ ز غم زمانہ ہی چہ خوش است

صراحی کے گلے میں شراب کی قلقل کیا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ آواز سماع و سرود اور نالۂ نے کیا دلپذیر ہوتا ہے۔ بغل میں معشوق دل فریب ہو اور سر میں نشۂ شراب تاکہ زمانہ کے غم سے فارغ ہو کر بیٹھیں آہا! کیا اچھی بات ہو۔

قرابہ ۔ شیشۂ شراب۔ صراحی۔ **غلغل** ۔ یا قلقل۔ صراحی سے شراب نکلنے کی آواز۔

عاقل غم واندیشۂ لاشئے نخورد غم در دل و بادہ در صراحی باشد	۸	جز جام لبالب پیاپے نخورد خاکش بسر آنکہ غم خورد و مے نخورد

عقلمند آدمی فضول چیز کا غم نہیں کھاتا - بلکہ شراب کے لبریز پیالے پے در پے پیتا ہے - دل میں غم ہو اور صراحی میں شراب تو پھر ایسے آدمی کے سر پہ خاک جو غم کھائے اور شراب نہ پیئے -

لاشئے - ہیچ - مُراد دُنیا - مطلب یہ کہ دُنیا کا غم فضول ہے - تیسرے اور چوتھے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ شراب کی موجودگی میں غمگین رہنا بڑی حماقت ہے -

مے باید خورد و کامِ دل باید راند ہموارہ کتابِ صرف مے باید خواند	۹	در دل نتواں درخت اندوہ نشاند پیداست کہ چند در جہاں خواہی ماند

شراب پینی چاہئے اور دل کی مُرادیں پوری کرنی چاہئیں - دل میں غم کا پودا نہیں لگانا چاہئے - ہمیشہ دورِ جام جاری رکھنا چاہئے - یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کا قیام چند روزہ ہے -

صرف - بالکسر - شراب خالص جس میں پانی نہ ملا ہو - بالفتح گردش میں لانا - پھرانا - دور جاری کرنا - و نیز بمعنی علم صرف - لہٰذا "کتاب صرف مے باید خواند" کہا -

عمرت تا کے بخود پرستی گذرد مے خور کہ چنیں عمر کہ غم در پے اوست	۱۰	یا در پئے نیستی و ہستی گذرد آں بہ کہ بخواب و یا بہ مستی گذرد

تو کب تک عمر خود پرستی میں گزارے گا - یا حیات و ممات کے خیالات میں زندگی بسر کرے گا - شراب پی کیونکہ ایسی عُمر جس کے پیچھے غم لگا ہو - بہتر یہی ہے کہ یا سو کر گزار دیں یا مست رہ کر -

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے - کہ یہ رُباعی (بہ اندک اختلاف)

مجد الدّین ہمگر کی ہے - (۱)

اکنوں کہ زخوشدلی بجز نام نماند دست طرب از ساغر مے باز مگیر	۱۱	امروز کہ دوست بجز جام نماند یک ہمدم پختہ جز مئے خام نماند

اب خوشدلی کا صرف نام ہی نام رہ گیا ہے - ہاتھ میں سوائے پیالۂ شراب کے کچھ نہیں رہا - اس لئے تجھے چاہیئے کہ تو جام مے سے ہاتھ نہ اُٹھائے - کیونکہ سوائے شراب خام کے کوئی پختہ دوست اب باقی نہیں -

مئے خام - یا مئے برنا مقابل مئے کہنہ یا مئے پختہ -

مئے خوارہ اگر غنی بود عور شود در حقۂ لعل از آں زمرّد ریزم	۱۲	وز عربدہ اش جہاں پُر از شور شود تا دیدۂ افعیِ غمم کور شود

شراب خوار اگر غنی ہو تو مفلس ہو جاتا ہے - اور اس کی بدخوئی اور جنگ جوئی سے دُنیا تنگ آجاتی ہے - میں حقۂ لعل میں زمرّد اس لئے گراتا ہوں - کہ میرے غم کا سانپ اندھا ہو جائے -

عور - بمعنی برہنہ - مراد مُفلس - **عربدہ** - بدخوئی - جنگجوئی - **حقّہ** - لکڑی کی ڈبیہ جس میں لعل وجواہر اور معجون وغیرہ رکھتے ہیں - اس لئے حقّۂ لعل - حقّۂ جواہر - حقّۂ معجون - حقّۂ گوہر - حقّۂ مشک وغیرہ کہتے ہیں - **زمرّد** - سبز رنگ کا ایک پتھر - جس کے متعلق مشہور ہے کہ اسے دیکھ کر سانپ اندھا ہو جاتا ہے - یہاں زمرّد سے مُراد بھنگ -

مطلب یہ ہے کہ شراب انسان کو مفلس بنا دیتی ہے - اور شرابخوار کی بدعنوانیوں سے لوگ تنگ آجاتے ہیں - میں اس لئے بھنگ پیتا ہوں کیونکہ اس سے غم دور ہوتا ہے -

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ مجد الدین ہمگر - ۱۲ -

یہ رُباعی یقیناً حکیم عمر خیام کی نہیں۔ کیونکہ وہ انکار شراب اور وصف بنگ نہیں بلکہ وصف شراب اور انکار بنگ کرنے والوں میں سے ہیں۔ اگرچہ رباعیات خیام کے بنام مروّجہ مطبوعہ نسخوں میں یہ رباعی پائی جاتی ہے۔ لیکن بیرونی اور اندرونی شہادتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حکیم صاحب کا اس رُباعی سے کچھ تعلق نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی ملک شمس الدّین کی ہے۔ (۱) اُس کی مندرجۂ ذیل رُباعی بھی اسی مضمون پر ہے۔

ہر گہ کہ من از سبزہ طربناک شوم با سبز خطاں سبزہ خورم در سبزہ		شایستۂ سبز خنگ افلاک شوم زاں پیش کہ ہیچو سبزہ درخاک شوم
ہر جرعہ کہ ساقیش بخاک افشاند سبحان اللہ تو بادہ می پنداری	۱۳	در سینۂ من آتش غم بنشاند آبیکہ ز صد درد دلت برہاند

شراب کا ہر ایک گھونٹ جسے ساقی خاک پر گراتا ہے۔ میرے سینے میں غم کی آگ کو بجھاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ تو اس پانی کو جو تجھے دل کے صدہا دردوں سے رہائی دیتا ہے بادہ خیال کرتا ہے۔

جرعہ بخاک افشاندن۔ شراب پینے والوں کا قاعدہ ہے کہ پینے سے پہلے تھوڑی سی شراب خاک پر گراتے ہیں۔ **سبحان اللہ**۔ کلمۂ تعجب۔ **بادہ**۔ شراب۔ منسوب بہ باد۔ کیونکہ شراب سر میں باد اور غرور پیدا کرتی ہے۔

خاک و آتش اور باد و آب کی رعایت ظاہر ہے

خوں خوردن بیہودہ کجا دارد سود	۱۴	کیں چرخ فلک بسے چو ماکشت و ربود

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمۂ ملک شمس الدّین۔ ۱۲۔

پر کن قدح می بہ کفم بر نہ زود		تا نوش کنم کہ بود نیہا ہمہ بود

بے فائدہ غم کھانے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ آسمان ہم جیسے ہزار ہا لوگوں کو قتل و غارت کر چکا ہے۔ شراب کا پیالہ پر کر۔ اور جلدی میرے ہاتھ پہ رکھ تاکہ میں اُسے پی لوں۔ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ضرور ہو کر رہے گا۔

خواہی بنہد پیش تو گردوں گردن ہمچو سنت اعتقاد باید کردن	۱۵	کار تو بود ہمیشہ جاں پروردن می خوردن و اندوہ جہاں ناخوردن

اگر تو چاہتا ہے کہ آسمان تیرے سامنے گردن جھکا دے اور تو ہمیشہ جاں پروری میں مشغول رہے۔ تو ضروری ہے کہ میری طرح تو بھی یہ عقیدہ رکھے۔ کہ شراب پینی چاہئے۔ دُنیا کا غم نہیں کھانا چاہئے۔

جاں پروری سے مراد خوش باشی۔

ای آنکہ توئی خلاصۂ کون و مکاں یک جام می از ساقی باقی بستاں	۱۶	بگزار دمی وسوسۂ سود و زیاں تا باز رہی تو از غم ہر دو جہاں

اے کہ تو کون و مکان کا انتخاب ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے سود و زیاں کا خیال چھوڑ۔ ساقی باقی سے شراب کا ایک پیالہ لے۔ تاکہ تو دونوں جہانوں کے غم سے رہائی پائے۔

خلاصۂ کون و مکان — سے مُراد انسان۔ **ساقی باقی** — باقی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ حکیم صاحب کا ساقی کون ہے اور ان کی شراب کیا ہے۔

چوں می ندہد اجل اماں ای ساقی	۱۷	در دہ قدح شراب ہاں ای ساقی

غم خوردن بیہودہ نہ کارِ دل ماست		با این دو سہ روزہ در جہاں ای ساقی

اے ساقی جب موت سے چارہ نہیں تو شراب کا پیالہ ہی دے۔ کیونکہ اس چند روزہ دُنیا میں بیہودہ غم کھانا مجھے منظور نہیں۔

ہاں اے ساقی ۔ وُہی حافظ شیراز کی الا یا ایّہا السّاقی ہے۔

خواہی کہ اساس عمر محکم یابی فارغ منشیں نہ خوردن بادہ و مے	۱۸	یکچند بہ عالم دل بے غم یابی تا لذتِ عمر خود دادم یابی

اگر تو چاہتا ہے کہ عمر کی بنیاد کو محکم کرے اور دنیا میں تھوڑی دیر کے لئے دل کو بے غم رکھے۔ تو چاہئے کہ تو شراب نوشی سے کبھی فارغ نہ رہے۔ تاکہ ہر وقت تو زندگی کا لطف حاصل کرے۔

از آمدن بہار و از رفتن دے مے خور مخور اندوہ کہ گفتہ است حکیم	۱۹	اوراق وجود ما ہمہ گردد طے غمہائے چو زہر ست و تریاکش مے

بہار کے آنے اور خزاں کے جانے سے ہماری عمر کے اوراق طے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ غم نہ کھا شراب پی کیونکہ حکیموں کا قول ہے کہ غم زہر ہے اور شراب اُس کا تریاق۔

پہلے دو مصرعوں کا مطلب یہ ہے کہ روز بروز ہماری عُمر کم ہوتی چلی جاتی ہے۔

حکمت و اخلاق

بوعظ اندر شو از راہِ غزل عرفی ترنم بس
درشیون زن آخر مُردن خود چوں عیان بینی
(عرفی)

حکیم صاحب نے رُباعیات میں جہاں بعض رندانہ مضامین لکھے ہیں وہاں حکمت و اخلاق کے صدہا نایاب موتی بھی منظوم کئے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اصناف نظم میں سے رُباعی حکیمانہ اقوال کے اظہار کا سب سے بہتر ذریعہ بن سکتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ رُباعیات کی ایک کثیر تعداد اسی مضمون کی متعلق ہے۔ ناظرین اس باب میں مختلف اخلاقی مضامین اور متفرق نکاتِ حکمت کا ایک بیش بہا مجموعہ دیکھیں گے۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ رُباعیات عمر خیام صرف جام و خم اور شراب ناب کی تعریف و توصیف کے لئے ہی وقف نہیں بلکہ حکیمانہ پند و نصائح کا ایک ایسا گنجینہ ہے۔ جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر		تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ہرگہ کہ غمی ملازم دل شودت حال دل دیگری بباید پرسید	۱	یا قصۂ کار خویش مشکل شودت تا خوشدلی تمام حاصل شودت

جب تیرے دل کو کوئی غم لاحق ہو جائے یا اپنے کام کو مشکل میں پڑا دیکھو تو چاہیئے کہ تو کسی دوسرے کے دل کا حال پوچھے۔ تاکہ تجھے کامل خوشی حاصل ہو جائے۔

مطلب یہ کہ دُنیا میں تجھ سے بھی زیادہ غمگین اور بدحال لوگ موجود

پس۔ ادن کی طرف دیکھ اور خدا کا شکر بجا لا۔

با درد قناعت کن و آزاد بزی منگر بہ فزون زخود و غصہ مخور	۲	در بند فزونی مشو آباد بزی در کم ز خودی نگہ کن و شاد بزی

تکلیف پر صبر کر اور خوش رہ۔ زیادتی کی فکر نہ کر اور خوش رہ۔ اپنے سے بڑے کو دیکھکر غصہ نہ کر۔ اپنے سے چھوٹے کی طرف دیکھ اور خوش رہ۔

اسی مضمون پر کسی اُستاد نے کہا ہے۔

زمانہ پندے آزادوار داد مرا بروز نیک کساں گفت غم مخور زنہار		زمانہ را چو نکو بنگری ہمہ پند است بسا کسے کہ بروز تو آرزومند است

حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "اُنظُرُوا اِلیٰ مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْکُمْ۔ وَ لَا تَنْظُرُوا اِلیٰ مَنْ هُوَ فَوْقَکُمْ۔ یعنی اپنے سے چھوٹے کی طرف دیکھو اپنے سے بڑے کی طرف نہ دیکھو۔

گر از پئے شہوت و ہوا خواہی رفت بنگر چہ کسی و از کجا آمدہ ؟	۳	از من خبرے کہ بینوا خواہی رفت میداں کہ چہ میکنی کجا خواہی رفت

اگر تو شہوت اور حرص و ہوا کا بندہ بنے گا تو میں تجھے بتائے دیتا ہوں کہ تو محروم جائیگا دیکھ تو سہی کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور یہ بھی خیال کر کہ تو کیا کر رہا ہے۔ اور کہاں جائے گا۔

با دشمن و دوست فعل نیکو نیکوست با دوست چو بد کنی شود دشمن تو	۴	بد کی کند آنکہ نیکیش عادت و خوست با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست

دشمن ہو یا دوست ہر کسی کے ساتھ نیکی کرنی اچھی ہے۔ جس شخص کی عادت نیکی کی ہو

وہ بدی کر ہی نہیں سکتا۔ اگر تو دوست کے ساتھ بدی کرے گا تو وہ تیرا دشمن ہو جائیگا اور اگر دشمن کے ساتھ نیکی کرے گا تو وہ دوست بنجائیگا۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا تُرا کے میسّر شود ایں مقام	دلِ دُشمناں ہم نکردند تنگ کہ با دوستانت خلافست وجنگ

(سعدی)

درِ وادیِ عیب خود دیدن ہوست زیں ساں کہ من احوالِ جہاں می بینم	۵	وز عیب کساں نظر بریدن ہوست دامن ز زمانہ درکشیدن ہوس است

میری خواہش ہے کہ میں اپنی عیب بینی میں ہی مشغول رہوں۔ اور دوسروں کے عیبوں سے چشم پوشی کروں۔ لیکن زمانے کا حال خود دیکھتا ہوں (تو وہ برعکس ہے) اس لئے چاہتا ہوں کہ دُنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لوں۔

حقیقت میں دُنیا کا یہی حال ہے کہ اپنے عیبوں پر تو کسی کی نظر نہیں اور دوسروں کے عیب حقیر بھی ہوں تو بڑے نظر آتے ہیں۔

صد نقش درست آید و کس را نظرے نیست	چوں رفت خطائے ہمہ را نظر برآں است

گر بر فلکی روی تاک آر ندت فی الجملہ تو بگذار جدل تا بتوانی	۶	ور بر سر نازی بہ نیاز آر ندت آزار مجوئی تا نیاز ار ندت

اگر تو آسمان پر بھی ہوگا تو لوگ تجھے زمین پر گرا دیں گے۔ اگر تو بڑا ناز نین ہوگا تو بھی لوگ تجھے نیاز مند کر دیں گے۔ حاصل کلام یہ کہ جہاں تک ہو سکے جنگ و جدل کو ترک کر اور لوگوں کو آزار نہ دے۔ تاکہ تجھے بھی لوگ آزار نہ دیں۔

مشو ایمن کہ تنگ دل گردی سنگ بر بارۂ حصار مزن	چوں ز دستت دلے بتنگ آید کہ بود کز حصار سنگ آید

(سعدی)

ترکیب طبائع چو بکام تو دمیست	۷	تو داد بگن اگرچہ ہر دم ستمیست

با اہل خرد نشیں کہ اصل من و تو		گردی و شرارے و نسیمے و نمیست

جب کہ کچھ دیر کے لئے تیری طبائع کی ترکیب حسب مراد ہے تو چاہئے کہ تو انصاف کرے۔ اگرچہ مقابل سے ہر وقت ظلم ہی ہو۔ عقلمند آدمی کے ساتھ بیٹھ۔ کیونکہ میری اور تیری بُنیاد صرف گرد۔ شرار۔ نسیم اور نم پر ہے۔
ترکیب طبائع سے مراد انسان کی جسمانی ترکیب۔ مطلب یہ کہ "اے کہ دست میرسد کارے بکن"۔

گرد سے مُراد خاک۔ شرار سے مراد آتش۔ نسیم سے مراد باد۔ اور نم سے مُراد آب۔ یعنی عناصر اربعہ جن سے انسان کا جسم مُرکب ہے۔ حکیم صاحب نے خاک و آتش وغیرہ کے بجائے گردے و شرارے وغیرہ کہہ کر انسان کی ضعیف البنیان ہونے کا اچھا اظہار کیا ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کیا ہے۔؟ تھوڑی سی گرد۔ ایک شرر۔ نسیم اور نم کا مجموعہ ہے۔

یہ رُباعی بہ اختلاف چند الفاظ رُباعیات ابو سعید ابو الخیر میں بھی درج ہے(۱)۔

در خواب بُدم مرا خردمندے گفت کاری چہ کنی کہ با اجل باشد جفت	۸	از خواب کسی را گل شادی نشگفت برخیز کہ زیر خاک می باید خفت

میں سویا ہوا تھا کہ ایک دانشمند نے مجھے آکر کہا۔ کہ نیند سے کبھی گل مُراد شگفتہ نہیں ہوتا۔ تو ایسا کام کیوں کرتا ہے جو موت کے مشابہ ہو۔ اُٹھ کہ تو زمین میں مُدتوں سویا رہے گا۔

مطلب یہ کہ غفلت میں عمر ضایع نہ کر۔ اب وقت ہے کچھ کر لے۔ نیند کو موت کا جفت کہا۔ کیونکہ مشہور مثل ہے کہ "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ"

اب وقت عزیز کو جو یوں کھوؤ گے		پھر سو چکے غفلت کے تئیں روؤ گے

(۱) دیکھو رُباعیات ابو سعید ابو الخیر مطبوعہ لاہور۔۱۲۔

کیا خوابِ گراں پہ روز و شب مائل ہو		جا گو ٹک میرؔ بہت سو ئے
(میرتقی)		

نفست بسگِ خانہ ہمی ماند راست رُوبہ صفت است و خواب از خرگوش دہد	۹	جز بانگ میاں تہی از ہیچ نخاست آشوبِ پلنگ از دو گرگ دغا ست

تیرا نفس بالکل گھر کے کتے کی طرح ہے - سوائے خالی آواز کے اس سے اور کچھ نہیں نکلتا - روباہ کی طرح مکار - اور حیلہ گر ہے - اور غفلت پیدا کرتا ہے - چیتے کی طرح خطرناک اور بھیڑیے کی طرح دغا باز ہے -

روبہ - روباہ مشہور جانور ہے حیلہ گر اور مکار ہوتا ہے **خوابِ خرگوش** - غفلت

حکیم صاحب نے نفس کو کتا کہہ کر چار اور جانوروں سے بھی مشابہت ثابت کر دی ہے -

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است گر زہر موافقت کند تریاق است	۱۰	ور خویش جفا کند بد اندیش من است ور نوش مخالفت کند نیش من است

اگر کوئی بیگانہ وفاداری کرے تو وہ میرا یگانہ ہے - اور اگر کوئی خویشاوند جفاکاری کرے تو وہ میرا دشمن ہے - اگر زہر طبیعت کے موافق ہو تو وہ تریاق ہے - اور اگر تریاق مزاج کے مخالف ہو تو وہ زہر ہے -

نوش - شہد - **تریاق** - آبِ حیات - **نیش** - نوکدار دانت مثلاً کتے اور خوک کے - مجازاً ڈنک مثلاً بچھو اور سانپ کا -

دوست گر بھائی نہیں دوست ہی پھر بھی لیکن		بھائی گر دوست نہیں کچھ نہیں پھر بھائی بھی

تا بتوانی غمِ جہاں ہیچ مسنج خوش میخور و می بخش درین دار سپنج	۱۱	بر دل منہ از آمدہ و نا مدہ رنج با خود نبری گرچہ بسی داری گنج

جہاں تک ہو سکے دُنیا کے غموں کو دل میں جگہ نہ دو۔ کچھ آتا ہے تو آنے دو نہیں آتا تو جانے دو۔ دُنیا میں کھاؤ اور کھلاؤ۔ سیم و زر کے خزانے اگر ہوئے بھی تو کیا تیرے ساتھ جائیں گے۔؟

دار سپنج سے مُراد دُنیا۔ سپنج ۔ لکڑی اور گھاس کا بنا ہوا گھر جو زمیندار لوگ غلہ کی حفاظت کے لئے چند روز کے لئے عارضی طور پر بنا لیتے ہیں۔

بوئے خوش گل بزخم خاری ارزد یارے کہ از و ہزار جاں تازہ شود	۱۲	گر بادہ خوری ہم بخماری ارزد انصاف بدہ کہ انتظاری ارزد

پھول کی خوشبو کے لئے اگر کانٹوں کی تکلیف برداشت کیجائے تو کیا مضائقہ ہے۔ شراب کے سرور کے ساتھ اگر خمار کی تکلیف ہے تو کیا حرج ہے۔ معشوق جس کے آنے سے ہزار جانیں تازہ ہوتی ہیں۔ انصاف کا مقام ہے کہ اگر اوس کے لئے انتظار کی سختی اُٹھانی پڑے تو کونسی بڑی بات ہے۔

× اس رُباعی کی تشریح ایک اور طرح سے بھی ہو سکتی ہے۔ جو معانی مذکورہ سے بالکل متضاد ہے۔ یعنی بصورت استفہام انکاری اس طرح کہا جائے کہ کیا پھول کی خوشبو اس قابل ہے کہ اُس کے لئے کانٹوں کی تکلیف برداشت کیجائے۔ جواب یہ کہ نہیں۔ × یہ تشریح بیہودہ و نا[illegible] ہے

جانم بفدای آنکہ او اہل بود خواہی کہ بدانی بیقین دوزخ را	۱۳	سر در قدمش اگر نہم سہل بود دوزخ بجہاں صحبت نااہل بود

میں اوس شخص پر جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ جو اہل ہو۔ ایسے شخص کے پاؤں پر اگر سر رکھا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر تو جاننا چاہتا ہے کہ دوزخ کیا چیز ہے۔ (تو میں بتاتا ہوں کہ) دنیا میں دوزخ نااہل کی صحبت ہے۔ بُری صحبت فی الحقیقت دوزخ ہے۔

زینہار از قرینِ بد زنہار		وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ	

(سعدی)

با مردم پاک اصل و عاقل آمیز گر زہر دہد ترا خردمند بنوش	۱۴	وا ز نا اہلاں ہزار فرسنگ گریز ور نوش رسد ز دست نا اہل بریز

پاک طینت اور عقلمند آدمیوں سے مل - اور نا اہلوں سے ہزار کوس دور بھاگ - اگر عقلمند تجھے زہر دے تو پی لے - اور اگر نا اہل تریاق دے - تو پھینک دے -

ز جاہل گریزندہ چوں تیر باش		نیا میختہ چوں شکر شیر باش

(سعدی)

مشہور بات ہے نادان دوست سے دانا دشمن اچھا -

دوستی زابلہ بتر از دشمنی است		او بہر حیلہ کہ دانی راندنی است

(مولانا روم)

کم کن طمع از جہاں بمیری خرسند خوش باش تو آنچناں کہ ایں دو ز فلک	۱۵	واز نیک و بد زمانہ بگسل پیوند ہم بگسلد و نماند ایں روزی چند

دُنیا کی طمع کم کر تاکہ تیری موت آسان ہو - اور زمانے کے نیک و بد سے قطع تعلق کرے - زندگی خوشی سے گزار کیونکہ دورِ آسمان نہیں رہے گا - اور یہ چند روز بھی گزر جائیں گے -

تکلف گر نباشد خوش تواں زیست		تعلق گر نباشد خوش تواں مرد

در دہر آنکہ نیم نانے دارد نے خادمِ کس بود نہ مخدومِ کسے	۱۶	وز بہر نشست آشیانے دارد گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

انسان کو دُنیا میں اگر کھانے کے لئے ایک آدھ روٹی مل جائے اور رہنے کے لئے جھونپڑا - نہ کسی کا نوکر ہو اور نہ کسی کا آقا تو سمجھو کہ بادشاہ ہے -

ابن یمین کا یہ قطعہ بھی اسی مضمون پر ہے -

دو قرص نان اگر از گندم است یا از جو		دو تائے جامہ اگر کہنہ است یا خود نو
چہار گوشۂ دیوار خود بخاطر جمع		کہ کس نہ گوید از ین جا بخیز و آں جا رو
ہزار بار نکوتر بہ نزد ابن یمیں		ز فرِ مملکتِ کیقباد و کیخسرو

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ یہ رُباعی غیاث الدین بلخی (ہمتی تخلص) کی ہے-(۱)-

بشنو زمن ای زبدۂ یاران کہن برگوشۂ عرصۂ قناعت بنشیں	۱۷	اندیشہ مکن زین فلک بیسرو بن بازیچۂ چرخ را تماشائے کن

اے منتخب پرانے دوست! اس بے سروپا آسمان کے انقلابات کی فکر نہ کر گوشۂ قناعت میں بیٹھ کر آسمان کی بازیوں کو دیکھتا رہ -

حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر انسان کے دل میں صبر ہو تو پھر گردش فلک اُس کے لئے ایک کھیل تماشا ہے -

گر باخردی تو حرص را بندہ مشو چوں آتش تیز باش و چوں آب رواں	۱۸	در پائے طمع خام سر افگندہ مشو چوں خاک بہر باد پراگندہ مشو

اگر تو عقلمند ہے تو حرص کا غلام نہ بن - اور بیہودہ طمع کا پامال نہ ہو - تیز آگ کی طرح اور رواں پانی کی طرح ہو - اور خاک کی طرح ہر ہوا کے ساتھ پراگندہ نہ ہو -
مطلب یہ کہ آگ کی طرح حرص و ہوا کے خس و خاشاک کو جلادے - اور رواں پانی کی طرح ہر قسم کی آلودگی سے پاک رہ - گرد کی طرح اپنے آپ کو ایسا ذلیل نہ کر کہ موافق مخالف ہوا کے ساتھ اُڑتا پھرے -

(۱) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمۂ ہمتی -۱۲-

اربعہ عناصر خاک و باد اور آتش و آب کو ایک جگہہ جمع کیا ہے - ہَوا - یعنی باد و حرص - لہذا حرص - طمع اور ہوا کی رعایت ظاہر -

چند از پئے حرص آزای زِ سودہ رفتند و روند ہم بیایند و روند	۱۹	تا چند دوی گرد جہاں بیہودہ یکدم بمراد خویشتن نا بودہ

اے افسردہ دل! حرص و ہوا کے لئے کب تک جہان کے گرد بیہودہ پھریگا - دیکھ کہ ہزاروں لوگ آئے اور چلے گئے ہزاروں آئیں گے اور چلے جائیں گے - اور کبھی کوئی ایک دم کے لئے بھی بامُراد نہوا -

مطلب یہ کہ انسان کی خواہشیں کبھی اُس کے حسب مراد تو پوری ہوئی نہیں پھر بیہودہ حرص و ہوا کا کیا فائدہ -

در راہِ قناعت ار سپنجے داری از ہر چہ نہ بر مراد تو خواہد بود	۲۰	در ہر قدم آراستہ گنجے داری گر رنجہ دراز رنجے داری

اگر قناعت کی راہ میں تیری منزل ہے تو ہر قدم پر تجھے معمور خزانے ملیں گے اور اگر تجھے اس بات پر رنج ہوتا ہے کہ فلاں کام میرے حسب مراد نہیں ہوا - تو سمجھ لے کہ تیرا یہ رنج بہت لمبا رنج ہے -

مطلب یہ کہ دنیا تیری مراد پر تو چلنے سے رہی - پس اگر یہ بات تجھے رنج دیتی ہے - تو لازمی ہے کہ تو مرتے دم تک عذاب میں ہی رہے گا -

آں مایہ زدنیا کہ خوری یا نوشی باقی ہمہ رائگاں ترا - زو ہشدار	۲۱	معذوری اگر در طلبش می کوشی تا عمر گرانمایہ بداں نفروشی

کھانے پینے کے لئے جتنا ضروری ہے اگر تو اُس کی طلب میں کوشش کرے تو حق بجانب ہے - لیکن اس کے علاوہ جو کچھ ہے تیرے کسی کام کا نہیں - خبردار

کہ اُس کے لئے عمر عزیز کو ضائع نہ کرے ۔

ع ہر چہ ضروری ست بداں شغل گیر ۔

گر دست دہد ز مغز گندم نانے با ماہ رُخے نشستہ در ویرانے	۲۲	وز مے کدوئے ز گوسفندی رانے عیشے بود آں نہ حد ہر سلطانے

مغز گندم کی ایک روٹی ۔ شراب کی ایک صراحی ۔ اور گوسفند کی ایک ران اگر مل جائے اور تنہائی کی جگہ ہو اور معشوق پاس ہو تو پھر سمجھو کہ یہ نعمت بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ۔

ابن یمین دو تین چیزیں اور ساتھ ملاتے ہیں اور کہتے ہیں ۔

کنجے و کتابے و حریفے دو سہ ہمدم رودے و سرودے و شرابے و کبابے ایں دولت اگر دست دہد ابن یمیں را		باید کہ عدد بیشتر از چار نباشد شرط است کہ ساقی بجز از یار نباشد با ہیچکس در دو جہاں کار نباشد

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد مامور کسے دگر چرا باید بود	۲۳	وز کوزہ شکستہ دمے آبے سرد تا خدمت چوں خودی چرا باید کرد

دو دن کے بعد بھی اگر ایک روٹی مل جائے ۔ اور لوٹے ہوئے کوزے سے ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ مہیا ہو سکے ۔ تو پھر کسی دوسرے کا فرماں بردار نہیں ہونا چاہئے ۔ اور اپنے جیسے ایک آدمی کی خدمت قبول نہیں کرنی چاہئے ۔ مطلب یہ کہ مزدوری کرو اور کھاؤ ۔ اُمرائے وقت کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر تملق اور چاپلوسی کے ذریعے دولت حاصل نہ کرو ۔ خدا نے ہاتھ پاؤں دئے ہیں ۔ پھر غیروں کا دست نگر ہونا کیا معنی ۔

بدست آہک تفتہ کردن خمیر		بہ از دست بر سینہ پیش امیر

(سعدی)

مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا یہ قطعہ بھی اسی مضمون پر ہے۔

ہنرمندانِ عالم را یکے پند	ازیں بیچارہ می باید شنیدن
بکوہِ قاف رفتن پا برہنہ	وزاں جا سنگ صد من آوریدن
بآتش داں فرو رفتن نگوں سار	زپلک دیدہ آتشپارہ چیدن
بدنداں رخنہ در فولاد کردن	زناخن راہ در خارا بریدن
بفرقِ سر نہادن صد شتر بار	زمشرق جانبِ مغرب دویدن
بسے بر جامی آساں تر نماید	زبارِ منتِ دوناں کشیدن

ہرگز بطرب شربتِ آبے نخورم	۲۴	تا از کفِ اندوہ شرابے نخورم
نانے نزنم بر نمک ہیچ کسے		تا از جگرِ خویش کبابے نخورم

(کسی کا دیا ہوا) شربت پیکر مجھے کبھی خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ کہ اس کے بعد غم کے ہاتھوں سے مجھے شراب نہ پینی پڑی ہو۔ میں نے اپنی روٹی کو اغیار کے نمک سے کبھی خوش ذائقہ نہیں کیا۔ کہ اس کے بعد اپنا جگر کباب نہ کرنا پڑا ہو۔

مطلب یہ کہ کسی کا دیا ہوا پانی یا نمک بھی اگر استعمال کروں تو آخر کار ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔

یکجو غمِ ایام نداریم خوشیم	۲۵	گر چاشت بود شام نداریم خوشیم
چوں پختہ بما می رسد از مطبخِ عشق		از کس طمع خام نداریم خوشیم

ہم خوش ہیں کہ ہم کو دنیا کا ذرہ بھر بھی غم نہیں۔ اگر صبح کی روٹی ہو اور شام کی نہ ہو تو بھی خوش ہیں۔ جب مطبخ عشق سے تیار روزی ملجاتی ہے۔ تو پھر ہم غیروں پر بیہودہ امیدیں نہیں باندھتے اور خوش رہتے ہیں۔

مطبخ۔ کھانا پکانے کی جگہ۔ باورچی خانہ پختہ و خام کی رعائت ظاہر۔
مطلب یہ کہ خدا سے مانگتے ہیں اور کسی سے نہیں مانگتے۔

تا در تن تست استخوان و رگ و پے گردن منہ ار خصم بود رستم زال	۲۶	از خانۂ تقدیر منہ بیروں پے منت مبر ار دوست بود حاتم طے

جب تک تیرے بدن میں رگیں۔ پٹھے اور ہڈیاں موجود ہیں۔ خانۂ تقدیر سے قدم باہر مت رکھ۔ دشمن اگر رستم زال بھی ہو تو اُس کے سامنے سر نیچا نہ کر۔ اور دوست اگر حاتم طائی بھی ہو تو اُس کا زیر بار منت نہ ہو۔

زال ۔ رُستم کے باپ کا نام ہے۔ **طے** ۔ حاتم کے قبیلہ کا نام ہے۔

مطلب یہ کہ جبتک جان میں جان ہے۔ خدا پر بھروسہ رکھ نہ دشمن سے ڈر اور نہ دوست کا دست نگر ہو۔

ہر چند ز دست دہر غمکش باشی زنہار ز دست ناکساں آب ِ زلال	۲۷	وز جور و جفاے چرخ ناخوش باشی برلب مچکاں اگر در آتش باشی

زمانے کے ہاتھ سے تو کتنا ہی غمگین کیوں نہ ہو اور آسمان کے جور و جفا سے تو کتنا ہی ناخوش کیوں نہ ہو۔ لیکن خبردار! اگر تو آگ میں بھی پڑا ہے تو بھی کمینے لوگوں کے ہاتھ سے ٹھنڈا پانی نہ لینا۔

قطعۂ ذیل بھی اسی مضمون پر ہے۔

ز جامِ دہر زہر قہر خوردن بدستِ خویشتن خونِ دلِ خود زمستاں در بیابانہائے مہلک بتابستاں زگرماہائے مُفرط	بتلخی جانِ شیریں را سپردن بہ بزمِ دشمناں در شیشہ کردن چو آب از شدتِ سرما فسُردن میانِ بادیہ لب تشنہ مُردن

بچندیں مایہ نزدِ اہلِ تحقیق
بہ از حاجت بہ پیشِ خلق بُردن

(اختر)

اس طرح جا کہ لوگ تجھے آگے بُلا کر امام نہ بنا دیں۔

خلاصۂ مطالب یہ کہ دنیا میں عجز و انکسار کے ساتھ رہ۔ گوشۂ گمنامی اختیار کر۔ ایسی قطع وضع اختیار نہ کر کہ لوگ خواہ مخواہ تیری عزت کرنے پر مجبور ہوں۔

حکیم صاحب نے نہایت عمدہ دستور العمل بیان فرمایا ہے۔ کاش دُنیا اس پر عمل پیرا ہو۔ آج کل تو صورتِ حالات بالکل برعکس ہے۔ ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے کہ تمام دُنیا اُس کی عزت کرے۔ خواہ قابلِ عزت ہو یا نہ ہو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اس بات کا خواہاں ہو کہ لوگ اُٹھ اُٹھ کر اوس کی تعظیم کریں۔ وہ اپنی جگہ جہنم میں بناتا ہے۔

در راہِ خرد بجز خرد را مپسند خواہی کہ ہمہ جہاں ترا بپسندند	۳۱	چوں ہست رفیق نیک بد را مپسند بیباش بہ خوشدلی و خود را مپسند

عقلمندی کے طریقہ میں سوائے عقل کے اور کسی چیز کو پسند نہ کر۔ نیک ساتھی موجود ہے تو بُرے کو پسند نہ کر۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تمام دُنیا تجھ کو پسند کرے۔ تو دل کو خوش رکھ اور خود پسندی نہ کر۔

خواہی کہ ترا رُتبۂ ابرار رسد از مرگ میندیش و غم رزق مخور	۳۲	مپسند کہ کس را ز تو آزار رسد کیں ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے ابرار کا رُتبہ حاصل ہو جائے۔ تو تجھے چاہئے کہ یہ بات پسند نہ کرے کہ تیرے ہاتھ سے کسی شخص کو تکلیف پہونچے۔ موت سے نہ ڈر۔ اور روزی کا غم نہ کر۔ کیونکہ یہ دونوں اپنے اپنے وقت پہ ضرور پہونچ جاتی ہیں۔

ابرار۔ نیک اور بزرگ لوگ۔

حکیم صاحب نے بلند مرتبہ ہونے کے لئے تین چیزیں ضروری خیال کی ہیں ایک یہ کہ انسان کم آزار ہو۔ دوسرا موت سے نہ ڈرے۔ تیسرا یہ کہ روزی کے لئے سرگرداں اور پریشان نہ ہو۔

کم آزاری کے متعلق خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن	کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعی رکن الدین محمود شاہ سنجان کی ہے (۱)۔ یہی رباعی رباعیات سحابی استرآبادی میں بھی درج ہے۔(۲)۔

درد ہر کسی بہ گلعذارے نرسید در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نشد	۳۳	تا بر دلش از زمانہ خارے نرسید دستش بسر زلف نگارے نرسید

دُنیا میں کوئی شخص اپنے مطلوب تک نہیں پہونچ سکتا۔ جبتک کہ زمانے کی تکالیف کو برداشت نہ کرے۔ تو نہیں دیکھتا کہ کنگھی جب تک تو ٹکڑے نہ ہو جائے معشوق کی زلفوں تک نہیں پہونچ سکتی۔

مطلب یہ کہ حصولِ مُراد میں تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اور برداشت کرنی چاہئیں۔

ایں کہ روزی بے تردّد میرسد افسانہ است	بجز کوشش کلید رزق را دندانہ الیست

(صائب)

بدخواہِ کساں ہیچ بمقصد نہ رسد من نیک تو خواہم تو بخواہی بد من	۳۴	یک بد نکند تا بخودش صد نہ رسد تو نیک نہ بینی و مرا بد نہ رسد

دوسروں کا بدخواہ کبھی منزل مقصود کو نہیں پہنچتا۔ اگر دوسروں کے ساتھ ایک بُرائی کرتا ہے تو سو بُرائی اُسے پہونچتی ہیں۔ میں تیری نیکی چاہتا ہوں اور تو میری

(۱) دیکھو تذکرہ آتشکدہ آذر ترجمۂ شاہ سنجان ۱۲۔ (۲) دیکھو رُباعیات سحابی استرآبادی مطبوعہ لاہور ۱۲۔

بُرائی - تو نیکی کا مُنہ نہیں دیکھیگا - اور مجھے بُرائی نہیں پہنچیگی -
حاصلِ کلام یہ کہ " چاہ کن را چاہ درپیش "

دشمن کہ ہمیشہ مرا بد می بیند در آئینہ درون خود می نگرد	۳۵	حقّا کہ نہ از روئے خرد می بیند آں صورتِ مردہ رنگ خود می بیند

دشمن جو مجھے ہمیشہ بُرا دیکھتا ہے - بجز اوہ چشم خرد سے نہیں دیکھتا - حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کے آئینے میں دیکھتا ہے اور اُس کو اپنی ہی مُردار صورت نظر آتی ہے
یعنی چونکہ وہ خود برا ہے اس لئے دوسرے لوگ بھی اُسے بُرے دکھائی دیتے ہیں -

با مردم نیک بد نمی باید بود مفتون معاش خود نمی باید بود	۳۶	در پایۂ دیو و دد نمی باید بود مغرور بہ فضل خود نمی باید بود

نیک آدمیوں کے ساتھ بُرا نہیں ہونا چاہئے - شیطانی اور حیوانی مرتبہ پر نہیں ہونا چاہئے - اپنی معاش پر شیدا نہیں ہونا چاہئے - اور اپنی فضیلتوں پر مغرور نہیں ہونا چاہئے -

سستی مکن و فریضۂ حق بگذار در خون کسی و مال کسے قصد مکن	۳۷	در عہدۂ آنجہاں منم بادہ بیار واں لقمہ کہ داری زکساں باز مدار

سُستی نہ کر اور خدا کا فرض ادا کر - اگلے جہان کا میں ذمہ دار ہوں شراب لا -
کسی کے خون اور مال کا قصد نہ کر - اور جو لقمہ کہ تیرے پاس ہے اُسکے دینے میں دریغ نہ کر -

مردانہ بیا ز خویش پیوند ببر ہر چیز کہ ہست سدِ راہ ہست ترا	۳۸	خود را تو ز بندِ زن و فرزند ببر پابند چگونہ رہ روی بند ببر

مردانگی کر اور خودی چھوڑ دے - اپنے آپ کو زن و فرزند کی قید سے رہا کر دے

جتنی چیزیں ہیں سب تیرے لئے سدِ راہ ہیں۔ جب تک تیرے پاؤں بندھے ہیں۔ تو کس طرح چلے گا۔ ان زنجیروں کو توڑ دے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سلسلۂ تعلقات کو کم کردے۔ جب تک اپنی جان کی۔ یا زن و فرزند اور مال و متاع کی فکر دامنگیر رہے گی تو قطع منازل نہیں کر سکے گا۔

قل ان کان آباؤکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال ن اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔ و اللہ لا یھدی القوم الفٰسقین ہ
(التوبہ)

از جملہ رفتگان این راہ دراز زنہار درین سراچہ از روئے آز	۳۹	باز آمدہ کو کہ بما گوید راز چیزی نگذاری کہ نمی آئی باز

جو لوگ عدم کے لمبے سفر پہ چلے گئے اُن میں سے کوئی بھی واپس نہ آیا کہ کوئی راز کی بات بتاتا۔ خبردار اس دارِ فانی میں حرص کی وجہ سے کچھ بھی جمع کر کے نہ چھوڑ جانا۔ کیونکہ تو پھر واپس نہیں آئے گا۔

مطلب یہ کہ جو کچھ جمع کر کے تو چھوڑ جائے گا۔ اوروں کے کام آئے گا۔ تجھ اس سے کیا فائدہ؟۔

ز جمع مال ندانم نشاطِ ممسک چیست		کہ ہمچو کیسہ زر از بہر دیگرے دارد

تا سر نکنم در سرت ای مایۂ ناز ہر چند کہ راہم بتو دور ست و دراز	۴۰	کوتہ نہ کنم ز دامنت دست نیاز در راہ بمیرم و نگردم ز تو باز

اے مایۂ ناز! جب تک میں تیرے ساتھ مل نہ جاؤں گا۔ تیرے دامن سے نیاز کا ہاتھ کوتاہ نہ کروں گا۔ تجھ تک پہونچنے کا راستہ ہر چند بہت دور د

دراز ہے ۔ لیکن میں چلتے چلتے راہ میں مرجانا پسند کرونگا ۔ لیکن واپس نہ ہونگا ۔

دانم نہ رسد ذرّہ بخورشید ولیکن		شوقِ طیراں می کشد ارباب ہمم را

(عرفی)

یہ رُباعی غالباً شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کی ہے (۱) ۔

از آتشِ آخرت نمی داری باک چوں بادِ اجل چراغ عمرت بکشد	۴۱	در آبِ ندامت نشدی ہرگز پاک ترسم کہ ترا ز ننگ نپذیرد خاک

تجھے دوزخ کی آگ کا ڈر نہیں ۔ ندامت کے پانی سے تو نے اپنے آپ کو کبھی پاک نہیں کیا ۔ جب موت کی ہوا تیری عمر کے چراغ کو بجھادے گی ۔ مجھے ڈر ہے کہ اُس وقت مٹّی بھی بوجہ عار کے تجھے اپنے اندر جگہہ نہ دے گی ۔

دوسرے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ تجھے کبھی اپنے گناہوں پر ندامت نہیں ہوئی ۔ اور تو نے توبہ نہیں کی ۔

بگذار دلا وسوسۂ فکر محال آزاد شو و مجرّد و بادہ پرست	۴۲	درکش قدح بادہ و بگذر ز ملال تا مرد شوی رسی بسرحد کمال

اے دل! فکر محال کے وسوسہ کو چھوڑ دے ۔ شراب پی اور غم دور کر ۔ آزاد ہوجا ۔ مجرّد ہوجا اور مے پرست ہو جا تاکہ تو مرد بن جائے اور سرحد کمال کو پہنچ جاوے ۔

ای گشتہ شب و روز بدنیا نگراں آخر نفسے ببیں و باز آی بخود	۴۳	اندیشہ نمی کنی تو از روز گراں کایام چگونہ میکند با دگراں

اے کہ دن رات تو دنیا میں مشغول ہے ۔ روز قیامت (یا روز مرگ) کی تجھے کچھ فکر نہیں ۔ آخر ہوش میں آ ۔ اور دیکھ کہ زمانہ دوسروں کے ساتھ کیا کر رہا ہے

(۱) دیکھو کلیات سعدی مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۲۴۹ ۔ ۱۲ ۔

مطلب یہ کہ دوسروں کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کر۔

شرمت نایدازیں تباہی کردن گیرم کہ سراسرایں جہاں ملک تو شد	۴۴	زیں ترک اوامر و نواہی کردن جز آنکہ رہا کنی چہ خواہی کردن

تجھے اس تباہ حالی سے اور اوامر و نواہی کے ترک سے شرم نہیں آتی۔ فرض کیا کہ تو ساری دنیا کا مالک ہوگیا۔ لیکن آخرکار سوا اس کے کہ تو اُسے چھوڑ جائیگا اور کیا کرے گا۔

تو آمدۂ بپادشاہی کردن چیزی نبدی دی و نباشی فردا	۴۵	باخویشتن آ ئی زیں تباہی کردن پیداست کہ امروز چہ خواہی کردن

کیا تو بادشاہی کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس تباہ کاری کو چھوڑ اور ہوش میں آ۔ ابتدا میں بھی تو کچھ نہ تھا۔ انجام کار بھی تو کچھ نہیں رہے گا۔ پس ظاہر ہے۔ کہ آج تو کیا کرسکتا ہے۔

حاصل یہ کہ تیری ابتدا بھی عدم انتہا بھی عدم۔ اس چندروزہ زندگانی میں تو کیا کچھ کرے گا۔

بر موجبِ عقل زندگانی کردن اُستادِ تو روزگارِ چابکدست است	۴۶	شاید کردن و می ندانی کردن چنداں بسرت زند کہ دانی کردن

تجھے چاہئے کہ عقل کے مطابق زندگانی بسر کرے لیکن تو اس طرح زندگانی بسر کرنا نہیں جانتا۔ مگر چالاک زمانہ تیرا اُستاد ہے تیرے سر پر اتنا ماریگا کہ تو خود سیکھ جائیگا۔
خلاصہ یہ کہ طوعاً و کرہاً تجھے راہ راست پر آنا پڑے گا۔

از گردش ایں دائرۂ بے پایاں	۴۷	برخورداری دو نوع مردم را دان

یا باخبرے تمام از نیک و بدش		یا بیخبری از خود و از کار جہاں

اس دائرۂ بے پایاں کی گردش میں (یعنی دُنیا میں) صرف دو قسم کے آدمی بامُراد ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کو نیک و بد کی تمام و کمال خبر ہو۔ دوسرے وہ جو اپنے آپ سے اور دنیا سے بالکل بے خبر ہوں۔

مطلب یہ کہ یا تو آدمی کو علوم پر کامل دسترس ہو۔ یا بالکل بے بہرہ ہو۔ بین بین حالت خطرناک ہے۔ وُہی بات ہے "نیم مُلّا خطرۂ ایمان"

صیّادنۂ حدیث نخچیر مکن چوں پیر حقیقت از تو معنی طلبد	۴۸	چیزیکہ نخواندۂ تو تفسیر مکن از دیدہ بکن ادا و تقریر مکن

تو شکاری نہیں ہے۔ شکار کی باتیں نہ کر۔ جو چیز تو نے نہیں پڑھی۔ اس کی تشریح نہ کر۔ جب پیر حقیقت تجھ سے معانی دریافت کرے۔ تو آنکھوں سے بیان کر دے اور تقریر نہ کر۔

مطلب یہ کہ حقائق و معارف کے بیان میں زبانی گفتگو بے فائدہ ہے۔ آنکھوں کے اشارے سے کام چلتا ہے۔ یا یہ کہ چشم گریاں سے معتے حل ہوتے ہیں۔ اور خصوصاً وہ مضامین جن کا تو ماہر نہیں ہے۔ اُن کے متعلق زبان نہ کھول۔

چونکہ علمت نیست کمتر کن سخن		خرج تو در خورد دخل خویش کن

(عطّار)

تا بتوانی خدمت رنداں میکن بشنو سخن راست ز عمر خیّام	۴۹	بنیاد فساد و مہر ویراں میکن می میخور و رہ میزن و احساں میکن

جہاں تک ہو سکے رندوں کی خدمت کر۔ زمانے سے فساد کی بنیاد

اُکھاڑ ڈال - عمر خیام سے سیدھی بات سُن کہ شراب پی - اور سرود و سماع میں مصروف رہ لیکن احسان کر۔

راہ زدن - سرود گفتن - گانا بجانا (بہارِ عجم و ہفت قلزم)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر تو خلقِ خدا سے احسان کرے گا تو تیرے کئی گناہ بخشے جائیں گے - شراب و سرود حرام اور ممنوع ہیں لیکن باوجود ان کے ارتکاب کے بھی اگر تو لوگوں سے نیکی کا سلوک کرے گا - تو انجام بخیر ہوگا - احسان کی ترغیب ہے اور کچھ مُراد نہیں -

مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن		کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہی نیست

(حافظ)

آں را کہ وقوف ست بر احوالِ جہاں چوں نیک و بدِ جہاں بسر خواہد شد	۵۰	شادی و غم و رنج بر وشد آساں خواہی ہمہ دارد باش و خواہی درماں

جو شخص زمانے کے حالات سے واقف ہے - خوشی اور رنج و غم اوس پر آسان ہو جاتے ہیں - دنیا کی خوشی اور رنج تو گزر جانے والی چیزیں ہیں - تو اگر چاہتا ہے تو ہمہ تن درد بن جا اور اگر چاہتا ہے تو درماں ہو جا -

مطلب یہ کہ دُنیا کی خوشی اور غم گزشتنی و گزاشتنی ہیں - اس لئے بہتر یہی ہے کہ تو اس چند روزہ زندگانی کو خوشی سے گزار دے -

اے شمع تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات		ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے
اے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لئے		تھوڑی سی رہ گئی ہے اُسے بھی گزار دے

ایدل ز غمِ جہاں کہ گفتت خوں شو دانی چہ کنی چو نیست سامان بقام	۵۱	یا ساکنِ عشوہ خانۂ گردوں شو انگار درون نیامدی بیروں شو

ایدل تجھے کس نے کہا ہے کہ دنیا کے غم میں خون ہو جا - یا آسمان کے

عشرہ خانہ میں مقیم ہو۔ تو جانتا ہے کہ یہاں تیرا قیام مستقل نہیں۔ تو کیا کر سکتا ہے یہی سمجھ کہ کبھی تو آیا ہی نہیں تھا۔ اور نکل کر چلا جا۔

حاصل کلام یہ کہ دنیا کے غم کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیئے اور آسمان کی فریبوں میں نہیں آنا چاہیئے۔ جب دُنیا کا قیام صرف چند روزہ ہے۔ تو بہتر یہی ہے۔ کہ انسان سمجھے کہ میں کبھی آیا ہی نہیں تھا اور چلے جانے کا سامان کرے۔

غرّہ چہ شوی بہ مسکن و کاشانہ ہمخوابہ بادی ولتو افروزی شمع	۵۲	بر عمر کہ ہست حاصلش افسانہ بر رہگذر سیل چہ سازی خانہ

جب تیری عمر صرف ایک افسانہ ہے تو مسکن و مکان پر تو کیوں مغرور ہوتا ہے تند ہوا میں رہ کر چراغ جلانے یا سیلاب کے راستہ پر مکان بنانے کا کیا فائدہ؟۔

مطلب یہ ہے کہ چند روز میں نہ تو رہے گا نہ تیرے مکان رہیں گے۔ پھر دنیاوی دولت پر مغرور ہونا فضول ہے۔ انیس دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ چراغ لیکے کہاں سامنے ہوا کے چلے

دانی ز چہ روئے فتادہ است و چہ راہ کین دارد دہ زبان ولیکن خاموش	۵۳	آزادی سرو و سوسن اندر افواہ واں راست دو صد دست ولیکن کوتاہ

تو جانتا ہے کہ لوگ سرو اور سوسن کو کیوں آزاد کہتے ہیں وجہ یہ ہے کہ سوسن کی کئی زبانیں ہوتی ہیں اور پھر خاموش ہے اور سرو کے کئی ہاتھ ہوتے ہیں لیکن کوتاہ۔

سوسن مشہور پھول ہے۔ اس کی پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس کی چار قسمیں ہیں جس کا رنگ سفید ہوتا ہے اوسے سوسن آزاد اور سوسن دہ زبان کہتے ہیں۔

مطلب یہ کہ انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ اور دست درازی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

گر اسپ یراق است و گر فیروزہ از قہر فلک ہیچ کسے جان نبرد	۵۴	مغرور مشو بدولت دہ روزہ امروز سبو شکست و فردا کوزہ

اگرچہ تیرے پاس گھوڑے۔ سامان جنگ اور لعل و جواہر موجود ہیں۔ لیکن اس چند روزہ دولت پر مغرور نہیں ہونا چاہئے۔ آسمان کے قہر سے کوئی شخص جاں بر نہیں ہوا۔ آج سبو ٹوٹتا ہے اور کل کوزہ۔

یراق ۔ سامان جنگ۔ مثلاً تلوار۔ نیزہ اور بندوق۔ (بھاری ہتیار مثلاً توپ وغیرہ اس میں شامل نہیں) **فیروزہ** ۔ ایک قسم کا قیمتی پتھر۔ مراد جواہرات۔

چوتھے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی چھوٹی بڑی چیزیں سب یکے بعد دیگرے تلف ہو جانے والی ہیں۔

بس خون کساں کہ چرخ بیباک برنجیت بر حسن و جوانی ای پسر غرہ مشو	۵۵	بس گل کہ بر آمد از گل و پاک برنجیت بس غنچہ ناشگفتہ بر خاک برنجیت

بیباک آسمان نے بہت لوگوں کے خون گرائے ہیں۔ بہت پھول زمین سے پیدا ہوئے اور بالکل معدوم ہو گئے۔ اے نوجوان! حسن اور جوانی پر مغرور نہ ہو۔ بہت غنچے بن کھلے مرجھا جاتے ہیں۔

پیوستہ ز بہر شہوت نفسانی آگاہ نہ کہ آفت جانِ تو اند	۵۶	این جان شریف را ہمی رنجانی آنہا کہ تو در آرزوی ایشانی

تو ہمیشہ شہوات نفسانی کے لئے اپنی شریف جان کو تکلیف میں رکھتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ لوگ اور وہ چیزیں جن کی تجھے آرزو رہتی ہے۔ تیری جان کی آفت ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جس چیز کی تجھے زیادہ محبت ہے۔ وہی چیز

تیرے لئے باعث تکلیف ہے۔

منہ تا بتواں درچینۂ کس دل		کہ دل برداشتن کارے ست مشکل
زنہار مکنوں کہ میتوانی بارے کیں مملکت حسن نہ ماند جاوید	۵۷	بردار ز خاطر عزیزاں بارے از دست تو ہم برول رود یکبارے

خبردار! وقت ہے۔ جہاں تک ہوسکتا ہے عزیزوں کی دلجوئی کر۔ کیونکہ حُسن کی سلطنت ہمیشہ نہیں رہتی آخر تجھ سے بھی چلی جائیگی۔

یہی دن ہیں دُعا لیلو کسی کے قلب مضطر کی جوانی آ نہیں سکتی مری جاں پھر نئے سر سے

خواہی کہ پسندیدۂ انام شوی اندر پۓ مومن و جہود و ترسا	۵۸	مقبول قبول خاصہ و عام شوی بدگوۓ مباش تا نکونام شوی

اگر تو چاہتا ہے کہ ہر دلعزیز بنے اور خاص و عام کا مقبول خاطر ہو تو چاہئے کہ خواہ مسلمان ہو یا جہود دلفا رئ کسی کے پیچھے اُس کا بُرا نہ کہے۔ اس طرح تو نیک نام ہو جائے گا۔

مطلب یہ کہ کسی کی غیبت نہ کر۔

گر روۓ زمیں بجملہ آباد کنی گر بندہ کنی بلطف آزادی را	۵۹	چنداں نبود کہ خاطری شاد کنی بہتر کہ ہزار بندہ آزاد کنی

اگر تو تمام روئے زمین کو آباد کرے تو اتنی اچھی بات نہیں جتنی یہہ کہ تو کسی کے دل کو خوش کرے۔ لطف و مہربانی سے کسی آزاد آدمی کو اپنا غلام بنا لینا ہزار غلاموں کو آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

مطلب یہ کہ کسی کے دل کو خوش کرنا اور کسی کو اپنا ممنون احسان بنا لینا تمام نیکیوں سے بڑی نیکی ہے۔

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعی شاہ علاؤ الدولہ کی ہے (۱)
اور بعض نے لکھا ہے کہ ابوسعید ابوالخیر کی ہے۔ (۲)

در راہِ نیاز ہر دلے را دریاب صد کعبۂ آب و گل بیکدل نرسد	۶۰	درکوی حضور مقبلے را دریاب کعبہ چہ روی برو دلی را دریاب

نیازمندی سے کسی کی دلجوئی کر۔ اور کوچۂ حضور میں کسی مقبل کو ڈھونڈھ آب و گل کے سو کعبے ایک دل کے برابر نہیں۔ کعبہ کی طرف کیوں جاتا ہے کسی دل کو قابو کر۔

کعبہ بنگاہِ خلیلِ آزر است		دل گزرگاہِ جلیلِ اکبر است

از کبر مدار ہیچ در دل ہوسے چون زلف بتاں شکستگی عادت کن	۶۱	از کبر بجائے نرسید است کسے زاں پیش کہ بگسلد تارِ نفسے

دل میں غرور کی ہوس نہ رکھ۔ کیونکہ غرور کی وجہ سے کبھی کوئی آدمی مراد کو نہیں پہنچا۔ معشوقوں کی زلف کی طرح شکستگی (یعنی عجز و نیاز) کی عادت کر پیشتر اس کے کہ تار نفس منقطع ہو جائے۔

گر شادی خویشتن دراں میدانی در ماتمِ عقلِ خویش بنشیں ہمہ عمر	۶۲	کاسودہ دلے را بغمے بنشانی میدار مصیبت کہ عجب نادانی

اگر تو اپنے دل کی خوشی اس بات میں دیکھتا ہے کہ کسی آسودہ دل کو ناخوش کرے۔ تو تمام عمر اپنی عقل کا ماتم کرتا رہ۔ اور اسی مصیبت میں رہ کیونکہ تو بڑا نادان ہے۔

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر ترجمہ شاہ علاؤ الدولہ ۱۲۔ (۲) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمہ ابوسعید ابوالخیر نیز رباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعہ لاہور ۱۲۔

مطلب یہ کہ اگر دوسرے کو ناخوش کرکے تو خوش ہوتا ہے تو سمجھ کہ تو بڑا احمق و نادان ہے۔

دانی کہ سفیدہ دم خروس سحری یعنی کہ نمودند در آئینہ صبح	۶۳	ہر لحظہ چرا ہمی کند نوحہ گری کز عمر شبے گذشت و تو بیخبری

کیا تجھے معلوم ہے کہ صبح کے وقت مُرغ بار بار کیوں فریاد کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُس کو صبح کے آئینہ میں یہ بات دکھائی گئی ہے کہ عمر سے ایک رات گزر گئی اور تو غافل ہے۔

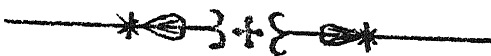
غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہی منادی		گردوں نے گھڑی عُمر کی اک اور گھٹادی

گرکام دل از زمانہ تقصیر کنی گیرم کہ ز دشمنان بنالی بر دوست	۶۴	بیفائدہ خود را ز غماں پیر کنی چوں دوست جفا کند چہ تدبیر کنی

اگر تو زمانے سے اپنے دل کی مراد چاہتا ہے تو سمجھ لے کہ بے فائدہ غموں سے اپنے آپ کو بوڑھا بناتا ہے۔ فرض کیا کہ دُشمنوں کے ظُلم سے تو دوست کے پاس فریاد لیجائے گا۔ لیکن اگر دوست ہی جفا کرنے لگے تو پھر کیا کریگا۔

حاصل کلام یہ کہ زمانہ کبھی تیرے حسب منشا نہیں چلے گا۔ اس لئے بے فائدہ فکر نہ کر۔

یہ رُباعی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی معلوم ہوتی ہے (۱)



(۱) دیکھو کلیات سعدی مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۲۵۳۔۲۔

عیش کوشی

نوروز و نو بہار و مے و دلبرا خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

(بابر)

حکیم صاحب کی طبیعت بادشاہوں سے بھی زیادہ نازک تھی۔ اُن کا غنچۂ دل اس قدر لطیف تھا کہ ذرا سی ناموافق ہوا سے بھی مُرجھا جاتا تھا۔ باغ دنیا کی بہار چندروزہ ہے۔ وہ جانتے تھے کہ عہد خزاں ہیں بادِ صرصر کے جھونکے آخر کار اس گلشن کی شادابی کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اسی کوشش میں رہے کہ جو وقت خوشی سے گزر سکے اوسے غنیمت سمجھ کر خوشی سے ہی گزارنا چاہئے۔ چنانچہ اُن کی شاعری کا بھی ایک معقول حصّہ اسی تعلیم کے لئے وقف ہوگیا۔ اس باب کے نیچے اُن کی رباعیات کی تعداد اس امر کی شاہد ہے کہ وہ تمام عمر تفکرات اور آلام کے روح فرسا حملوں کی مدافعت کرتے رہے۔ رشتۂ حیات کی کوتاہی کو وہ محسوس کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ اُسے آتش غم سے جلنے دیں۔ ع

ایں رشتہ رامسوز کہ چنداں دراز نیست

اس بات میں تمام شاعر اور کئی فلاسفر حکیم صاحب کے ہم خیال رہے ہیں۔ کسی شاعر کے دیوان کو اُٹھا کر دیکھو۔ اس مضمون پر کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ اور بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اور کسی شاعر کے کلام میں اس مضمون کا اعادہ اس کثرت کے ساتھ نہیں۔ جس کثرت کے ساتھ رباعیات عمر خیام میں پایا جاتا ہے۔

دیکھئے امیر خسرو اس بات پر کتنا زور دیتے ہیں۔ کہ جب تیات

ستغار ناپائدار ہے اور زندگی کا زمانہ تھوڑا ہے - تو ضروری ہے کہ ہم اسوقت کو غنیمت سمجھیں اور عیش و آرام سے عُمر گزار دیں - فرماتے ہیں -

بیا تا بے گل و صہبا نہ باشیم زگل نازک تریم و چند گاہے بیا یارا د با ما باش امروز چو تنہا بود مے باید ہماں بہ		کہ گل باشد بسے و ما نہ باشیم بجز زیر گل و خارا نہ باشیم چہ می دانی کہ ما فردا نہ باشیم کہ با ہم صحبتاں تنہا نہ باشیم

ہلالی کے یہ دو شعر بھی اسی مضمون پر ہیں -

بہار می رسد آہنگ باغ کن ایں پیش		کہ رفتہ باشی و بار دگر بہار آید
پیمانہ بیار و بہ بادہ کہ بعد ازیں		دوراں زخاکِ ما و تو پیمانہ ساختہ

میر صیدی نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے -

دریں فصلِ گل ہر چہ داری بے دہ		مبادا کہ دیگر بہارے نیاید

کسی اور اُستاد نے کیا اچھا کہا ہے -

دو بینیم جگر کرد روزے کباب دریں جا کہ بے ما بسے روزگار بسا تیر و دی ماہ و اردی بہشت		کہ میگفت گوینده با رباب بیاید گل و بشگفد نو بہار بیاید کہ ما خاک باشیم و خشت

حکیم صاحب کی رُباعیات اس مضمون پر اس قدر ہیں کہ گویا اُسے پامالی کی حد تک پہونچا دیا - لیکن کسی رُباعی کو دیکھو جدّت انداز سے خالی نہیں - بات یہ ہے کہ یہ مضمون بھی " قصّہ ہائے دوست " کی طرح اس درجہ کا دلپذیر اور جاں افزا ہے کہ اس کے تکراریں بھی قندِ مکرر کے مزے ہیں - فرماتے ہیں -

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما	۱	کاے رند خراباتی دیوانۂ ما

برخیز کہ پُر کنیم پیمانہ زمے		زاں پیش کہ پر کنند پیمانہ ما

ایک دن صبح سویرے ہمارے میخانے سے یہ آواز آرہی تھی۔ کہ اے ہمارے رندخراباتی دیوانے! اٹھ کہ پیالہ شراب سے بھرلیں۔ پیشتر اس کے کہ ہماری زندگی کا پیالہ لبریز ہو جائے۔

پُر کنند کا فاعل عاملان قضا و قدر۔ پُر کنیم اور پُر کنند کا مقابلہ لطیف۔

بعض تذکروں میں یہ رُباعی سلمان کی بیان ہوئی ہے۔ (۱) اور ایک جگہ اس رُباعی پر جانی گیلانی کا نام بھی دیکھا گیا ہے۔ (۲)۔

زاں بادہ کہ عمر را حیاتِ دگر است برنہ بکفم کہ کارِ عالم سمر است	۲	پر کن قدحے گرچہ ترا دردسر است بشتاب کہ عمرِ من در گزر است

اس شراب سے جو زندگی کے لئے ایک تازہ زندگی ہے ایک پیالہ بھر دے۔ خواہ تجھے اس میں دردسر بھی کیوں نہ ہو۔ پھر یہ پیالہ میرے ہاتھ پر رکھ۔ کیونکہ دنیا ایک افسانہ ہے۔ جلدی کر۔ کہ میری عمر گزر رہی ہے۔

سمر۔ افسانہ۔ بے بنیاد اور بے حقیقت چیز۔

چوں عہدہ نمی شود کسے فردا را می نوش بنورِ ماہ اے ماہ کہ ماہ	۳	حالی خوش کن تو این دلِ سودا را بسیار بتابد و نیابد ما را

جب کوئی شخص کل کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ تو چاہئے کہ آج تو اپنے سودائی دل کو خوش رکھے۔ اے ماہ لقا! چاندنی رات میں شراب پی۔ کیونکہ چاند مدتوں تک چمکتا رہے گا اور ہم نہ ہوں گے۔

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر ترجمہ سلمان۔۱۲۔ (۲) دیکھو گلستان مسرت صفحہ ۱۳۱۴۔۱۲۔

لفظ ماہ کا تکرار لطف سے خالی نہیں۔

مے برکف من نہ کہ دلم در تاب است برخیز کہ بیداری دولت خواب است	۴	وین عمر گریز پائے چوں سیماب است دریاب کہ آتش جوانی آب است

شراب (کا پیالہ) میرے ہاتھ پر رکھ - کیونکہ میرا دل پیچ و تاب میں ہے اور یہ عمر پارے کی طرح بہت جلد گزر جانے والی ہے۔ اُٹھ! کیونکہ بخت و دولت کی بیداری محض خواب ہے۔ (یعنی عارضی اور ناپائدار ہے) سمجھ لے کہ جوانی کا جوش شراب سے ہے۔

برخیز و بیا بناز بہر دل ما یک کوزہ مے بیار تا نوش کنیم	۵	حل کن بجمال خویشتن مشکل ما زاں پیشتر کہ کوزہ ہا کنند از گل ما

اُٹھ اور میری دلجوئی کے لئے ناز کے ساتھ آ۔ اور اپنے جمال سے میری مشکل کو حل کر۔ شراب کا ایک کوزہ لا تاکہ اُسے پئیں پیشتر اس کے کہ ہماری مٹی سے لوگ کوزے بنائیں۔

روزے دو سہ مہلت است مے خور مئے ناب دانی کہ جہاں رو بخرابی دارد	۶	کیں عمر گذشتہ در نیابی - دریاب تو نیز شب و روز ہمے نوش شراب

دو چار دن کی مہلت ہے خالص شراب پی لے - اچھی طرح سمجھ لے کہ گزری ہوئی عمر پھر ہاتھ نہیں آئے گی - تجھے معلوم ہے کہ جہان خرابی کی طرف جا رہا ہے اس لئے تو بھی دن رات شراب پیتا رہ (یعنی تو بھی خرابی ہی اختیار کر)

* مطلب یہ ہے کہ جہان فانی ہے اور فنا کی طرف جا رہا ہے - چند روزہ مہلت کو ہاتھ سے نہ جانے دے - اور شراب نوشی کر - شراب کو خراب اور شرابخانہ کو خراب خانہ کہتے ہیں - اس لئے تیسرے اور چوتھے مصرعہ کی باہمی رعایت ظاہر -

با ما درم قلب نمی گردد جفت	۷	جاروب طرب خانۂ ما پاک برفت
پیری زخرابات برون آمد و گفت		می خور که بعمر ہات می باید خفت

کھوٹا سکہ اب ہمارے نزدیک نہیں آسکتا - جاروب طرب نے ہماری گھر کو بالکل صاف کردیا ہے - شراب خانہ سے ایک بوڑھا باہر آیا اور کہنے لگا کہ شراب پی کیونکہ تو مدتوں تک سوتا رہے گا -

جاروب طرب سے مراد شراب ہوگی - تذکرۂ حسینی میں مولانا حافظ علی کی ایک رُباعی نظر سے گزری - اسی طرز میں ہے اور خیام کی رُباعی سے بدرجہا بہتر ہے -

ہنگام سحر کہ نرگس و لالہ شگفت		مُرغ سحری بنالد و آہ بگفت
مے نوش کہ بے نشہ بسے خواہی بود		برخیز کہ در خاک بسے خواہی خفت

می خور کہ بزیر گل بسی خواہی خفت	۸	بے مونس و بے حریف و بے ہمدم و جفت
زنہار بکس مگو تو این راز نہفت		ہر لالۂ پژمردہ نخواہد بشگفت

شراب پی کیونکہ تو مدتوں تک بے مونس و حریف اور ہمدم و جفت کے بغیر تن تنہا مٹی کے نیچے سوتا رہے گا - خبردار! پوشیدہ راز کسی کو نہ بتانا - کیونکہ ہر ایک پژمردہ لالہ یہ راز سن کر شگفتہ نہیں ہو سکتا -

مطلب یہ کہ ہر ایک مُردہ دل ان باتوں کے سننے کے قابل نہیں اور ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا -

چوں ابر بہ نوروز رُخ لالہ بشست	۹	برخیز و بجام بادہ کن عزم درست
این سبزہ کہ امروز تماشہ گہ تست		فردا ہمہ از خاک تو برخواہد رست

جب کہ نوروز کے دن بارش نے گل لالہ کے چہرہ کو دھو دیا ہے - اُٹھ -

اور پختہ ارادہ کر کے شراب کا پیالہ لے۔ یہ سبزہ جو آج تیری تفریح کا باعث ہے۔ کل تیری قبر پر اُگے گا

از منزلِ کفر تا بدیں یکنفس است این یکنفسِ عزیز را خوش می دار	۱۰	وز عالمِ شک تا بیقیں یکنفس است کز حاصلِ عمر ما ہمیں یکنفس است

ایک دم میں آدمی منزل کفر سے دین تک اور مقام شک سے یقین تک پہونچ سکتا ہے۔ اس ایک گرامی قدر دم کو خوشی سے گزار۔ کیونکہ ہماری عمر کا حاصل یہی ایک دم ہے۔

مطلب یہ کہ وقت کے ایک لحہ کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ آدمی ایک دم میں کیا سے کیا ہو سکتا ہے۔ گزشتہ اور آیندہ پر تو کچھ مدار نہیں زندگی کا حاصل یہی زمانہ حال کا موجودہ وقت ہے۔ اسے غنیمت سمجھو اور خوشی سے گزارو۔

ایدل چو زمانہ می کند غمناکت بر سبزہ نشیں و خوش بزی روزے چند	۱۱	ناگہ برود ز تن روان پاکت زاں پیش کہ سبزہ بر دمد از خاکت

اے دل زمانہ تجھے غمگین رکھتا ہے اور آخر کار تیری جان پاک بھی تیرے جسم سے اچانک نکل جائے گی۔ اس لئے تجھے چاہئے کہ چند روزہ زندگی کو سبزہ زار پر بیٹھ کر خوشی سے گزار دے۔ پیشتر اس کے کہ تیری قبر پر سبزہ اُگے۔

چوں لالہ بنوروز قدح گیر بدست می نوش بخرمی کہ این چرخ کہن	۱۲	با لالہ رخی اگر ترا فرصت ہست ناگاہ ترا چو خاک گرداند پست

اگر موقعہ ملے تو کسی گلرد کے ساتھ نوروز کے دن لالے کی طرح پیالہ ہاتھ میں لے اور خوش ہو کر شراب پی۔ کیونکہ آسمان تجھے اچانک مٹی کے

ساتھ ستی کر دے گا۔

گلِ لالہ کو جامِ مے سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ مثلاً

از انفعال لعل لبت لالہ در چمن		دیگر بدست خویش نگیرد پیالہ را

ساقی عیش است و مہ برافروختہ است دانی کہ اجل چو برق خرمن سوز است	۱۳	می دہ کہ فلک نکتہ آموختہ است تا در نگری خرمن ما سوختہ است

اے ساقی خوشی کا وقت ہے اور چاندنی رات ہے۔ شراب پلا۔ کیونکہ آسمان نے ہمیں یہ عجیب نکتہ بتایا ہے۔ کہ موت ایک خرمن سوز بجلی ہے اور دیکھتے دیکھتے ہمارے خرمن ہستی کو جلا دے گی۔

خدا جانے چاندنی رات میں کیا دھرا ہے کہ مرزا غالب بھی کہتے ہیں۔

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی		پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

ساقی گل و سبزہ بس طربناک شدہ است می نوش و گلی بچین کہ چون در نگری	۱۴	دریاب کہ ہفتہ دگر خاک شدہ است گل خاک شدہ است و سبزہ خاشاک شدہ است

اے ساقی اس وقت گلزار اور سبزہ زار سامانِ فرحت بنے ہوئے ہیں۔ اسے غنیمت جان۔ کیونکہ چند دنوں تک یہ چیزیں خاک میں مل جائیں گی۔ شراب پی اور پھول چُن۔ کیونکہ تیرے دیکھتے دیکھتے پھول پژمردہ اور افسردہ ہو کر خاک ہو جائیگا۔ اور سبزہ خس و خاشاک۔

دوران جہان بے می و ساقی ہیچ است ہر چند در احوال جہان می نگرم	۱۵	بے زمزمۂ نائے عراقی ہیچ است حاصل ہمہ عشرت است و باقی ہیچ است

دُنیا اور جہان بغیر شراب اور ساقی کے ہیچ ہیں۔ نائے عراقی کے زمزمے کے بغیر ہیچ ہیں۔ دُنیا کے حالات کو میں جس قدر غور سے دیکھتا ہوں

(معلوم ہوتا ہے) کہ زندگانی کا حاصل عیش و عشرت ہے اور باقی ہیچ ہے۔
نائےِ عراقی۔ نائے۔ (۱) ساز مشہور۔ (عربی مزمار) ۲۔ گلو۔ حلقوم۔ لحن۔ عراق۔ نام مقام موسیقی مخصوص بوقت چاشت (برہان) مراد سماع و سرود۔

اکنوں کہ گل سعادتت پربار است می خور کہ زمانہ دشمن غدّار است	۱۶	دست تو ز جام مے چرا بیکار است در یافتن روز چنیں دشوار است

اس وقت جب کہ تیری سعادت کا پھول شگفتہ ہے۔ تیرا ہاتھ جام مے سے کیوں خالی ہے۔ شراب پی کہ زمانہ دشمن غدار ہے۔ ایسا موقعہ حاصل ہونا پھر بہت مشکل ہے۔

مہتاب بنور دامن شب بشگافت خوشباش و بیندیش کہ مہتاب بسے	۱۷	می خور کہ دمی خوشتر ازاں نتواں یافت اندر سر خاک یک بیک خواہد تافت

چاند نے اپنی چاندنی سے رات کے دامن کو پھاڑ ڈالا ہے۔ شراب پی کہ اس سے بہتر وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ خوش رہ۔ اور یہ سمجھ لے۔ کہ چاند مدتوں تک ہم سب کی قبروں پر چمکا کرے گا۔
چاندنی رات میں شراب نوشی کا کوئی خاص لطف ہوگا۔ مرزا غالب کہتے ہیں۔

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی		پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

صحرا رخ خود بہ ابر نوروز بشست بیں سبز خطی و سبزہ زاری و مئے	۱۸	این دہر شکستہ دل بتو گشت درست ای بیخبر آنگہ سبزہ از خاک تو رست

صحرا نے اپنے چہرے کو نوروز کی بارش سے دھو لیا ہے بشکستہ دل زمانہ تیرے موافق ہوگیا ہے۔ کسی سبز خط معشوق کے ساتھ کسی سبزہ زار پر

شراب نوشی کر۔ اے غافل آ (کچھ کر لے) کیونکہ عنقریب تیری قبر سے سبزہ اوگنے والا ہے۔

روز ابر بھی شب ماہتاب کیطرح شراب نوشی کا خاص دن ہوتا ہے۔

مے کشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں

ہم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

ہر کو رقمے ز عقل در دل بنگاشت یا در طلب رضائے یزداں کوشید	۱۹	یکروز ز عمر خویش ضایع نگذاشت یا راحت خود گزید و ساغر برداشت

جس شخص کے دل پر عقل کا فرمان جاری ہے۔ وہ اپنی عمر سے ایک دن بھی ضایع نہیں کرتا۔ یا تو وہ خداوند کریم کی رضامندی ڈھونڈھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یا اپنے آپ کو خوش رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور شراب نوشی کرتا ہے۔

مطلب یہ کہ معطل نہیں رہنا چاہئے۔ یا تو عبادت الہی میں مشغول ہونا چاہئے۔ یا ہمیشہ عشرت میں مصروف۔

چوں عمر ہمی رود چہ بغداد چہ بلخ مے نوش کہ بعد از من و تو ماہ بسے	۲۰	پیمانہ چو پُر شود چہ شیریں و چہ تلخ از سلخ بغرہ آید و از غرہ بہ سلخ

جب عمر گزرتی جارہی ہے تو پھر کیا بغداد اور کیا بلخ۔ پیمانہ جب لبریز ہونے والا ہے۔ تو پھر کیا میٹھا اور کیا تلخ۔ شراب پی کیونکہ ہمارے بعد چاند مدتوں تک ہلال سے بدر اور بدر سے ہلال بنے گا۔

سلخ - کھال اُتارنا۔ اصطلاحاً وہ دن جس کی شام کو ہلال دیکھا جاتا ہے۔ وجہ تسمیہ یہ کہ جس طرح کسی جانور کی کھال اُتاری جاتی ہے۔ اُسی طرح چاند اُس دن آفتاب کی شعاعوں کے پردہ سے باہر نکلتا ہے۔

غُرّہ - بضم - گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی - قوم کا سردار - بہتر ہر چیز - اوّل روز ماہ (بوجہ استعارہ از پیشانی - یہاں بمعنی ماہ چہاردہم استعمال ہوا ہے - کیونکہ یہ چاند کی تمام حالتوں میں سے سب سے افضل ہے (بہتر ہر چیز)

زاں پیش کہ نام تو ز عالم برود بکشا سرِ زلفِ بتے بند ز بند	۲۱	می خور کہ چو می در دِ دل غم برود زاں پیش کہ بند بندت از ہم برود

پیشتر اس کے کہ تیرا نام جہان سے گم ہو جائے - شراب پی کیونکہ جب شراب کا اثر دل تک پہونچتا ہے اُس وقت غم دور ہو جاتا ہے - کسی معشوق کی زلف کے بند کھول - پیشتر اس کے کہ تیرا بند بند جدا ہو جائے -

بر چشمِ تو ارچہ عالمے آرا بند بر بائے نصیب خویش کت برپا بند	۲۲	یکراے بدا کہ عاقلاں یک رابند بسیار چو تو شدند و بسیار آبند

اگرچہ جہان تیرے سامنے آراستہ و پیراستہ ہو کر پیش ہوتا ہے - ایک بات یاد رکھ کیونکہ تمام عقلمند آدمیوں کا اس بات پر اتفاق ہے - اپنے حصّہ کی عیش و عشرت سے مستفید ہولے - کیونکہ تجھے (عنقریب) دُنیا سے اُٹھا لیجائینگے تجھ جیسے بہت پہلے جا چکے ہیں اور بہت آنے والے ہیں -

زاں پیش کہ بر سر تو شبخوں آرند تو زرنہ اے غافل ناداں کہ ترا	۲۳	فرمائے کہ تا بادۂ گلگوں آرند در خاک نہند و باز بیروں آرند

پیشتر اس کے کہ اچانک (موت) تیرے اوپر حملہ آور ہو - حکم دے کہ شراب سرخ تیرے پاس لائیں - اے نادان غافل تو سونا نہیں ہے کہ ایک دفعہ تجھے زمین میں گاڑ کر پھر باہر نکالیں گے -

اس رُباعی میں بعث بعد الموت کا انکار نہیں ہے - مراد صرف یہ ہی -

کہ مر کر تو دوبارہ دنیا میں نہیں آسکے گا۔

۲۴

شب نیست کہ آہ من بجوزا نرسد
وز گریہ من سیل بدریا نرسد
گفتی کہ بتو بادہ خورم پس فردا
شاید کہ مرا عمر بہ فردا نرسد

کوئی ایسی رات نہیں کہ میری آہیں جوزا تک نہ پہونچتی ہوں۔ اور میرے رونے کا سیلاب دریا تک نہ پہونچتا ہو۔ (یا دریا نہ بن جاتا ہو) تو نے کہا ہے کہ میں پرسوں تیرے ساتھ شراب پیوں گا۔ شاید میری عمر کل تک بھی وفا نہ کرے۔

تیرے وعدہ پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
ہمیں اپنی زندگی کا اگر اعتبار ہوتا

۲۵

می خور کہ بخاک چون تنت ذرہ شود
خاکت پس ازاں پیالہ وخمرہ شود
از دوزخ وبہشت فارغ میباش
عاقل چنیں عمر چرا غرہ شود

شراب پی۔ کیونکہ جب تیرا جسم مٹی میں جا کر مٹی ہو جائے گا۔ تو لوگ تیری مٹی سے پیالہ وسبو بنائیں گے۔ دوزخ اور بہشت سے فارغ ہو کر بیٹھ۔ عقلمند آدمی ایسی عمر پر کب مغرور ہو سکتا ہے۔

۲۶

مگذار کہ غصہ در حصارت گیرد
واندوہ مجال روزگارت گیرد
می خور بکنار سبزہ آب روان
زاں بیش کہ خاک در کنارت گیرد

ایسا نہ ہو کہ غصہ تجھے محصور کرلے اور غم تیری زندگانی کا قافیہ تنگ کردے۔ آب رواں کے کنارے سبزہ پر بیٹھ کر شراب پی پیشتر اس کے کہ خاک تجھے اپنے آغوش میں لے لے۔

۲۷

فردا المہم فراق طے خواہد شد
با طالع سعد قصد می خواہد شد

معشوقہ موافق است و ایام بکام		اکنوں نکنم نشاط کے خواہد شد

کل فراق کا غم دور ہو جائے گا ۔ نصیب یاور ہوں گے اور شراب کا شغل ہو گا ۔ معشوق ہماری موافق ہے اور زمانہ کامرانی کا ہے ۔ اگر اب عیش و عشرت نہ کریں گے تو پھر کب کریں گے ۔

طبعم ہمہ با روئے چو گل می خندد از ہر جزوی نصیب خود بردارم	۲۸	دستم ہمہ با ساغر و مل پیوندد زاں پیش کہ جزوہا بکل پیوندد

میری طبیعت پھول جیسے چہرے کے ساتھ خوش رہتی ہے ۔ میرا ہاتھ ہمیشہ جام مئے پر رہتا ہے ۔ تمام جزئیات سے میں اپنا حصہ لے لوں گا ۔ پیشتر اس کے کہ تمام جزو اپنے کل کے ساتھ جا کر مل جائیں ۔

یعنی پیشتر اس کے کہ موت آجائے ۔

با می بکنار جوئے می باید بود این نزہت عمر ما چو گل دہ روز است	۲۹	از غصہ کنارہ جوئے می باید بود خنداں لبے تازہ روئے می باید بود

شراب ساتھ لے کر ندی کے کنارے پر جا بیٹھنا چاہئے ۔ غصۂ روزگار سے یک طرف رہنا چاہئے ۔ ہماری عمر کی عیش پھول کی طرح چند روزہ ہے ۔ اس لئے ہمیشہ پھول کی طرح خندہ بہ لب اور شگفتہ رو رہنا چاہئے ۔

یہ رُباعی دیوان حافظ میں بھی موجود ہے (۱)

از دفتر عمر پاک می باید شد ایساقی مہ لقا تو خوش خوش ما را	۳۰	وز دست اجل ہلاک می باید شد آبے در دہ کہ خاک می باید شد

(۱) دیکھو دیوان حافظ مطبوعہ نولکشور پریس ۔ ۱۲ ۔

دفترِ عمر طے ہو جانیوالا ہے ۔ اجل کے ہاتھ سے ہلاکت آنے والی ہے۔
اے ماہ رو ساقی خوشی خوشی ہم کو شراب دے کہ ہم کو خاک ہو جانا ہے۔

نے جامۂ عمر کہنہ نو خواہد شد می خور بہ سبو و کوزہ و اندہ مخور	۳۱	نی ستر جہاں بکام تو خواہد شد کیں کوزہ چو بشکند سبو خواہد شد

عمر کا جامۂ کہن نیا نہیں ہو سکے گا ۔ دنیا تیری مُراد کے مطابق نہیں ہو سکے گی ۔ سبو اور کوزہ سے شراب پی اور غم نہ کھا ۔ کیونکہ (عنقریب) تیرے جسم کا کوزہ ٹوٹ جائے گا ۔ اور اُس مٹی سے سبو بنائے جائیں گے ۔

زاں پیش کہ گوری زمن آگندہ شود ای بادہ سر از گور صراحی بردار	۳۲	واجزای مرکبم پراگندہ شود باشد کہ دل مردۂ من زندہ شود

پیشتر اس کے کہ میں جا کر کسی قبر کی خانہ پُری کردن اور میرے مُرکب اجزا پراگندہ ہو جائیں ۔ اے شراب صراحی کی قبر سے نکل ۔ شاید کہ میرا مُردہ دل زندہ ہو جائے ۔
آگندہ — از مصدر آگندن ۔ پُر کردن ۔

ساقی علم سیاہ شب صبح ربود بکشای ز ہم دو نرگس خواب آلودہ	۳۳	برخیز و بہی مغانہ را دردہ زود برخیز کہ خفتنت بسی خواہد بود

اے ساقی صبح نے رات کے سیاہ جھنڈے کو گرا دیا ہے ۔ اُٹھ ۔ اور جلدی شراب دے ۔ اپنی خواب آلودہ نرگسی آنکھوں کو کھول اور اُٹھ ۔ کیونکہ تو (مرکر) مدتوں سوتا رہے گا ۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے		حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے

خوش باش کہ عالم گذراں خواہد بود ایں کاسۂ سرہا کہ تو بینی یک چند	۳۴	روح از پئے تن نعرہ زناں خواہد بود زیر قدم کوزہ گراں خواہد بود

وقت کو خوشی سے گزار کیونکہ جہان گزر جانے والا ہے۔ روح جسم کے لئے نعرہ زن رہے گی۔ اور یہہ سروں کے کاسے جو تو دیکھ رہا ہے تھوڑے دنوں کے بعد کوزہ گروں کے پاؤں کے نیچے ہوں گے۔

یعنی مرنے کے بعد انسانوں کے سروں کی مٹی کوزہ گروں کے کام آئیگی۔

شادی ہا کن کہ اندہاں خواہد بود تو بادہ خور و غم جہاں ہیچ مخور	۳۵	خاک ہمہ در خاک نہاں خواہد بود خود غم خورد آنکہ در جہاں خواہد بود

خوشیاں کرلے کہ غم آنے والے ہیں۔ تمام لوگ مٹی میں مٹی ہونے والے ہیں۔ شراب پی اور دُنیا کا غم بالکل نکھا۔ غم وہ کھائے جس کو دُنیا میں رہنا ہو۔

اندہان ۔ جمع اندوہ ۔ یہ جمع خلاف قیاس ہے (ہفت قلزم)

وقت سحر ست خیز اے طرفہ پسر کایں یکدم عاریت درین کنج فنا	۳۶	پُر بادہ لعل کن بلوریں ساغر بسیار بجوئی و نیابی دیگر

اے خوبصورت لڑکے صبح کا وقت ہے۔ اُٹھ! اور ساغر بلور کو شراب سُرخ سے بھردے۔ کیونکہ اس فنا خانہ میں یہہ ایک دم جو عاریتاً تجھے دیا گیا ہے۔ باوجود تلاش کے پھر ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔

طرفہ ۔ بضم ۔ بمعنی معشوق (غیاث اللغات)۔

آں لعل در آبگینۂ سادہ بیار	۳۷	واں محرم و مونس ہر آزادہ بیار

چوں می دانی کہ مدت عالم خاک		بادلیست کہ زود بگذرد بادہ بیار

خالص آبگینہ میں شراب بھر کر لا۔ شراب جو ہر ایک آزاد منش آدمی کی ہمدم و مونس ہے لے آ۔ تو جانتا ہے کہ عالم خاک کا زمانۂ حیات ہوا کی طرح جلدی گزر جانے والا ہے۔ اس لئے شراب لا۔

سادہ۔ بمعنی خالص۔ (غیاث اللغات)

چوں نیست دریں دائرۂ بے پرکار ہم در مئے لعل و زلفِ دلبر آویز	۳۸	از مایۂ عمر ہیچ برخوردار ویں یکدم خویش را غنیمت میدار

چونکہ اس دائرۂ بے پرکار میں مایۂ حیات سے کوئی شخص کبھی برخوردار نہیں ہوا اس لئے شراب سرخ اور زلفِ معشوق کے ساتھ مشغول رہ۔ اور اس ایک دم کو غنیمت سمجھ۔

دائرہ بے پرکار۔ یعنی عالم کون و فساد۔ بے پرکار اس لئے کہا۔ کہ یہ دائرہ بغیر پرکار کے بنایا گیا ہے۔ حالانکہ بغیر پرکار کے دائرہ بنانا ناممکن ہے۔

رو بر سر افلاک جہان خاک انداز بچہ جائے عبادتست وچہ جائے نماز	۳۹	می میخور و گرد خوبرویاں مے ناز کز جملہ رفتگاں یکے نامد باز

افلاک جہاں کے سر پر خاک ڈال۔ شراب پی اور معشوقوں کی صحبت سے حظ اٹھا۔ نماز اور عبادت کا کیا موقعہ ہے۔ گئے ہوئے لوگوں میں سے ایک بھی واپس نہیں آیا۔

وُہی بات ہے۔ ع

نماز کس کی کہاں کا روزہ ابھی تو شغل شراب میں ہیں
کیسی

ایں چرخ کہ با کسے نمیگوید راز می خور کہ بکس عمر دوبارہ ندہند	۴۰	کشتہ بہ ستم ہزار محمود و ایاز ہر کس کہ شد از جہاں نمی آید باز

یہ آسمان جو اپنے راز کسی کو نہیں بتاتا۔ اس نے ہزاروں محمود اور ہزاروں ایاز ظلم سے مار دئے ہیں۔ شراب پی کہ عمر کسی کو دوبارہ نہیں دی جاتی۔ جو شخص ایک دفعہ دُنیا سے رُخصت ہوگیا۔ پھر واپس نہیں آتا۔

وقت سحر است خیز ایمایۂ ناز کانہا کہ بجایند نہ پایند دراز	۴۱	نرمک نرمک بادہ خور و چنگ نواز زانہا کہ شدند کس نمی آید باز

اے مایۂ ناز! صبح کا وقت ہے۔ اُٹھ۔ آہستہ آہستہ شراب پی۔ اور چنگ بجا۔ کیونکہ جو لوگ موجود ہیں وہ بہت دیر تک زندہ نہیں رہینگے اور جو چلے گئے ہیں اُن میں سے کوئی واپس نہیں آسکتا۔

از عمر تو چونکہ می تراشد شب و روز روز و شب خویش را بشادی گذراں	۴۲	مگذار کہ بر تو خاک پاشد شب و روز ای لیکہ نباشی تو و باشد شب و روز

چونکہ دن اور رات تیری عمر کو کم کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہونے دے کہ زمانہ دن رات تجھ پر خاک ڈالے۔ اپنے دن اور رات کو خوشی سے گزار۔ کیونکہ تو نہیں رہے گا۔ اور دن رات کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

پہلے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ مقراضِ شب و روز سے تیرے جامۂ عمر کی قطع برید کر رہا ہے۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عُمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

۴۳

خیام اگر بادہ پرستی خوش باش
با لالہ رخی اگر نشستی خوش باش
چون عاقبت کار جہان نیستی است
انگار کہ نیستی چو ہستی خوش باش

اے خیام اگر تو بادہ پرست ہے تو خوش ہو۔ اور اگر تو گل رو معشوقوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو خوش ہو۔ جب دنیا کا انجام نیستی ہے تو سمجھ کہ تو نیست ہی ہے۔ جتنی دیر بھی تو زندہ ہے خوش رہ۔

۴۴

از نامدہ ہا زرد مکن چہرۂ خویش
در آمدہ ہا آب مکن زہرۂ خویش
بردار ز دنیای دنی بہرۂ خویش
زان پیش کہ دہر برکشد دہرۂ خویش

جو کچھ ہونے والا ہے اس کے غم میں زرد رو نہ ہو۔ اور جو کچھ ہو چکا ہے اس کی فکر میں اپنے جگر کو پانی نہ کر۔ دُنیائے دوں سے اپنی عیش و عشرت کا حصہ لے۔ پیشتر اس کے کہ زمانہ اپنی تلوار نکالے۔

دہرہ - بفتح - نوعے از شمشیر۔

۴۵

خیام زمانہ از کسی دارد ننگ
کو در غم ایام نشیند دل تنگ
می خور تو در آبگینہ با نالۂ چنگ
زان پیش کہ آبگینہ آید بر سنگ

اے خیام! زمانہ اُس شخص سے عار رکھتا ہے جو دنیا کے غم سے دل کو مغموم رکھے۔ نالۂ چنگ کے ساتھ آب گینہ میں شراب پی۔ پیشتر اس کے کہ تیری عمر کا آبگینہ پتھر پہ گرے۔

آبگینہ بر سنگ آمدن - شیشہ کا پتھر پر گرنا۔ مراد ہلاک ہونا۔

۴۶

ہاں صبح دمید و دامن شب شد چاک
برخیز و صبوح کن چرائی غمناک
می نوش ہلا کہ صبح بسیار دمد
او روئے بما کردہ و ما روئے بخاک

خبردار صبح ہو گئی ہے اور دامن شب چاک ہو گیا ہے۔ اُٹھ اور شراب صبح پی۔ کیوں غم ناک بیٹھا ہے۔ ضرور شراب پی۔ کیونکہ صبح اسی طرح ہوتی رہیگی اس کا مُنہ ہماری طرف ہوگا۔ اور ہمارا اُنہ خاک میں۔

صبوح - شراب صبح خوردن۔ **ہاں** - اور **ہلا** - کلمۂ تنبیہ۔

روحے کہ منزّہ است زآلایش خاک ز دہ تو بہ بادۂ صبوحی مددے	۴۷	مہمان تو آمدہ است از عالم پاک زان پیش کہ گوید انعم اللہ مساک

روح جو آلائش خاک سے پاک ہے۔ عالم بالا سے تیری پاس مہمان ہو کر آئی ہے۔ شراب دے اور شراب صبح سے مدد کر۔ بیشتر اس کے کہ روح تجھے الوداع کہہ جائے۔

انعم اللہ مساک - انعام کند اللہ وقت شام ترا۔ شام کا سلام ہے انگریزی "گڈ ایوننگ" کی طرح۔

با تازہ رُخی تازہ تر از خرمن گل زان پیش کہ ناگہ شود از بادِ اجل	۴۸	از دست مدہ جام مے و دامن گل پیراہن عمر ما چو پیراہن گل

کسی تازہ رو کی صحبت میں جو خرمن گل سے تازہ تر ہو۔ جام شراب اور دامنِ گل کو ہاتھ سے نہ چھوڑ۔ پیشتر اس کے کہ موت کی ہوا سے ہمارا پیراہن عمر اس طرح برباد ہو جائے۔ جیسے بادِ خزاں سے پیراہن گل۔

غالباً یہ رُباعی کمال الدین اسماعیل کی ہے (۱)۔

ما دست بالتفاق با ہم بزنیم خیزیم و دمے زنیم پیش از دم صبح	۴۹	پائے ز نشاط بر سر غم بزنیم کیں صبح بسے دمد کہ ما دم نزنیم

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ کمال الدین اسماعیل ۱۳۰۔

چاہیے کہ باہم مل کر رقص کریں۔ خوشی سے غم کے سر پر لات ماریں۔ اُٹھیں اور صبح سے پہلے سانس لیں۔ کیونکہ صبح بہت ہوتی۔ رہے گی۔ اور ہم سانس نہ لے سکیں گے۔

دست زدن۔ طرب و سرود میں مشغول ہونا۔ رقص کرنا۔ خوشحال ہونا۔

چوں آتش اگر بر آسماں برگزریم درخاک شویم ازانکہ خاکی بودیم	۵۰	ازآب رواں اگرچہ پاکیزہ تریم باد است جہاں بادہ بدہ تا بخوریم

آگ کی طرح اگرچہ ہم آسمان پر بھی پہونچ جائیں۔ اور اگرچہ ہم آب رواں سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوں۔ تاہم ہم کو مٹی میں جانا ہے۔ کیونکہ ہم خاکی ہیں۔ جہان ہوا کی طرح (گزر جانے والا) ہے۔ شراب دے تاکہ پئیں۔

زاں پیش کہ از زمانہ تابے بخوریم ئیں پیک اجل بگاہ رفتن مارا	۵۱	بایکدگر امروز شرابے بخوریم چنداں نہ دہد اماں کہ آبے بخوریم

بیشتر اس کے کہ زمانہ ہمیں پیچ و تاب میں ڈالے۔ چاہیئے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شراب پئیں۔ کیونکہ موت کا قاصد چلنے کے وقت ہم کو اتنی مہلت بھی نہ دے گا۔ کہ ایک گھونٹ پانی پی سکیں۔

تا چند اسیر عقل ہر روزہ شویم دردہ تو بکاسہ مئ ازاں پیش کہ ما	۵۲	در دہر چہ صد سالہ چہ یکروزہ شویم درکارگہ کوزہ گراں کوزہ شویم

کب تک ہم عقل رسمی کے پابند رہیں گے۔ دنیا میں سو سال رہنا یا ایک روز رہنا برابر ہے۔ جام شراب دے بیشتر اس کے کہ ہم کوزہ گروں کے کارخانہ میں کوزہ بنجائیں۔

ترسیم کہ چو بعد ازیں بعالم نرسیم اینِدم کہ دریم غنیمت شمریم	۵۳	باہم لفساں نیز فراہم نرسیم شاید کہ بعمر خود دریں دم نرسیم

میں ڈرتا ہوں کہ جب اس کے بعد ہم دنیا میں نہیں آسکتے اور اپنے دوستوں کے ساتھ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہی دم جو موجودہ ہے اسی کو غنیمت سمجھیں۔ شاید کہ یہ دم پھر ہماری زندگی میں ہمارے نصیب نہ ہو۔

آں لحظہ کہ از اجل گریزاں گردم عالم زنشاط دل لغربال کنم	۵۴	چوں برگ زشاخ عمر ریزاں گردم زاں پیش کہ خاکِ خاک بیزاں گردم

جس وقت میں موت سے بھاگوں گا (ڈروں گا) پتے کی طرح عمر کی ٹہنی سے گر پڑوں گا۔ چاہیے کہ دل کی خوشی سے میں جہان کو چھان ڈالوں بیشتر اس کے کہ میں کمہاروں کی مٹی بنوں۔
خاک بیز ۔ مٹی گوندھنے والا۔ کمہار۔

تا کے غم آنخورم کزیں دہر کہن زاں پیش کہ رخت ازیں سرابر بندم	۵۵	زاحوال مرا نہ سر پدید است نہ بن ساقی بدہم مے کہ ہمیں است سخن

میں کب تک اس بات کا غم کروں کہ اس جہان میں حالاتِ زمانہ کا سر پاؤں مجھ پر ظاہر نہیں۔ بیشتر اس کے کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اے ساقی مجھے شراب دے کہ اصل بات یہی ہے۔

اکنوں کہ زند ہزار دستاں دستاں برخیز و بیا کہ گل بشادی میگفت	۵۶	خر بادۂ لعل از کفِ مستاں بستاں روزے دو سہ داد خود زبستاں بستاں

اس وقت کہ بلبل نغمہ سرائی کر رہی ہے۔ مستوں کے ہاتھ سے سوائے شراب سرخ کے کچھ نہ لے۔ اُٹھ۔ اور آ۔ کیونکہ پھول شگفتہ ہو کر کہہ رہا ہے کہ یہی دو تین دن ہیں باغ سے حظ اُٹھا لے۔

ہزار دستان۔ ہزار داستان۔ بلبل۔ **دستاں**۔ داستان۔ **دستاں زدن**۔ نغمہ سرائی کرنا۔ **مستاں**۔ جمع مست۔ **مستاں**۔ نہ ستاں۔ نہ لے۔ **بستاں**۔ بوستاں۔ باغ **بستاں**۔ بہ ستاں۔ لے لے۔

برداپیالہ و سبوای دل جو کیں چرخ بسی قد بتان مہ رو	۵۷	بگیر بگرد سبزہ زار و لب جو صد بار پیالہ کرد و صد بار سبو

اے معشوق! پیالہ اور سبو اُٹھا۔ سبزہ زار اور لب جو پر بیٹھ کر جام مئے پی۔ کیونکہ آسمان بہت سے مہ رو معشوقوں کے جسموں کو کئی دفعہ پیالہ بنا چکا ہے اور کئی دفعہ سبو۔

ایں چرخ فلک بہر ہلاک من و تو بر سبزہ نشیں پیالہ کش دیر نماند	۵۸	قصدی دارد بجان پاک من و تو تا سبزہ بروں دمد ز خاک من و تو

آسمان کا دور مجھے اور تجھے ہلاک کرنے کے لئے تیری اور میری پاک جان کا قصد رکھتا ہے۔ سبزہ پر بیٹھ اور شراب پی کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد میری اور تیری مٹی پر سے سبزہ اُگے گا۔

ای یار ز روزگار باش آسودہ چوں کسوت عمر بر تنت چاک شود	۵۹	واندوہ زمانہ کم خور از بیہودہ چہ کردہ و چہ گفتہ و چہ نابودہ

اے دوست! زمانے کی طرف سے آسودہ ہو کر بیٹھ۔ خواہ مخواہ دنیا کا

بیہودہ غم نہ کھا۔ جب کہ تیری عمر کا لباس تیرے جسم پر چاک ہوجانے والا ہے۔ تو کردہ اور ناکردہ۔ گفتہ و ناگفتہ اور بودہ و نابودہ برابر ہے۔

اندیشۂ عمر بیش از شصت مَنہ زاں پیش کہ کاسۂ سرت کوزہ کنند	۶۰	ہر جا کہ قدم نہی بجز مست مَنہ رو کوزہ فروش و کاسہ از دست مَنہ

ساٹھ سال سے زیادہ عمر کی توقع نہ رکھ۔ جس جگہ تو قدم رکھے مست ہو کر رکھ۔ پیشتر اس کے کہ تیرے کاسۂ سر سے کوزہ بنائیں۔ جا کوزہ فروشی کر اور پیالہ ہاتھ سے نہ چھوڑ۔

از دست علوم جملہ بگریزی بہ زاں پیش کہ روزگار خونت ریزد	۶۱	واندر سرِ زلف دلبر آویزی بہ تو خون قرابہ در قدح ریزی بہ

علوم کے درس و تدریس سے تو جتنا دور رہے۔ اچھا ہے۔ کسی معشوق کی زلف کا وابستہ ہوجائے تو اچھا ہے۔ پیشتر اس کے کہ زمانہ تیرا خون گرائے۔ بہتر ہے کہ تو صراحی کے خون (شراب) کو پیالہ میں گرائے۔

قرابہ۔ صراحی۔ خون قرابہ سے مُراد شراب۔

بنگر ز صبا دامن گل چاک شدہ ہیں بادہ خور یدکاؤ بسیا گل کز باد	۶۲	بلبل ز جمال گل طربناک شدہ بر خاک فرو ریزد و در خاک شدہ

دیکھ کہ پھول کا دامن باد بہاری سے چاک ہوگیا ہے (یعنی پھول شگفتہ ہوگیا ہے) اور بلبل پھول کے جمال سے خوش ہوگئی ہے۔ ضرور شراب پیو۔ کیونکہ بہت پھول باد خزاں سے زمین پر گر کر مٹی میں مل جائیں گے۔

ہین۔ کلمہ کہ برائے تنبیہ و آگاہی و اطلاع و خبرداری استعمال شود۔

در دہ مئے لعل مشکبو ایساقی یک کوزہ مئے بدہ زاں پیش کہ دہر	۶۳	تا باز رہم ز گفتگو اے ساقی خاک من و تو کند سبو اے ساقی

اے ساقی سرخ خوشبودار شراب دے تاکہ میں قیل و قال سے چھوٹ جاؤں ۔ شراب کا ایک کوزہ دے بیشتر اس کے کہ زمانہ میری اور تیری خاک سے سبو بنائے ۔

بشگفت شگوفہ مئے بیار ایساقی زاں پیش کہ اجل کمیں کند ۔ روزی چند	۶۴	دست از عمل زہد بدار ایساقی جام مئے لعل و جوئبار ایساقی

اے ساقی شگوفے کھل گئے ہیں ۔ زہد کے کاموں سے ہاتھ اُٹھا ۔ اور بیشتر اس کے کہ موت ہماری گھات میں بیٹھے ۔ لب جو پر بیٹھ کر شراب سُرخ کا پیالہ پی ۔

در سنگ اگر شوی چو نار ایساقی خاکیست جہاں غزل بخواں ایساقی	۶۵	ہم آب اجل کند گزار ایساقی باد است نفس بادہ بیار ایساقی

اے ساقی اگر تو آگ کی طرح پتھر میں چھپ جائے ۔ موت کا پانی تجھے وہاں بھی بجھا دے گا ۔ جہان خاک ہے اے ساقی غزل پڑھ ۔ سانس ایک ہوا ہے اے ساقی شراب لا ۔

اربعہ عناصر کی رعایت ظاہر ۔ مطلب یہ ہے کہ موت سے چارہ نہیں
وَلَوْ كَانُوْا فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ط

صبح خوش و خرم است خیز ای ساقی جامی بمن آر و خوش غنیمت میداں	۶۶	در شیشہ کن شراب از شب باقی ایں یکدم عمر را کہ فرد افانی

اے ساقی! اُٹھ۔ کہ صبح خوش و خرم ہے۔ رات کی بچی ہوئی شراب شیشہ میں ڈال۔ ایک پیالہ مجھے دے۔ اور اس ایک دم کو غنیمت جان۔ کیونکہ کل خاک ہو جانا ہے۔

زاں کوزۂ مَی کہ نیست دروے ضررے زاں پیشتر ای صنم کہ در رہ گذرے	۶۷	پُر کن قدحی بخور بمن دہ دگرے خاکِ من و تو کوزہ کنند کوزہ گرے

اے معشوق شراب کے اُس کوزے سے جس میں کچھ ضرر نہیں ایک پیالہ بھر کر خود پی اور ایک مجھے دے۔ پیشتر اس کے کہ کسی رستے میں میری اور تیری خاک سے کوئی کوزہ گر کوزہ بنائے۔

ہنگام صبوح ای صنم فرخ پے کافگند بخاک صد ہزاراں جم و کے	۶۸	برساز ترانہ و بیش آور مے ایں آمدن تیر مہ و رفتن دے

اے مبارک قدم معشوق۔ صبح کا وقت ہے۔ کوئی ترانہ چھیڑ۔ اور شراب سامنے لا۔ کیونکہ ماہ تیر کے آنے اور ماہِ دے کے جانے نے ہزاروں جمشید اور ہزاروں کیخسرو خاک میں ملا دئے۔

تیر - اور **دے**۔ فارسی مہینوں کے نام ہیں۔

گر ہست ترا و زیں جہاں دسترسے بیش از من و تو بیا زمودند بسے	۶۹	ہاں تا نزلی بے مئے و ساقی نفسے دنیا نہ کند وفا برادر بہ کسے

اگر دنیا میں تجھ سے ہو سکے تو شراب اور ساقی کے بغیر ایک سانس بھی نہ لے۔ کیونکہ ہم سے پہلے لوگوں نے بہت آزمایا ہے۔ اے بھائی دنیا نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔

پیری دیدم بخانۂ خمارے	۷۰	گفتم نہ کنی ز رفتگاں اخبارے

گفتا مے خور کہ ہمچو من بسیارے		رفتند و خبر باز نیامد بارے

شراب خانے میں میں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا۔ اور اُس سے پوچھا۔ کہ کیا تجھے رفتگان کی کچھ خبر ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ شراب پی کیونکہ مجھ جیسے بہت پہلے جا چکے ہیں اور کسی کی کچھ خبر نہیں آئی۔

برگیر پیالہ و سبو اے دل جو کین چرخ ز صورت بتان مہ رو	۷۱	بخرام بسوئے سبزہ زار و لب جو صد بار پیالہ کرد و صد بار سبو

اے معشوق اُٹھ اور پیالہ و سبو ہاتھ میں لے کر کسی سبزہ زار اور لب جوئے پر جا۔ کیونکہ اس آسمان نے مہرو معشوقوں کے جسم سے کئی دفعہ پیالے اور کئی دفعہ سبو بنائے ہیں۔

ای آنکہ نتیجۂ چہار و ہفتی مے خور کہ ہزار بار بیشت گفتم	۷۲	در ہفت و چہار دائم اندر تفتی باز آمدنت نیست چو رفتی رفتی

اے کہ تو اربعہ عناصر اور ہفت سیارے کا نتیجہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تو دُنیا کی کشش و پیچ سے مصیبت میں گرفتار ہے۔ شراب پی۔ میں پہلے بھی تجھے ہزار بار کہہ چکا ہوں۔ کہ جب تو ایک دفعہ گیا۔ تو سمجھ کہ ہمیشہ کے لئے گیا۔ پھر واپس نہیں آ سکے گا۔

چہار و ہفت۔ چہار سے مُراد۔ اربعہ عناصر خاک۔ باد۔ آتش۔ آب۔ جن سے انسانی جسم مرکب ہے۔ ہفت سے مُراد۔ سات سیارے زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ آفتاب۔ زہرہ۔ عطارد۔ قمر۔ جن سے دنیا کا نظم و نسق متعلّق ہے۔ (ہفت قلزم)

تا کے غم آن خورم کہ دارم یا نے	۷۳	وایں عمر بخوشدلی گذارم یا نے

پُرکن قدح بادہ کہ معلوم نیست		کیں دم کہ فرو برم بر آرم یا نے

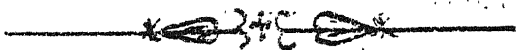
میں اس بات کا کب تک غم کروں ۔ کہ دولت دنیا میرے پاس ہے یا نہیں یا یہ کہ میں عمر خوشدلی سے گزاروں یا نہ ۔ شراب سے پیالہ بھر ۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ سانس جو اندر سے جا رہا ہوں باہر آئیگی یا نہیں ۔

تا کے ز غمِ زمانہ محزوں باشی	۷۴	با چشم پُر آب و دل پُر خوں باشی
مے نوش و بہ عیش کوش خوشدل میباش		زاں پیش کزیں دائرہ بیروں باشی

تو کب تک دُنیا کے غم سے غمگین رہے گا ۔ کب تک روتا رہے گا ۔ اور دل کو پُرخون رکھے گا ۔ شراب پی ۔ عیش کر اور دل کو خوش رکھ ۔ بیشتر اس کہ تو دُنیا سے چلا جائے ۔

دُنیا نفسے و من درو یک نفسے	۷۵	اندر نفسے چند تواں زد نفسے
شکرانہ آں کہ زندہ خوش میباش		ایں عالم بے وفا نماندہ بہ کسے

دنیا ایک دم ہے اور میں اس میں ایک دم کے لئے ہوں ۔ ایک دم میں انسان کتنے سانس لے سکتا ہے ۔ اس بات کے شکریہ میں کہ تو ابھی زندہ ہے ۔ وقت کو خوشی سے گزار ۔ کیونکہ یہ بے وفا دنیا کسی کے ساتھ نہیں رہی ۔



اخفائے راز

محرم راز دل شیدائے من
کس نمی بینم ز خاص و عام را
(حافظ)

محرمانِ راز کی دنیا میں کمی ہے۔ اس لئے اخفائے راز ضروری ہے ہر کس و ناکس کو راز کی باتیں بتانا اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ حکیم صاحب کی زبان حکمت بیان بھی اس مضمون پر خاموش نہیں رہی۔ فرماتے ہیں۔

سر از ہمہ ناکساں نہاں باید داشت بنگر کہ بجائے مردماں مے چہ کنی	۱	راز از ہمہ ابلہاں نہاں باید داشت چشم از ہمہ مردماں نہاں باید داشت

بھید تمام نااہلوں سے پوشیدہ رکھنا چاہئے۔ راز کی بات تمام بے وقوفوں سے مخفی رکھنی چاہئے۔ دیکھ کہ تو اپنی مردم چشم کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ اسی طرح آنکھ تمام لوگوں سے پوشیدہ رکھنی چاہئے۔

مردم - ۱۔ مردم چشم آنکھ کی پتلی۔ ۲۔ لوگ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنکھ کی پتلی آنکھ کو نہیں دیکھ سکتی۔ اسی طرح تو اپنی آنکھ کو (یعنی اسرار و اشارات کو) لوگوں سے پوشیدہ رکھ۔

تیسرے اور چوتھے مصرعے کے معنی اس طرح بھی بیان ہو سکتے ہیں کہ دیکھ تیرا لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہے۔ اس لئے ان سے اخفائے راز میں امانت و دیانت کی خواہش فضول ہے۔ لہذا اُن کو کوئی راز کی بات ہرگز

سے بتانی ہی نہیں چاہیئے۔

اسرار جہاں چنانکہ در دفتر ماست چوں نیست دریں مرحلہ ناداں اہلے	۲	گفتن نتواں زانکہ وبال سر ماست نتواں گفتن ہر آنچہ در خاطر ماست

دُنیا کے بھید جیسے کہ ہمارے دفتر میں ہیں۔ وہ کسی کو بتا نہیں سکتے۔ کیونکہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ چونکہ ان نادان لوگوں میں کوئی اہل نہیں ہے۔ اس لئے جو کچھ ہمارے دل میں ہے اُس کو ظاہر نہیں کر سکتے۔

با ہر بد و نیک از نتوانم گفت حالے دارم کہ شرح نتوانم داد	۳	دارم سخنے دراز نتوانم گفت رازے دارم کہ باز نتوانم گفت

میں ہر ایک نیک اور بد کو راز نہیں بتا سکتا۔ ایک لمبی بات میرے دل میں ہے جو کسی کو نہیں کہہ سکتا۔ میں ایک ایسی حالت رکھتا ہوں۔ کہ اُس کی تشریح نہیں کر سکتا۔ اور ایک ایسا بھید رکھتا ہوں۔ جو کسی پر ظاہر نہیں کر سکتا۔

یا بس آ و رحمان ہو

باغباں گل نہ گرفتم زمن آزردہ مشو
پارہ ہائے جگر خویش بدامان کردم

محرومی قسمت کی شکایت ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔ خصوصاً فضلائے روزگار کو تو یہہ شکایت عام ہے۔ صبر کر کے بیٹھ رہنا اور بات ہے۔ وگرنہ دنیا میں جو آیا۔ ناشاد گیا۔

بوئے گل۔ نالۂ دل۔ دودِ چراغِ محفل		جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

حکیم صاحب اگرچہ متوکل آدمی تھے۔ اور دُنیا کے نشیب و فراز کی چنداں پرواہ نہ کرتے تھے۔ تاہم اپنی ناکامیوں کے شکوے سے زبان بند نہ کر سکے۔

چو ابر من بہوائے تو از جہاں رفتم		گلے نہ چیدم و گریاں ز گلستاں رفتم

ایام بہ کامے نرساند مارا ایزد ندہد حلال و ابلیس نگر	۱	واز دوست پیامے نرساند مارا کو ہم بحرامے نہ رساند مارا

زمانہ ہماری مطلب برآری نہیں کر سکتا۔ اور دوست کی طرف سے کوئی پیغام نہیں پہنچاتا۔ ادھر خدا نے مال حلال سے ہمیں محروم کیا ہے۔ ادھر شیطان کو دیکھو کہ مال حرام بھی ہمیں نہیں دیتا۔

عمری بگل و بادہ برفتیم بہ گشت بارے چو نشد ہیچ مرادم حاصل	۲	یک کارِ من از ہر دو جہاں راست نگشت از ہر چہ گذشتیم گذشتیم گذشت

تمام عمر ہم گل و مل کے پیچھے پھرتے رہے۔ لیکن دونوں جہانوں میں ہمارا ایک کام بھی حسب منشا نہ ہوا۔ جب ہماری کوئی مُراد بھی حاصل نہوئی تو جو کچھ ہو چکا ہے یا ہوتا ہے ہونے دو ہمیں کیا۔

بسیار بگردیم بگرد در و دشت در ناخوشی زمانہ بارے عمرم	۳	یک کارِ من از گشت ہمی نیک نگشت گر خوش بگذشت یکدمی خوش بگذشت

شہر و صحرا میں ہم بہت پھرے۔ لیکن اس پھرنے سے ہمارا ایک کام

بھی درست نہ ہوا۔ دُنیا کی ناخوشی میں اگر ہماری زندگی کا ایک لمحہ بھی خوشی سے گزر گیا۔ تو سمجھو کہ اچھا گزر گیا۔

ای دل چو نصیب تو ہمہ خون شدن است ای جان تو درین تنم چہ کار آمدہ	۴	احوال تو ہر لحظہ دگرگون شدن است چون عاقبت کار تو بیرون شدن است

اے دل جب تیرے نصیب میں خون ہونا ہے۔ اور تیرا حال ہر وقت دگرگوں ہوتا ہے۔ اے جان تو میرے جسم میں کس لئے آئی ہے۔ جبکہ آخر کار تجھ کو جسم سے نکل جانا ہے۔

نہ لائق مسجدم نہ درخور کنشت چون کافر درویشم و چون قحبہ زشت	۵	داناست خدا کہ گل ما از چہ سرشت نہ دین نہ دنیا و نہ امید بہشت

میں نہ مسجد کے لائق ہوں نہ دیر کے لائق۔ خدا جانے ہمارا جسم کیسی مٹی سے بنایا گیا ہے۔ میں کافر نادار کی مثال ہوں یا قحبہ بدشکل کی مثال۔
نہ دین کی بہبودی نہ دُنیا کی بہتری اور نہ بہشت کی اُمید۔
قحبہ = زن بدکار۔ انسان کی اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہوگی۔ کہ کافر بھی ہو اور نادار بھی۔ یا قحبہ بھی ہو اور بدشکل بھی۔

نہ شگوفہ نہ برگے نہ ثمر نہ سایہ دارم		ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا
از گردش چرخ ہیچ مفہومم نیست ہرچند بکار خویش در می نگرم	۶	جز رنج زمانہ ہیچ موہومم نیست عمری بگذشت و ہیچ معلومم نیست

آسمان کی گردش کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ سوائے رنج و غم کے میں نے دنیا میں کچھ نہ دیکھا۔ اپنے کاروبار میں غور کرتے عُمر گزر گئی۔ مگر اب تک کچھ معلوم نہ ہوا۔

رفتم بخرابات بایمان درست شاگرد خرابات ز بدنامیٔ من	۷	زنّار مغاں را بمیاں بستم چست رختم بدر افگند و خرابات بشست

میں خراباتِ مغاں میں درست ایمان لے کر گیا۔ اور زنّار اچھی طرح سے کمر میں باندھی۔ لیکن خرابات کے شاگرد نے میری بدنامی کے باعث میرا اسباب خرابات سے باہر پھینک دیا۔ اور خرابات کو دھو ڈالا۔

بحریم کعبہ رفتم بہ حرم رہم ننہادند		کہ برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

ساقی نظری کہ دل ز اندیشہ تہی ست ہر شب ز حباب کف زدی شیشۂ چرخ	۸	شیراں ہمہ رفتند و سر بیشہ تہی ست امروز کہ دورِ ما بود شیشہ تہی ست

اے ساقی لطف کی نظر کر۔ کہ دل تمام اندیشوں سے خالی ہو گیا ہے۔ شیر سب چلے گئے ہیں اور جنگل خالی پڑا ہے۔ آسمان کی صراحی ہر رات کو جوشش مے سے جھاگ نکالتی تھی۔ آج جو ہماری باری آئی تو صراحی خالی ہے۔

اسی مضمون پر ہے۔

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند		تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

دادم بامید روزگارے بر باد زاں می ترسم کہ روزگارم ندہد	۹	نابودہ ز روزگار خود روزے شاد چندانکہ ز روزگار بستانم داد

میں نے امید میں ساری عمر برباد کر دی۔ اور ایک دن بھی میں اپنے اوقات سے خوش نہیں رہا۔ مجھے ڈر ہے کہ زمانہ مجھے اتنی فرصت نہیں دیگا کہ میں زمانے سے اپنا انصاف (یا بدلہ) لے سکوں۔

یہ رباعی رباعیات انوری میں بھی موجود ہے۔ (۱)

(۱) دیکھو کلیات انوری نولکشوری صفحہ ۷۵۶

خوں از دلِ افگار بروں می آید گر خوں بچکد از مژہ ام نیست عجب	۱۰	واز دیدۂ خونبار بروں می آید زیرا کہ گل از خار بروں می آید

میرے زخمی دل سے خون بہہ رہا ہے۔ اور خونبار آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے۔ اگر میری پلکوں سے خون ٹپکتا ہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ پھول ہمیشہ کانٹوں سے ہی نکلتا ہے۔

مرزا غالب تو اس خون کو خون ہی نہیں کہتے۔ جو آنکھوں سے نہ ٹپکے۔

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

ہم دستِ من تشنہ بجامے نرسید وآں دل کہ بماندہ بود در ناکامی	۱۱	ہم پائے تمنا بمقامے نرسید ہم عاقبت الامر بکامے نرسید

مجھ تشنہ کام کے ہاتھ پیالے تک نہ پہونچے۔ اور تمنا کے پاؤں منزلِ مقصود تک نہ پہونچے۔ وہ دل جو تمام عمر ناکامی میں رہا۔ آخرکار بھی مطلب پر نہ پہنچا۔

اسی مضمون پر انوری کی رُباعی ہے۔

شد عمر زمانہ را جوادے نرسید دستے کہ بدامنِ قناعت بزدیم		واز نامۂ آرزو سوادے نرسید دردا کہ بدامن مُرادے نرسید

تا چند ازیں حیلہ و زرّاقی عُمر ہیں کہ من از سبزہ ودو غدغہ اش	۱۲	تا چند دہد دُرد ہرا ساقی عمر ہوں جرعہ بخاک ریزم این باقی عُمر

عُمر کے یہ حیلے اور مکروفریب تا کجے۔ کب تک عمر کا ساقی مجھے تلچھٹ

پلائے گا۔ نوبت یہاں تک پہونچے گی کہ میں اس کی ستیزہ کاری اور کاوشوں سے باقی عمر کو جرعۂ شراب کی طرح زمین پر گرادوں گا۔

ای چرخ مکش مرا بہ بدمستی خویش من خود ز غم خویش و تہیدستی خویش	۱۳	بشناس بلندی من و پستی خویش پیوستہ ملول باشم از ہستی خویش

اے آسمان! اپنی بدمستی سے مجھے نہ مار۔ اپنی پستی کو اور میری بلندی کو پہچان۔ میں خود ہی اپنی ناداری اور غمگینی کی وجہ سے ہمیشہ اپنی زندگی سے بیزار رہتا ہوں۔

رکھو گلدر نہ بس ای چرخ تو اتنا ہم کو
ہم نے مانا کہ کیا خاک سے پیدا ہم کو
(ذوق)

اسی مضمون پر ہے۔

کسی بیکس کو ای بیداد گر مارا تو کیا مارا		جو خود ہی مر رہا ہو اُس کو گر مارا تو کیا مارا

ای چرخ فلک نہ نان شناسی نہ نمک از چرخ زنی دو شخص پوشیدہ شوند	۱۴	پیوستہ مرا برہنہ سازی چو سمک پس چرخ زنے بہ ز تو ای چرخ فلک

اے چرخ فلک! تو نہ روٹی پہچانتا ہے نہ نمک۔ ہمیشہ مجھے مچھلی کی طرح ننگا کرتا ہے۔ چرخہ کاتنے سے آدمیوں کی پردہ پوشی ہوتی ہے۔ پس اے چرخ فلک! چرخہ کاتنے والی تجھ سے اچھی ہے۔

پہلے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ تجھے نان و نمک دینا نہیں آتا۔ صرف ذلیل کرنا آتا ہے۔

تا کے ز جفاہای تو ای چرخ فلک	۱۵	از بہر خدا جور کن آہستہ ترک

من سوختہ ام تمام و ہر لحظہ تو نیز		بر سوختہ می برافگنی سودہ نمک

اے چرخ فلک تیرے ظلم کب تک رہیں گے۔ خدا کے لئے تھوڑا ظلم کر۔ میں تمام تر جل گیا ہوں۔ اور تو ہر وقت جلے ہوئے پر پیا ہوا نمک ڈالتا ہے۔

در راہ تو تا اسپ طرب تاختہ ایم قصّہ چہ کنم کہ باب نشناختہ ایم	۱۶	با عیش و طرب دمی نپرداختہ ایم در منزل دزد آشیاں ساختہ ایم

تیری راہ میں جب سے ہم نے خوشی کا گھوڑا دوڑایا ہے۔ اس وقت سے کبھی ایک دم بھی خوشی سے نہیں گزارا۔ باتیں کیا بنائیں کہ ہم نے حقیقت کو ہی نہیں سمجھا۔ اور چوروں کی منزل میں اپنا گھر بنایا ہے۔

زینگونہ کہ من کار جہاں می بینم سبحان اللہ بہر چہ در می نگرم	۱۷	عالم ہمہ رائگاں براں می بینم ناکامی خویشتن دراں می بینم

جس طرح میں دنیا کے کاروبار کو دیکھ رہا ہوں۔ تمام جہان کو دیکھتا ہوں کہ فضول اس کام پر لگا ہوا ہے۔ سبحان اللہ میں جدھر نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں۔ اپنی ناکامیابی ہی نظر آتی ہے۔

در دائرہ وجود دیر آمدہ ایم چون عمر نہ بر مراد ما می گزرد	۱۸	واز پایۂ مردمی بزیر آمدہ ایم ایکاش سر آمدی کہ سیر آمدہ ایم

ہم دائرہ وجود میں دیر کر کے آئے ہیں۔ اور مردمی کے پایہ سے نیچے اترے ہوئے ہیں۔ جب عمر ہماری منشا کے مطابق نہیں گزرتی تو کاش عمر جلدی ختم ہو جاتی کہ ہم اس سے بیزار ہو چکے ہیں۔

یک روز ز بند عالم آزاد نیم شاگردی روزگار کردم بسیار	۱۹	یک دم زدن از وجود خود شاد نیم در دور جہاں ہنوز اُستاد نیم

میں ایک دن بھی دُنیا کی قید سے آزاد نہیں ہوتا - ایک دم کے لئے بھی اپنی ہستی سے خوش نہیں رہتا میں نے مدتوں زمانے کی شاگردی کی شاگردی کی لیکن دورِ جہاں میں اب تک میں اُستاد نہیں ہوا -

تیو دشام وسحر میں بسر ہوئی لیکن
نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا

از آمدن و رفتنِ ما سودے کو در چنبرِ چرخ جانِ چندیں پاکاں	۲۰	واز تارِ امیدِ عمرِ ما پودے کو می سوزد و خاک می شود دودے کو

دُنیا میں ہمارے آنے اور جانے سے کیا فائدہ ہے - ہماری عمر کا جامۂ امید بے تار و پود ہے - آسمان کے دائرہ میں کتنے ہی پاک آدمیوں کی جانیں جل کر خاکستر ہو رہی ہیں - اور دھواں بھی نہیں اُٹھتا -

سوختیم و سوزشِ ما بر کسے ظاہر نہ شد
چوں چراغانِ شبِ ماہتاب بیجا سوختیم

دل دست بطرّہ طرب ناوردہ افسوس بشب رسید روزِ عمرم	۲۱	جامِ مئے خوشدلی بلب ناوردہ روزے بمرادِ دل بشب ناوردہ

ہمارے دل کا ہاتھ کبھی خوشی کے طُرّہ پر نہیں پہونچا - اور کبھی خوشدلی کی شراب کا پیالہ ہمارے لبوں تک نہیں پہونچا - افسوس ہے کہ ہماری عُمر کا زمانہ ختم ہو چکا - اور ایک دن بھی ہم نے دل کی مراد

حاصل نہ کی۔
روز بہ شب آوردن۔ دن گزارنا۔

خوں نابہ کشی مُدام کی ہے ہم نے		ہر صبح غموں میں شام کی ہے ہم نے
یہ مہلت کم کہ جسکو کہتے ہیں عمر		مر مر کے غرض تمام کی ہے ہم نے

(میر محمد تقی)

ساقی دل من ز مردہ فرسودہ تراست	۲۲	کو زیر زمین ز من آسودہ تراست
ہر چند بخون دیدہ دامن شویم		دامان ترم ز دیدہ آلودہ تراست

اے ساقی میرا دل مُردوں سے بھی زیادہ افسردہ ہے۔ مردے زمین کے نیچے مجھ سے زیادہ آرام میں ہیں۔ گو (ندامت کی وجہہ سے) میں خون کے آنسو بہا بہا کر اپنے ناپاک دامن کو دھوتا رہتا ہوں۔ تاہم میرے دامن کی ناپاکی میرے اشک ندامت سے بہت زیادہ ہے۔
دامان تر ۔ تردامنی۔ گناہگاری کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ میں اتنا گناہگار ہوں کہ اشک ندامت سے صاف نہیں ہو سکتا۔



خدا کی رحمت اور مغفرت اور طاعتِ خلق سے بے نیازی

مُرغِ طبع اندر ہوائے معصیت نگشودہ بال
عفوِ تو شاہینِ رحمت را بران انداختہ
(عرفی)

خداوند تعالےٰ کو رحمٰن ۔ رحیم ۔ غفّار ۔ حلیم ۔ غفور ۔ کریم ۔ بَرّ ۔ عفوّ ۔ رؤف کہتے ہیں ۔ اور ان ناموں کا ورد کرتے ہیں ۔ آدمی کتنا ہی پارسا اور پرہیز گار ہو ۔ اپنی طاعت اور عبادت پر ہرگز بھروسہ نہیں کر سکتا ۔ اس لئے تمام لوگ خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے ہی طالب ہوتے ہیں ۔ اور ہمیشہ اوس کے عفو و کرم کے ہی امیدوار ہوتے ہیں ۔ خدا سے عدل و انصاف کا کبھی کسی نے تقاضا نہیں کیا اور نہ ایسا تقاضا کوئی کر سکتا ہے ۔ اس کے غضب سے تمام دنیا ڈرتی ہے ۔ اور سوائے اوس کی آغوشِ رحمت کے کسی کا کوئی ملجا و ماوا نہیں ۔ انسان کی رستگاری صرف اُس کی مغفرت پر منحصر ہے ۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر اُس کا دامنِ عاطفت وسیع نہ ہو تو اوس کے قہر و غضب سے کسی کو نجات نہیں ہو سکتی ۔ انسان خطا اور نسیان کا پُتلا ہے اگر اوس کا حساب نرمی سے

نہ لیا جائے تو اُس کی عبادت اور پرہیزگاری اوس کو رہائی نہیں دلا سکتی
اسی واسطے اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ

"سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ"

یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔

گرفتِ تو در حشر دائم شگفت	کہ لطفِ تو بر قہر سبقت گرفت

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللہُ بِکُمْ وَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللہَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ) یعنی قسم ہے اوس ذات کی کہ میری جان اُس کے ہاتھ میں ہے۔ کہ اگر تم بالکل گناہ نہ کرو تو البتہ اُٹھالے گا تم کو اللہ تعالے۔ اور لے آئیگا ایک قوم کو جو گناہ کریں گے۔ اور پھر بخشش مانگیں گے اللہ تعالیٰ سے اور وہ اون کو بخشے گا۔

حقیقت میں اگر انسان کی سزا اور جزا اوس کے نامۂ اعمال کے موازنہ پر ہی منحصر ہو تو نتیجہ معلوم ہے۔ کسی حساب کی چنداں ضرورت نہیں۔ اسی لئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ۔

اگر خشم گیری بہ قدرِ گناہ	بدوزخ فرست و ترازو مخواہ

پس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آدمی ہر وقت خدا کی مغفرت کا طالب رہے۔ اور اوس کے لطف و کرم پر بھروسہ رکھے۔
لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان خدا کی رحمت پر مغرور ہو کر گناہوں سے نہ ڈرے۔ اس معاملے میں صرف شاعروں نے ہی نہیں بلکہ اور لوگوں نے بھی حد اعتدال سے تجاوز کیا ہے۔ یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اگر خداوند تعالے نے صرف عبادت اور پرہیزگاری کے بدلے ہی

آدمی کو جنت میں بھیجے تو یہ بیچ و شرے ہوئی مغفرت کیسی - یہ افراط و تفریط کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتی - اس کا فیصلہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کیا ہے - فرماتے ہیں -

اے غرّہ برحمت خداوند		در رحمت او کسے چہ گوید
ہر چند موثر است باراں		تا دانہ نیفگنی نہ روید

حکیم صاحب کی بعض رباعیاں بھی سخت ہیں - لیکن شاعر کیا کرے نہیں سکتے - شاعروں کو حدود شرعی میں محدود رکھنا امکان سے باہر ہے - شاعر کو اگر کوئی لطیفہ سوجھ جائے - تو وہ اس کو نظم کئے بغیر رہ نہیں سکتا -

با ایں ہمہ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے اس باب میں اگرچہ گستاخی کی ہے - تاہم بعض رباعیوں میں اس کی تلافی بھی کر دی ہے - اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زبان ہو کر یہ بھی کہہ دیا ہے کہ

بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نہ بود ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

نیز دیکھو رباعی نمبر (۱۸) (۲۱) (۲۲) باب ہذا -

ساقی قدحے کہ کارساز است خدا	۱	در رحمت خود بندہ نواز است خدا
می خور بہار و از طاعت مغرور مشو		کز طاعت خلق بے نیاز است خدا

اے ساقی شراب کا پیالہ دے کہ خدا کارساز ہے - اور اپنی رحمت میں وہ بندہ نواز ہے - بہار کے دنوں میں شراب پی اور اپنی طاعت و عبادت پر مغرور نہ ہو - کیونکہ خدا خلقت کی طاعت سے بے نیاز ہے -

طاعت فروشی - اپنی عبادت اور پرہیزگاری پر غرور کرنا - عبادت اور پرہیزگاری کا اظہار کرنا -

خیام زبہر گنہ ایں ماتم چیست آنرا کہ گنہ نکرد غفراں نبود	۲	درخوردن غم فائدہ بیش و کم چیست غفراں زبرائے گنہ آمد غم چیست

اے خیام! گناہ کے لئے کیوں ماتم کرتا ہے۔ اس غم کھانے سے کیا فائدہ ہے۔ کچھ گھٹ بڑھ نہیں سکتا۔ جس شخص نے گناہ ہی نہ کیا ہو۔ اُس کے لئے مغفرت کیسی۔ مغفرت تو گناہ ہی کے لئے آئی ہے کیا غم ہے۔

پارساؤں میں چلا زاہد جب اُسکو ڈھونڈنے		مغفرت بولی ادھر آ میں گنہگاروں میں ہوں

امیر خسرو اسی مضمون پر فرماتے ہیں۔

خسروا چند از گنہ ترسی		رو کہ عفو خدا اسے معتبر است

آباد خرابات زمے خوردن ماست گر من نہ کنم گناہ رحمت چہ کند	۳	خون دو ہزار توبہ در گردن ماست آرائش رحمت زگنہ کردن ماست

میخانہ ہماری شراب خوری سے آباد ہے۔ ہزار ہا توبہ کا خون ہماری گردن پر ہے۔ اگر میں گناہ نہ کروں تو رحمت کس کام آئے گی۔ رحمت کی آرائش ہماری گنہگاری پر ہے۔

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے شراب خوری سے ہزار بار توبہ کی اور ہزار بار توبہ توڑی۔

یارب تو کریمی و کریمی کرم است باطاعتم ار بخشی آں نیست کرم	۴	عاصی زچہ رو برون باغ ارم است با معصیتم اگر بہ بخشی کرم است

اے پروردگار! تو کریم ہے اور کریم ہونا یہ ہے کہ تو کرم کرے۔ پھر کیا سبب ہے کہ گنہگار باغ بہشت سے محروم ہے۔ اگر تو مجھے عبادت کی وجہ سے بخشے تو یہ کرم نہیں کہلا سکتا۔ کرم اس بات کا نام ہے کہ باوجود گناہوں کے

تو مجھے بخشنے۔

من بندۂ عاصیم رضائے تو کجاست تاریک دلم نور صفائے تو کجاست	۵	ما را تو بہشت اگر بطاعت بخشی این بیع بود لطف و عطائے تو کجاست

میں گناہگار بندہ ہوں تیری رضا کہاں ہے۔ میں سیاہ دل ہوں تیرا نور صفا کہاں ہے۔ اگر تو ہم کو بہشت عبادت کے بدلے دیتا ہے تو یہ گویا بیع ہوئی تیرا لطف و کرم کہاں ہے۔

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعی شیخ ابو اسماعیل کی ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ یہاں "نور صفائے" ہے وہاں "نور ضیائے" (۱)

در ملک تو از طاعت من هیچ فزود وز معصیتے کہ رفت نقصانے بود	۶	بگذار و مگیر زانکہ معلومم شد گیرندہ دیری و گزارندۂ زود

کیا میری عبادت سے تیری خدائی بڑھ گئی۔ یا میرے گناہوں سے اس میں کچھ کمی آگئی۔ مجھے چھوڑ دے اور گرفت نہ کر۔ کیونکہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تو بہت دیر کے بعد پکڑتا ہے اور بہت جلدی چھوڑ دیتا ہے۔

مشہور ہے۔ کہ ع

دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

لیکن حکیم صاحب کو دیر گیری کا تو اقرار ہے اور سخت گیری سے انکار۔

صحیح مسلم میں ابی ذر رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے یا عبادی لو ان اولکم و آخرکم و انسکم و جنکم کانوا علیٰ اتقیٰ قلب

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر اور تذکرۂ حسینی ترجمہ ابو اسماعیل۔ ۱۲۰

رجل واحد منکم ما زاد ذالک فی ملکی شیئا۔ یا عبادی لو ان اولکم وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علیٰ افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذالک من ملکی شیئا۔)

یعنی اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جن تمام کے تمام سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی کے برابر پرہیزگار ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہی نہیں بڑھ جائیگی۔ اور اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جن تمام کے تمام سب سے زیادہ فاجر آدمی کے برابر فاجر ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہی میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوگا۔

حکیم صاحب نے یہاں غالباً اسی حدیث قدسی کے مضمون کو مد نظر رکھ کر یہ رُباعی لکھی ہے۔

بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نہ شود	ز زہد ہمچو توئی و ز فسق ہم چو منے

(حافظ)

اندیشۂ جرمم چو بخاطر گذرد	۷	از آتش سینہ آبم از سر گذرد
لیکن شرطیست بندہ چوں توبہ کند		مخدوم بلطف از سر آں درگذرد

جب اپنے گناہوں کا خیال دل میں آتا ہے۔ تو سینہ کی آگ سے پانی میرے سر سے گزر جاتا ہے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ بندہ توبہ کرتا ہے تو خداوند تعالےٰ مہربانی سے مُعاف فرما دیتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ) یعنی بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور نادم ہو کر توبہ کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ توبہ قبول

فرماتا ہے۔

گویند بحشر گفتگو خواہد بود از خیر محض جز نکوئی ناید	۸	وان یار عزیز تند خو خواہد بود خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود

کہتے ہیں کہ قیامت کے دن حساب کتاب ہوگا۔ اور وہ یار عزیز (اللہ تعالےٰ) تندخو ہوگا۔ لیکن خیر محض سے صرف نیکی ہی نیکی ہوگی۔ خوش رہ کہ عاقبت اچھی ہوگی۔

فردا کہ نصیب نیکبختاں بخشند گر نیک آیم مرا از ایشاں شمرند	۹	قسمے بمن رند پریشاں بخشند ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

کل (یعنی قیامت کے دن) جب نیک بختوں کو اجر ملے گا۔ تو مجھ رند پریشان کو بھی کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔ اگر میں نیک ہوں گا تو نیکوں میں شمار ہوگا۔ اور اگر بد ہوں گا تو نیکوں کے وسیلے سے مجھے بخشدینگے۔

یہاں حکیم صاحب نے اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کی شفاعت پہ بھروسہ کیا ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ۔ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء) یعنی قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء۔ علماء اور شہداء۔

از گردش روزگار بہرہ برگیر از طاعت و معصیت خدا مستغنی ست	۱۰	بر تخت طرب نشین و ساغر برگیر باری تو مراد خود ز عالم برگیر

زمانے کی گردش سے اپنا حصہ وصول کرلے۔ خوشی کے

تخت پر بیٹھ کر پیالہ ہاتھ میں لے - خداوند تعالیٰ طاعت اور معصیت سے بے نیاز ہے - تو اپنی مراد جہاں سے حاصل کر لے -

گو گوہر طاعتت نہ سفتم ہرگز نومید نیم ز بارگاہ کرمت	۱۱	ور گرد گناہ ز رخ نرفتم ہرگز زیرا کہ یکے را دو نگفتم ہرگز

اگرچہ میں نے تیری عبادت کے موتی نہیں پروئے (یعنی عبادت نہیں کی) اور اگرچہ میں نے اپنے چہرہ سے گناہوں کی گرد دور نہیں کی - تاہم میں تیرے دربارِ کرم سے نا امید نہیں ہوں - کیونکہ میں نے ہرگز ایک کو دو نہیں کہا -

ایک کو دو نہیں کہا - یعنی میں مشرک نہیں ہوں - موحد ہوں اس لئے خدا کی بخشش کا امیدوار ہوں -

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں (ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء) یعنی بے شک اللہ تعالےٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور شرک کے سوا جو گناہ ہیں جس کو چاہے بخش دے - 4/10/61

ای واقفِ اسرارِ ضمیرِ ہمہ کس یا رب تو مرا توبہ دہ و عذر پذیر	۱۲	در حالتِ عجز دستگیرِ ہمہ کس ای توبہ دہ و عذر پذیرِ ہمہ کس

اے سب کے دلوں کے بھید کو جاننے والے - اے عاجزی کی حالت میں سب کی دستگیری کرنے والے - اے خدا! میری توبہ قبول کر اور عذر منظور کر - اے تمام لوگوں کی توبہ قبول کرنے والے اور عذر منظور کرنے والے -

سرمست ز میخانہ گذر کردم دوش گفتم ز خدا شرم نہ داری ای پیر	۱۳	پیری دیدم مست و سبوئی بر دوش گفتا کرم از خداست بیہوش خموش

کل جب کہ میں بدمست ہو کر شراب خانہ کے پاس سے گزر رہا تھا۔ میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو مست تھا اور سبوئے شراب کندھوں پر رکھ کر لئے جاتا تھا۔ میں نے کہا اے بوڑھے تو خدا سے شرم نہیں کرتا اوس نے جواب دیا کہ کرم خدا کا ہے۔ شراب پی اور چپ رہ۔

کرم۔ ۱ بفتح اول و سکون ثانی۔ درخت انگور۔ ۲ بفتحتین۔ مروّت سخاوت۔ مہربانی۔ بخشش۔ یہاں ان دونوں معنوں کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی بوڑھے نے جواب دیا کہ درخت انگور جس سے شراب بنتی ہے خدا ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ یا یہہ کہ خداوند تعالیٰ کریم و رحیم ہے کرم کرے گا۔ شراب پی اور کچھ پرواہ نہ کر۔

یک یک ہنرم بہ بین گنہ دہ دہ بخش از بادِ ہوا آتش کین را مفروز	۱۴	ہر جرم کہ رفت حسبۃً للہ بخش ما را بسر خاک رسول اللہ بخش

میری ایک ایک نیکی دیکھ۔ اور گناہ دس دس کرکے بخشدے جو جرم میں نے کیا اوسے اللہ کے لئے بخش۔ غصّہ کی ہوا سے کینہ کی آگ کو تیز نہ کر۔ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاک کے صدقے بخش دے۔

پہلے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ نیکیوں میں سے ہر ایک نیکی کا اجر دے اور گناہوں کو یک مشت معاف کر دے۔

اس رُباعی میں اربعہ عناصر میں سے تین کا ذکر ظاہر طور سے کیا گیا ہے۔ باد۔ آتش۔ اور خاک۔ پانی کا ذکر ظاہر نہیں۔ مگر چونکہ

...ہم ہیں اُسے لفظ آب کو دیکھئے کہ پانی کی یاد دلاتا ہے۔ (عربی میں ماء) پانی کو کہتے ہیں۔

می خور که نه علم دستگیرد نه عمل آن طائفه که از خری می نخورند	۱۵	الا کرم و رحمتِ حق عزّ و جل از جملهٔ انعام شمار ای احول

شراب پی کیونکہ نہ علم دستگیری کرے گا نہ عمل۔ صرف اللہ تعالے کا لطف و کرم دستگیر ہے گا۔ وہ لوگ جو اپنی بیوقوفی کی وجہ سے شراب نہیں پیتے۔ اے احول! ان کو حیوان سمجھ۔ الانعام بفتح اول جمع نعم۔ یعنی چارپایہ۔ الاحول۔ کج بین۔ وہ شخص جو ایک کو دو دیکھتا ہو۔

از خالق کردگار و از رب کریم گر مست و خراب بوده باشی امروز	۱۶	نومید مشو بجرم و عصیان عظیم فردا بخشد بر استخوانهای رمیم

خالق کردگار اور ربّ رحیم کی مہربانیوں سے اپنے جرموں اور گناہوں کی وجہ سے نا امید نہ ہو۔ اگر آج تو مست اور خراب ہے تو کل (یعنی قیامت کے دن) اللہ تعالے ان بوسیدہ ہڈیوں پر رحم کرے گا۔

گر من گنه روی زمین کردستم گفتی که بروز عجز دستت گیرم	۱۷	عفو تو امید است که گیرد دستم عاجز تر ازین مخواه که اکنون هستم

اگرچہ میں تمام روئے زمین کے گناہوں کا مرتکب ہوا ہوں لیکن امید ہے کہ تیری مہربانی میری دستگیری کرے گی۔ تو نے کہا ہے کہ میں عاجزی کے وقت میں تیری دستگیری کروں گا۔ اب اس سے زیادہ عاجزی کا کوئی زمانہ نہیں ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہہ رُباعی شیخ سیف الدّین کی ہے۔ (۱)
نفحات الانس میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ
"روزے شیخ سیف الدّین باخرزی بجنازہ دردیشے حاضر شد گفتند۔ شیخا تلقین فرمائند۔ شیخ پیش روئے میت آمد۔ و ایں رُباعی فرمود" (۲)

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم گیرم کہ ز من درگذرانی بہ کرم	۱۸	وز کردۂ خویشتن بدردم چہ کنم زیں شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

میں ہمیشہ اپنے نفس کے ساتھ لڑائی کرتا ہوں۔ کیا کروں۔ اپنے اعمال سے سخت نادم ہوں کیا کروں۔ میں نے مانا کہ تو اپنے لطف و کرم سے میرے گناہ بخش دے گا۔ لیکن اس شرم کو کیا کروں کہ تو دیکھتا رہا ہے کہ میں کیا کرتا رہا ہوں۔

حکیم صاحب نے اس رُباعی میں نہایت خوبصورت طریقے سے اظہار ندامت کیا ہے۔ یہ رُباعی اگر صدق دل سے کہی گئی ہے تو امید ہے کہ تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکی ہوگی۔ حقیقت میں جب آدمی سوچتا ہے کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور میں اُس کے روبرو کیا کچھہ کر رہا ہوں۔ تو عرق انفعال میں غرق ہو جاتا ہے۔

یا رب من اگر گناہ بیحد کردم چوں بر کرمت وثوق کلی دارم	۱۹	بر جان و جوانی و تن خود کردم برگشتم و توبہ کردم و بد کردم

اے خدا! میں نے اگرچہ بے حد گناہ کئے ہیں۔ لیکن اُس

(۱) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمہ شیخ سیف الدّین۔ (۲) دیکھو نفحات الانس، نول کشوری صفحہ ۳۸۶۔ ۱۲۔

سب کا بُرا اثر میری جان جانی اور جسم پر ہوا ہے - چونکہ تیری مہربانی پر مجھے کامل اعتماد ہے - اس لئے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں - توبہ کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں -

بارحمتِ تو من از گناہ نندیشم گر لطفِ تو ام سفید رو انگیزد	۴۰	با توشۂ تو ز رنجِ راہ نندیشم یک ذرّہ ز نامۂ سیاہ نندیشم

تیری رحمت کے ہوتے میں گناہوں سے نہیں ڈرتا - تیری مہربانی کے زادِ راہ کے ہوتے میں رستہ کی تکلیفوں سے نہیں گھبراتا اگر تیرا لطف مجھے سُرخ رو اُٹھائے تو میں اپنے نامۂ سیاہ سے ذرہ بھر بھی نہیں ڈرتا -

یارب بدرت نامہ سیہ آمدہ ایم ہر چند کہ ما غرقِ گنہ آمدہ ایم		واز آتشِ دوزخ بہ پناہ آمدہ ایم با قافلۂ عذر براہ آمدہ ایم

(ضمیری)

تا ظن نبری کہ از جہاں می ترسم مردن چہ حقیقت است از آں باکم نیست	۴۱	واز مردن واز رفتنِ جاں می ترسم چوں نیک نہ زیستم از آں می ترسم

یہ خیال نہ کر کہ میں جہان سے ڈرتا ہوں - یا مرنے سے اور جان کے چلے جانے سے ڈرتا ہوں - مرنا کون سی بڑی بات ہے - مجھے اس کا کچھ ڈر نہیں ہے - ڈرتا اس بات سے ہوں کہ میں نے زندگی نیکی سے نہیں گزاری -

بر سینۂ غم پذیرِ من رحمت کن بر پائے خرابات روِ من بخشائے	۴۲	بر جان و دلِ اسیرِ من رحمت کن بر دستِ پیالہ گیرِ من رحمت کن

میرے غمگین سینہ پر رحم کر - میرے اسیر دل اور میری اسیر جان پر رحم کر - میرے شرا بخانہ کی طرف جانے والے پاؤں پر رحم کر - اور میرے پیالہ پکڑنے والے ہاتھوں پر رحم کر -

حکیم صاحب نے اس رُباعی میں نہایت دردناک طریقے سے اللہ تعالےٰ کے عفو و کرم کی درخواست کی ہے -

احوال جہاں بر دلم آساں میکن امروز خوشم بدار فردا بامن	۲۳	وافعال بدم زخلق پنہاں میکن آنچہ از کرم تو می سزد آں میکن

دُنیا کے حالات کو میرے دل پر آسان کر - میرے بُرے فعلوں کو لوگوں سے پنہاں کر - دُنیا میں مجھے خوش رکھ - اور قیامت کے دن جو سلوک تیرے لطف و کرم کے شایان شان ہے وہ سلوک مجھ سے کر -

اے آنکہ پدید گشتم از قدرت تو صد سال بامتحاں گناہ خواہم کرد	۲۴	پروردہ شدم بناز و از نعمت تو تا جرم من است بیش یا رحمت تو

اے کہ میں تیری قدرت سے پیدا ہوا - اور تیری ناز و نعمت سے پرورش پائی - میں سو سال آزمائش کے طور پر گناہ کروں گا تاکہ دیکھوں کہ میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت -

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امتحان و آزمائش خدا کا کام ہے بندے کا کام نہیں -

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو من بد کنم و تو بد مکافات دہی	۲۵	آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو پس فرق میان من و تو چیست بگو

بتاؤ دنیا میں کون ایسا شخص ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ بتا کہ جس شخص نے گناہ نہیں کیا وہ زندہ کیسے رہا۔ میں بُرے کام کروں اور تو مجھے بُرا بدلہ دے تو پھر بتا کہ مجھ میں اور تجھ میں فرق کیا ہے

حکیم صاحب کا عقیدہ ہے کہ گناہوں کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ اور دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو گنہگار نہ ہو۔ ترمذی کی ایک حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ (کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ) یعنی تمام بنی آدم (سوائے انبیاء علیہم السلام کے) گناہ گار ہیں۔

اے عجب آن عہد و آں سوگند کو گر فراقِ بندہ از بد بندگی است		وعدہ ہائے آں لبِ چوں قند کو چوں تو باید بد کنی پس فرق چیست

فریاد کہ عمر رفت بر بیہودہ فرمودۂ ناکردہ سیاہ رویم کرد	۲۶	ہم لقمۂ حرام و ہم نفس آلودہ فریاد ز کردہ ہائے نافرمودہ

افسوس ہے کہ عمر بیہودہ صرف ہوگئی لقمۂ حرام کھاتے رہے۔ اور نفس کو آلودہ رکھا۔ اوامر الٰہی کی تعمیل نہ کرنے سے ہم روسیاہ ہوئے۔ اور افسوس ہے کہ نواہی کا ارتکاب کرتے رہے۔

پیری دیدم بخواب مستی خفتہ مے خوردہ و مست خفتہ و آشفتہ	۲۷	وز گردِ شعور خانۂ تن رفتہ اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ گفتہ

میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ مستی کی نیند میں سویا تھا۔ اور جسم کے مکان کو شعور کی گرد سے صاف کیا تھا۔ شراب پی تھی۔ مست سویا تھا۔ آشفتہ حال تھا۔ اور " اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ " کا ورد کر رہا تھا۔

اَللّٰہُ لَطِیۡفٌۢ بِعِبَادِہٖ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نرمی کرنے والا ہے ۔

مائیم بلطفِ تو تولّا کردہ آنجا کہ عنایتِ تو باشد ۔ باشد	۲۸	واز طاعت و معصیت تبرّا کردہ ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

ہم تیرے لطف کے امیدوار ہیں ۔ طاعت اور معصیت پر ہم انحصار نہیں کرتے ۔ جہاں تیری عنایت ہوگی وہاں ناکردہ کردہ کے برابر اور کردہ ناکردہ کے برابر ہوگا ۔

تولّا ۔ ۱ محبت ۔ ۲ امید ۔

ای نیک نہ کردہ و بدیہا کردہ بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود	۲۹	انگاہ بلطفِ حق تولّا کردہ ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

اے کہ تو نے کبھی نیکی نہیں کی اور گناہ کرتا رہا ۔ باوجود اسکے تو خدا کی رحمت کی امید رکھتا ہے ۔ خدا کے عفو پر بھروسہ نہ کر کیونکہ کبھی ناکردہ کردہ کے برابر اور کردہ ناکردہ کے برابر نہیں ہو سکتا ۔

یہ رُباعی پچھلی رُباعی کا جواب ہے ۔ اور رُباعیات ابوسعید ابوالخیر میں بھی درج ہے ۔ (۱)

ای در رہ بندگیت یکساں کہ و مہ نکبت تو ستانی و سعادت تو دہی	۳۰	در ہر دو جہاں خدمت درگاہ تو بہ یارب تو بفضل خویش بستان و بدہ

اے کہ تیری بندگی کے رستہ میں کہ و مہ برابر ہیں ۔ دونوں جہانوں میں تیری بارگاہ کی خدمت ہی اچھی ہے تو بدبختی دور کرتا اور

(۱) دیکھو رُباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعہ لاہور ۔ ۱۲ ۔

نیک بختی دیتا ہے - اے پروردگار تو اپنے فضل سے بدبختی دور کر اور نیک بختی دے -

فردا کہ بنامۂ سیاہ خود درنگری بفروختہ دیں بدنیا از بیخردی	۳۱	بس دست تحسّر کہ بدنداں ببری یوسف کہ بدہ درم فروشی چہ خری

قیامت کے دن جب تو اپنے نامۂ سیاہ کو دیکھیگا - دستِ حسرت کو دانتوں سے کاٹے گا - دین کو دنیا کے عوض فروخت کر رہا ہے گویا یوسف کو دس درموں پر بیچ رہا ہے - تو کیسا بے وقوف ہے -

گر زاں کہ بدست او فتد از مے دو منے کانکس کہ جہاں کرد فراغت دارد	۳۲	مے خور تو بہر محفل و ہر انجمنے از سبلتِ چوں توئے و ریشِ چو منے

اگر تجھ کو کچھ شراب مل جائے - تو ہر محفل اور ہر مجلس میں بیٹھ کر پی - کیونکہ وہ خدا جس نے دُنیا کو پیدا کیا ہے تجھ جیسے کی موچھوں سے اور مجھ جیسوں کی داڑھی سے بے نیاز ہے -

منّ - وزن معین کہ دو رطل باشد -

بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نہ شود		ز زہد ہمچو توئے و زفسق ہمچو منے
ای از حرمِ ذاتِ تو عقل آگہ نی مستم ز گناہ واز رجا ہُشیارم	۳۳	واز معصیت وطاعت ما مستغنی امیدِ ز رحمتِ تو دارم یعنی

اے کہ تیری ذات کے حریم راز سے عقل نا آشنا ہے - اے کہ تو ہماری طاعت اور معصیت سے بے نیاز ہے - میں گناہوں سے مست ہوں - اور امید سے ہشیار ہوں - یعنی تیری رحمت کا امیدوار ہوں -

بکشائی دری کہ در کشایندہ توئی من دست بہ ہیچ دستگیری ندہم	۳۴	بنمائی رہی کہ رہ نمایندہ توئی کایشاں ہمہ فانی اند و پایندہ توئی

کوئی دروازہ کھول کہ دروازہ کھولنے والا تو ہی ہے۔ رستہ دکھا کہ رستہ دکھانے والا تو ہی ہے۔ میں کسی دستگیر کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ سب فانی ہیں اور تو باقی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (اِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ) یعنی جب تو کچھ مانگے تو اللہ تعالےٰ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالےٰ ہی سے مدد طلب کر۔

ای سوختہ سوختنی تا کے گوئی کہ بر عمر رحمت کن	۳۵	وی آتش دوزخ از تو افروختنی حق را تو کجا برحمت آموختنی

اے جلے ہوئے اے جلے ہوئے اے جلنے کے لائق اور اے کہ دوزخ کی آگ تجھ سے افروختہ کی جائے گی تو کب تک کہتا رہے گا کہ اے خدا عمر (خیام) پر رحمت کر۔ تو خدا کو رحمت سکھانے والا کہاں سے آگیا۔

ساقی قدحے کہ نور بخشد ہمہ را خوش باش کہ ہم ببخشد آلایش ما	۳۶	پر کن کہ دمی حضور بخشد ہمہ را آں کس کہ مئے طہور بخشد ہمہ را

اے ساقی شراب کا پیالہ جو سب کو نور دیتا ہے بھر دے تاکہ سب کو تھوڑی دیر کے لئے حضوری حاصل ہو۔ خوش رہ۔ کیونکہ وہ خدا جو سب کو شراب طہور دے گا۔ ہماری گناہوں

سے بھی درگزر کرے گا۔

نقد و نسیہ

درعیش نقد کوش کہ چوں آب خور نماند
آدم بہشت روضۂ دارالسلام را
(حافظ)

" نو نقد نہ تیرہ اودھار " مشہور مقولہ ہے۔ عیش امروز کو اندیشۂ فردا پر کون قربان کرے۔ کل کی اُمید پر آج کے لطف کو کون نثار کرے۔ حکیم صاحب بھی قیامت کے خوف سے دُنیا کے مزے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ فرماتے ہیں۔

جام و مے و ساقی بر لب کشت مشنو سخن بہشت و دوزخ از کس	۱	ایں جملہ مرا و ترا اگشتہ بہشت کہ رفت بدوزخ و کہ آمد ز بہشت

لب کشت ہو۔ شراب ہو اور ساقی ہو۔ یہ تمام چیزیں مجھے نصیب ہوں۔ بہشت تیرے حصّے میں ہی سہی۔ بہشت اور دوزخ کی باتیں کسی سے نہ سُن۔ کون دوزخ میں گیا ہے۔ اور کون بہشت سے ہو آیا ہے۔

چون نیست حقیقت و یقین اندر دست	۲	نتواں بامید شک ہمہ عمر نشست

ہاں تا نہ نہم جامِ مُراز کفِ دست		در بیخبری چہ ہوشیار و چہ مست

جب حقیقت یقین کسی کو حاصل نہیں تو پھر مشکوک امید پر کوئی کہاں تک بیٹھے - چاہئے کہ ہم جام شراب کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں جب بے خردی ہے تو ہوشیاری اور مستی برابر ہے -

امروز ترا دسترس فردا نیست ضائع مکن این دم اردلت شیدا نیست	۳	واندیشۂ فردا ئی بجز سودا نیست کین باقیِ عمر را بہا پیدا نیست

آج تجھے کل پر دسترس حاصل نہیں - کل کی فکر محض سودا ہے - اگر تو احمق نہیں ہے تو موجودہ وقت کو ضائع نہ کر - کیونکہ یہ تھوڑی سی عمر جو باقی ہے ایک بیش بہا نعمت ہے -

من ہیچ ندانم کہ مرا آنکہ سرشت جام و بت و بربط و لب کشت	۴	از اہل بہشت کرد یا دوزخ زشت این چار مرا نقد و ترا نسیہ بہشت

میں بالکل نہیں جانتا کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اُس نے مجھے بہشتیوں کے زمرہ میں لکھا ہے یا دوزخیوں میں - جام شراب ہو - معشوق ہو - بربط ہو اور لب کشت ہو - یہ چار چیزیں نقد میرے لئے چھوڑ - اور بہشت کا اُدھار بیشک تو لے لے -
نسیہ - بالکسر - ضد نقد - وہ چیز جس کا مدّت بعید کے بعد ادا کرنے کا وعدہ ہو -

گویند مرا سو رکہ با حور خوش است این نقد بگیر دست ازان نسیہ بشو	۵	من میگویم کہ آب انگور خوش است کا واز دہل شنیدن از دور خوش است

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ حوروں کے ساتھ جشن و شادی بڑی نعمت ہے - میں کہتا ہوں کہ آب انگور (یعنی شراب) بڑی نعمت ہے یہ نقد لے لے اور اُس اُدھار سے ہاتھ دھو ڈال - کیونکہ ڈھول کی آواز دور سے ہی اچھی معلوم ہوتی ہے -

سور - بضم - جشن - شادیِ عروسی - ممکن ہے پہلا مصرعہ اسطرح ہو -

گویند مرا قصور با حور خوش است

حور و قصور معروف -

در فصل بہار اگر بتِ حور سرشت گرچہ بر ہر کس این سخن باشد زشت	۶	پُر می قدحے دہد مرا بر لب کشت سگ سا بہ ز من ار دگر برم نام بہشت

موسم بہار میں اگر وہ بتِ حوری نژاد لبِ کشت پر مجھے شراب سے بھر کر پیالہ دے تو سچ کہتا ہوں کہ اگر پھر میں بہشت کا نام بھی لوں تو کتے سے بدتر ہوں - اگرچہ یہ بات لوگوں کو بُری معلوم ہو گی -

ساقی بہ بہشت این ہمہ مشتاقی چیست اینجاست می و ساقی و آنجاست ہمیں	۷	جنت می و ساقی بود و باقی چیست پس ہر دو جہان جز می و ساقی چیست

اے ساقی! بہشت کا اتنا اشتیاق کیوں رکھتا ہے بہشت میں بھی تو یہی شراب اور ساقی ہوگا - اور کیا ہوگا - یہاں بھی جب شراب اور ساقی موجود ہے اور وہاں بھی یہی کچھ ہے - تو پھر بتا کہ دونوں جہانوں میں شراب اور ساقی سے بہتر اور کیا چیز ہے -

حکیم صاحب نے شرابِ طہور اور شرابِ انگور کو ا برابر کر ہی دیا تھا - اگر ساقیِ کوثر کی جناب میں گستاخی نہ کرتے تو بہتر تھا -

ساقی قدحی کہ آنکہ ایں خاک سرشت معمور بود بشاہد و بادہ جہاں	۸	خط بر سر ما مستی و عشق تو نوشت موعود بود بکوثر و حور بہشت

اے ساقی! شراب کا پیالہ دے کیونکہ وہ خدا جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اوس نے ہماری قسمت میں مستی اور تیرا عشق لکھ دیا ہے۔ دنیا معشوق اور شراب سے فی الحال آباد ہے۔ اور بہشت میں حور و کوثر کا وعدہ ہی وعدہ ہے۔

با مطرب و مے حور سرشتی گر ہست بہ زیں مطلب دوزخ فرسودہ متاب	۹	یا آب روان و لب کشتی گر ہست حقا کہ جز ایں نیست بہشتی گر ہست

اگر مطرب ہو۔ مے ہو اور معشوق حور سرشت ہو یا آب رواں ہو اور لب کشت ہو تو پھر اس سے زیادہ کچھ نہ مانگ۔ اور ٹھنڈے دوزخ کو گرم نہ کر۔ سچ کہتا ہوں کہ اگر بہشت کوئی چیز ہے تو یہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔

دوسرے مصرعے میں لفظ یا کی بجائے لفظ با بھی ہو سکتا ہے۔

فرسودہ۔ بمعنے سرد شدہ۔ مثلاً آتش افسردہ۔ تنور افسردہ۔ وشعلۂ افسردہ (بہار عجم) دوزخ فرسودہ متاب۔ یعنی خواہ مخواہ غمگیں نہ ہو اور فکر نہ کر۔

بر چہرۂ گل شبنم نوروز خوش است از دی کہ گذشت ہرچہ گوئی خوش نیست	۱۰	در صحن چمن روئے دل افروز خوش است خوش باش ز دی مگو کہ امروز خوش است

پھول کے چہرے پر نوروز کی شبنم اچھی معلوم ہوتی ہے۔ چمن میں معشوق کا دل افروز چہرہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کل جو گزر گیا ہے

اوس کے متعلق جو کچھ کہو اچھا ہے۔ گزشتہ کل کی باتیں چھوڑو۔ خوش رہو۔ کیونکہ آج کا دن خوشی سے گزر رہا ہے۔

با بادہ نشیں کہ ملک محمود این است از آمدہ و رفتہ دگر یاد مکن	۱۱	وز چنگ شنو کہ لحن داؤد این است حالی خوش باش زانکہ مقصود این است

شراب لے کر بیٹھ کہ یہی محمود کی بادشاہی ہے نغمۂ چنگ سُن۔ کہ یہی لحنِ داؤدی ہے۔ آئی گئی باتوں کو یاد نہ کر۔ زمانۂ حال کو خوشی سے گزار کیونکہ مقصود یہی ہے۔

لحن داؤد۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی مشہور ہے۔

گذشتہ خواب و آیندہ خیال است		غنیمت داں ہمیں دم راکہ حال است

تا چند زنم بروئے دریا ہا خشت امشب من و سیمبر جواناں کنشت	۱۲	نومید نیم چو بت پرستاں ز کنشت میخواہم و معشوق چہ دوزخ چہ بہشت

میں دریا میں کب تک پتھر پھینکتا رہوں (یعنی کب تک بے سروپا باتوں میں مشغول رہوں) بُت پرستوں کی طرح بُت کدہ سے نا امید نہیں ہوں۔ آج رات میں ہوں اور کنشت کے سیم تن جوان۔ شراب مانگتا ہوں اور معشوق۔ دوزخ کیا چیز ہے اور بہشت کیا شئے ہے۔

کُنِشت۔ بضم اول وکسرِ نون۔ بُت خانہ۔ آتشکدہ۔ معبد یہود۔ عبادت خانۂ کفّار۔

این قافلۂ عمر عجب می گذرد ساقی غم فردائے حریفاں چہ خوری	۱۳	دریاب دمی کہ با طرب می گذرد پیش آر پیالہ کہ شب می گذرد

عمر کا قافلہ جلدی گزر رہا ہے۔ اس ایک دم کو جو خوشی سی گزرتا ہے

غنیمت جان - اے ساقی حریفوں کے مستقبل کا کیا فکر ہے۔ شراب کا پیالہ سامنے لا کیونکہ رات گزر رہی ہے۔
حریف - ہم پیشہ و ہم کار - مجازاً بمعنی دوست و دشمن - کیونکہ ہم پیشہ لوگ دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی۔

در دہر چو آوازۂ گل تازہ دہند از دوزخ و از بہشت و از حور و قصور	۱۴	فرمائے پیالۂ مے بہ اندازہ دہند فارغ بنشیں کہ آں خود آوازہ دہند

دُنیا میں جب تازے پھول نکلیں (یعنی موسم بہار ہو) اس وقت حکم دے کہ شراب کا پیالہ اندازے سے بھر دیں۔ دوزخ۔ بہشت اور حور و قصور سے بے فکر ہو کر بیٹھ کیونکہ یہ چیزیں خود تجھے بلائیں گی۔

گویند بہشت و حور عین خواہد بود گر ما مے و معشوق پرستیم رواست	۱۵	و آنجا مے ناب و انگبیں خواہد بود چوں عاقبت کار ہمیں خواہد بود

کہتے ہیں کہ بہشت ہوگا اور حور عین ہوگی۔ اور اس جگہ خالص شراب ہوگی۔ اور شہد ہوگا۔ پس اگر ہم مے پرستی یا معشوق پرستی کریں۔ تو جائز ہے۔ کیونکہ عاقبت میں بھی تو یہی کچھ ہوتا ہے۔
عِین۔ بالکسر۔ زنانِ خوش چشم۔ جمع عیناء۔ زن خوش چشم۔

گویم از باغ جناں فرق کدام است اینجا		مے حلال است در آنجا و حرام است اینجا

(دغت خان عالی)
یہ رُباعی تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ دیوان حافظ میں بھی موجود ہے۔ (۱)

(۱) دیکھو دیوان حافظ نول کشوری۔ ۱۲۔

۱۶

گویند بہشت و حوض کوثر باشد
پر کن قدح بادہ و بر دستم نہ
و انجا مئے ناب و شہد و شکر باشد
نقدی ز ہزار نسیہ خوشتر باشد

کہتے ہیں کہ بہشت ہو گا اور حوض کوثر ہو گا۔ اُس جگہ شراب خالص ہو گی شہد ہو گا اور شکر ہو گی۔ شراب کا پیالہ بھر کر میرے ہاتھ پر رکھ کیونکہ ایک نقد ہزار ادھار سے بہتر ہے۔

۱۷

می خواہم خورد تا کہ جانم باشد
ایجا بجہاں دریں جہاں خوش بزیم
گر سود جہاں جملہ زیانم باشد
من کے دانم کہ آنجا نم باشد

جب تک جان میں جان ہے شراب پیوں گا۔ اگرچہ تمام جہان کا سود میرے لئے زیان ہو جائے۔ اے جان جہان! اس جہان میں میں خوش رہوں گا۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ میرے لئے اگلا جہان ہے یا نہیں۔

یعنی اگلے جہان کا سود و زیان یقینی نہیں۔

۱۸

ایدوست غم جہاں بیہودہ مخور
چوں بود گذشت نیست نابود پدید
بیہودہ غم جہان فرسودہ مخور
خوش باش غم جہان نابودہ مخور

اے دوست! بے ہودہ دنیا کا غم نہ کر۔ بے فائدہ اس فرسودہ جہان کا غم نہ کر۔ جب کہ گزشتہ گزر گیا ہے اور آئندہ ظاہر نہیں خوش رہ اور نابودہ (مستقبل) جہان کا غم نہ کر۔

۱۹

از حادثۂ زمانۂ آیندہ مترس
این یکدم نقد را غنیمت میداں
وز ہر چہ رسد چو نیست پایندہ مترس
از رفتہ میندیش و ز آیندہ مترس

آیندہ زمانے کے حادثات سے نہ ڈر - جو کچھ آتا ہے وہ ہمیشہ کے لیئے نہیں رہتا - اس سے نہ ڈر - اس ایک دم کو جو نقد ہے - غنیمت جان - گزشتہ کی فکر نہ کر اور آئندہ سے نہ ڈر -

یہ رُباعی دیوان مولانا رومؒ میں بھی درج ہے - (۱) -

برخیز و بشادی گذراں حالا حال درکش مئی لعل از قدح مالا مال	۲۰	چند از غم و غصۂ جہاں قال لا قال در سبزہ چو شد روئے زمیں میلا میل

دُنیا کے غم و غصّے کے متعلق کب تک قیل و قال رہے گی - اُٹھ اور زمانۂ حال کو خوشی سے گزار - زمین میلوں تک سبزہ زار بنگئی ہے - لبریز پیالے سے شراب سرخ پی -

میلا میل - میل تا میل و میل اندر میل - پے در پے - متواتر - تمام تر ممزوج - (ہفت قلزم)

کو کس کہ ازاں جہاں رسیدست اے دل جز نام و نشانی نہ پدید است اے دل	۲۱	کس خلد و جحیم را نہ دیدست اے دل امید و ہراس ما بچیزیست کزاں

اے دل کسی نے بہشت اور دوزخ کو نہیں دیکھا - اے دل وہ کون شخص ہے جو اوس جہان سے ہو کر آیا ہو - ہماری امیدیں اور ہمارے خوف ایسی چیزوں کے متعلق ہیں جن کا سوائے نام کے اور کچھ پتہ نشان نہیں -

وز نامدہ و گذشتہ کم یاد کنیم یکلحظہ ز بند عقل آزاد کنیم	۲۲	آں بہ کہ ز جام و بادہ دل شاد کنیم ایں عاریتی رواق زندانی را

(۱) دیکھو دیوان مولانا روم نول کشوری صفحہ ۲۵ -

بہتر ہے کہ ہم شراب اور پیالہ سے دل کو خوش کریں۔ گزشتہ اور اور آیندہ کو یاد نہ کریں۔ اس زندان خانۂ عاریت (یعنی اپنے آپ) کو تھوڑی دیر کے لئے عقل کی قید سے آزاد کریں۔

یعنی مستی اور بے ہوشی میں وقت گزاریں۔

یہ رُباعی دیوان حافظ میں بھی درج ہے (۱)

نتوان دل شاد را بغم فرسودن در دہر کہ داند کہ چہ خواہد بودن	۲۳	وقت خوش خود بسنگ محنت سودن می باید و معشوق و بکام آسودن

ہم اپنے خوش دل کو غم سے فرسودہ نہیں کر سکتے۔ اور اپنے اچھے اوقات کو غم سے تباہ نہیں کر سکتے۔ دنیا میں کون جانتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ شراب اور معشوق کے ساتھ اپنا مقصد حاصل کریں۔

روزیکہ گزشتہ شد یاد مکن بر نامدہ و گذشتہ بنیاد منہ	۲۴	فردا کہ نیامدہ است فریاد مکن حالے خوش باش و عمر برباد مکن

وہ دن جو گزر چکا ہے اُسے یاد نہ کر۔ کل جو ابھی نہیں آیا اوس سے فریاد نہ کر۔ آیندہ اور گزشتہ پر بنیاد نہ رکھ۔ اس وقت موجودہ کو خوشی سے گزار اور عمر کو ضائع نہ کر۔

زیں گنبد گردندہ بد افعالی بیں تا بتوانی تو یک نفس خود را باش	۲۵	واز جملۂ دوستاں جہاں خالی بیں فردا مطلب۔ گذار دی حالی بیں

چرخ فلک کی بدافعالی دیکھ۔ دیکھ کہ جہان دوستوں سے

(۱) دیکھو دیوان حافظ نول کشوری ۱۲۔

خالی ہو گیا ہے - جہاں تک ہو سکے تو اس ایک دم کو جو موجود ہے خوشی سے گزار - آیندہ کل کی طلب نہ کر - گذشتہ کل کو چھوڑ اور زمانۂ حال کو دیکھ -

چندانکہ نگاہ می کنم ہر سوئے صحرا چو بہشت است و دوزخ کم گو	۲۶	از سبزہ بہشت است و ز کوثر جوئے بنشین بہ بہشت با بہشتی روئے

چاروں طرف جہاں تک نظر کام کرتی ہے - سبزہ زار بہشت بنا ہوا ہے اور نہریں کوثر کا کام دے رہی ہیں - صحرا بہشت کا نمونہ ہے - دوزخ کا نام نہ لے - کسی بہشتی رو (معشوق) کے ساتھ بہشت میں بیٹھ -

ایدل تو بہ سرّ این معمّا نہ رسی اینجا ز میٔ و جام بہشتے می ساز	۲۷	واز نکتۂ زیرکان و دانا نہ رسی کانجا کہ بہشت است رسی یا نرسی

اے دل تو چیستان دنیا کے بھید کو نہیں سمجھے گا - داناؤں اور عقلمندوں کے نکات سے اس راز کو معلوم نہ کر سکے گا - اسی جگہ شراب اور پیالہ سے بہشت بنا لے - کیونکہ جہاں بہشت ہے خدا جانے تو وہاں پہونچ سکتا ہے یا نہیں -

گویند مخور می کہ بلاکش باشی این ہست دلا ز ہر دو عالم خوشتر	۲۸	در روز مکافات در آتش باشی این یکدمی کز شراب سرخوش باشی

لوگ کہتے ہیں کہ شراب نہ پی کہ تکلیف اُٹھائے گا - اور قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا - یہہ سب کچھ درست ہے لیکن یہ ایک دم جو شراب پی کر مستی میں گزر جائیگے دونوں جہانوں سے بہتر ہے -

آں بہ کہ ز جامِ بادہ دل شاد کنی ویں عاریتی لباس ز ندانی را	۲۹	وا ز نامدہ وگذشتہ کم یاد کنی یک لحظہ ز بندِ عقل آزاد کنی

بعینہٖ وُہی رُباعی ہے جو نمبر (۲۲) پر درج ہے۔ رُباعیوں کی تعداد بڑھانے کے شوق نے کسی کو کئی کر دیا۔ اور ایک کی دو رُباعیاں بنا دیں۔

تسلیم و رضا

غم جہاں مخور و پندِ من مبر از یاد
کہ ایں لطیفۂ نغزم ز رہروے یاد است
رضا بدادہ بدہ واز جبیں گرہ بکشا
کہ بر من و تو درِ اختیار نہ کشادست

(حافظ)

صحیح مسلم میں صہیبؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذَالِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ) یعنی عجیب ہے شان مومن کی کہ اُس کے تمام امر اچھے ہیں اگر اُسے خوشی ہو تو وہ شکر کرتا ہے یہہ بھی اُس کے لئے اچھا ہے اور اگر اُسے تکلیف پہونچے تو وہ صبر کرتا ہے یہ بھی اُس کے لئے اچھا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ مِنْ سَعَادَۃِ ابْنِ آدَمَ رِضَاہُ بِمَا قَضَی اللّٰہُ لَہٗ ..... وَمِنْ شَقَاوَۃِ ابْنِ آدَمَ سخطہٗ بِمَا قَضَی اللّٰہُ الخ -) یعنی خوش قسمت ہے وہ انسان جو راضی بہ قضا ہو اور بدقسمت ہے وہ آدمی جو اپنے مُقدر پر ناراض ہو

حقیقت بھی یہی ہے کہ دُنیا میں وُہی آدمی آرام سے رہ سکتا ہے جو راضی برضا اور قسمت پر شاکر ہو - بغیر اس کے اطمینان قلب نصیب نہیں ہو سکتا ہوتا وہی کچھ ہے جو خدا کی مرضی میں ہو - انسان کی مرضی کے مطابق دُنیا کے کام نہیں چلتے - آدمی جتنی بے صبری کرے اتنا ہی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے - خواجہ حافظ فرماتے ہیں -

دوش با من گفت پنہاں کاردانِ تیز ہوش	کز شما پنہاں نباید داشت رازِ می فروش
گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع	سخت می گیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

دُنیا کے دارالمحن میں وقت کو خوشی سے گزارنا ایک حد تک انسان کے اپنے اختیار میں ہے - اگر آدمی اپنی قسمت پر شاکر ہو کر بیٹھ جائے تو دنیا کی کوئی تکلیف اُس کو مضطرب نہیں کر سکتی - اور حوادث روزگار اس کو مرکز استقلال سے نہیں ہٹا سکتے -

اگر وطن بمقامِ رضا توانی کرد	غبارِ حادثہ را توتیا توانی کرد

(صائب)

اور سچ پوچھو تو ضعیف البنیان انسان کے لئے سوائے تسلیم و رضا کے اور چارہ ہی کیا ہے - چار ناچار ماننا ہی پڑتا ہے - جو کام انسان کو طوعاً یا کرہاً کرنا ہی پڑے بہتر یہی ہے کہ اُس کو خوشی سے ہی کرے -

چو نتواں بر افلاک دست آختن	بباید با گردشش ساختن

(سعدی)

آدمی کی طاقت سے یہہ تو باہر ہے کہ وہ دنیا کو اپنی مرضی پر چلائے - اور جب صورت یہ ہے تو بہتر ہے کہ تسلیم و رضا اختیار کرے - تا کہ دن رات

اس عذاب میں مبتلا نہ رہے۔

نسخۂ مغلوطِ عالم قابلِ اصلاح نیست		وقتِ خود ضائع مکن بر طاقِ نسیانش گذار

حکیم صاحب متوکل آدمی تھے فرماتے ہیں۔

خواہی ز فراق در فغاں دار مرا من با تو نگویم کہ چناں دار مرا	(۱)	خواہی ز وصال شادماں دار مرا زاں ساں کہ دل تست چناں دار مرا

اگر تو چاہتا ہے تو فراق سے مجھے نالہ و فریاد میں رکھ۔ اور اگر چاہتا ہے تو وصال سے مجھے خوش کر۔ میں تجھے یہ نہیں کہتا کہ مجھ اس طرح رکھ۔ جس طرح تیری مرضی ہے اوس طرح رکھ۔

نے از تو حیاتِ جاوداں میخواہم نے کامِ دل و راحتِ جاں میخواہم	ہلالی	نے عیش و تنعمِ جہاں می خواہم آنی کہ رضائے تست آں می خواہم

گر کار تو نیک است بتدبیر تو نیست تسلیم و رضا پیشہ کن و شاد بزی	۲	ور بد گردد نیز بتقصیر تو نیست چوں نیک و بدِ جہاں بتدبیر تو نیست

اگر تیرا کام اچھا ہے تو یہ تیری تدبیر کا نتیجہ نہیں۔ اور اگر تیری جان جاتی ہے تو اس میں تیرا کچھ قصور نہیں۔ تسلیم و رضا اختیار کر اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کر۔ کیونکہ دُنیا کا نیک و بد تیری اختیار میں نہیں ہے۔

بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی ابین کی ہے(۱)۔ وہاں دوسرا مصرعہ اس طرح لکھا ہے۔ ع ور نیز بد است ہم بہ تقصیر تو نیست۔ اور یہ مصرعہ مروجہ مصرعہ سے بہتر ہے۔

(۱) دیکھو گلستان مستر مطبوعہ لاہور صفحہ (۴۶۹) ۱۲۔

یہی رُباعی رُباعیات ابوسعید ابوالخیر میں بھی درج ہے (۱)۔

ازہرزہ بہر درگہی باید تاخت از طاسک چرخ و کعبتین تقدیر	۳	باہنیک و بد زمانہ می باید ساخت ہرنقش کہ پیدا شود آں باید باخت

بیہودہ طور سے دربدر نہیں پھرنا چاہئے - زمانے کے نیک و بد کے ساتھ موافقت پیدا کرنی چاہئے - طاس فلک اور کعبتین تقدیر سے جو نقش پیدا ہو اوسی کے مطابق بازی چلانی چاہئے۔

طاسک - مصغر طاس - یہاں مراد تختۂ نرد یا شطرنج - **کعبتین** - دو پانسے باشند کوچک از استخوان شش پہلو کہ بداں نرد بازند (غیاث اللغات)

مطلب یہ کہ دُنیا شطرنج یا نرد کی کھیل ہے - یہہ کھیل جس طرح چلے چلاتے جاؤ۔

تدبیر چو کعبتین و تقدیر چو نقش		در دستِ تو ہست لیک در دست تو نیست

(سالم)

چوں دی و پری بہ بیکار گذشت امروز بانچہ میرسد خوش می باش	۴	شادی و غم و محنت و تیمار گذشت کیں نیز چنانچہ آمد از کار گذشت

جب کل اور پرسوں مایۂ بیکاری طرح گزر گئے - شادی - غم اور محنت و تکلیف کے دن بھی گزر گئے - آج جو کچھ بھی پیش آئے - اُس کے ساتھ خوش رہ - کیونکہ یہہ بھی جس طرح آیا ہے گزر جائیگا -

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند		چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند
ساقی قدحے کہ کارِ عالم نفسے است	۵	از شادی از دیگر غم آں نیز بسے است

(۱) دیکھو رُباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعۂ لاہور - ۱۲ -

خوش باش زہر چہ پیش آید بجہاں		ہرگز نشود چنانچہ دلخواہ کسی است

اے ساقی شراب کا ایک پیالہ دے کیونکہ جہان ایک دم ہے۔ دُنیا میں خوشی ایک دم ہے اور وہ بھی غنیمت ہے۔ دنیا میں جو کچھ پیش آئے اوس پر خوش رہ۔ کیونکہ دنیا کے کام آدمی کی اپنی خواہش کے مطابق ہرگز نہیں ہو سکتے۔

خواہی شود حریر کہن پیرہن ترا		یک عمر تن چو رشتہ بصد پیچ و تاب دہ

آں مرد نیم کز عدمم بیم آید جانیست مرا بعاریت داد خدا	۶	آں بیم مرا خوشتر ازیں بیم آید تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید

میں وہ مرد نہیں ہوں کہ موت سے ڈروں۔ وہ ڈر مجھو اس ڈر (یعنی زندگی کے ڈر) سے اچھا ہے۔ جان مجھے خدا نے عاریتہً دی ہے۔ جب جان سپاری کا وقت آئے گا۔ جان اوس کے حوالے کر دوں گا۔

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی		حق تو یہہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(غالب)

در دائرہ سپہر ناپیدا غور نوبت چو بدور تو رسد آہ مکن	۷	می نوش بخوشدلی کہ دور است بجور جامیست کہ جملہ راچشانند بدور

دُنیا کے دائرہ میں جس کی گہرائی کسی کو معلوم نہیں۔ خوش دلی کے ساتھ شراب پی۔ کیونکہ زمانہ جور و ستم پر تُلا ہوا ہے۔ جب دور (موت) کی نوبت تجھ تک پہونچے تو آہ نہ کر۔ کیونکہ جام موت ایک ایسا جام ہے جو اپنی اپنی باری پر سب کو پلایا جاتا ہے۔

تحور - عمق - گہرائی -

کس نیست دریں گفت و شنو ہمدم من	۸	شد نالۂ من ہم نفس و ہمدم من
بے گریہ چو نیست دیدۂ پر نم من		من سر بنہم تا بسر آید غم من

اس گفت و شنید میں کوئی میرا ہمراز نہیں - میرے نالے ہی میرے ہمدم اور مونس ہیں - جب میری نمناک آنکھ رونے ہی کے لئے ہے تو پھر میں سر تسلیم خم کر دوں گا - تاکہ میرے غموں کا خاتمہ ہو جائے -

چوں واقفی ای پسر ز ہر اسرارے	۹	چندیں چہ بری بیہدہ ہر تیمارے
چوں می نرود باختیارت کارے		خوش باش دریں نفس کہ ہستی بارے

اے لڑکے جب تو اصل بھید کو جانتا ہے - تو پھر کیوں بے فائدہ اتنا غم کرتا ہے - جب کوئی کام تیرے اختیار میں نہیں ہے تو پھر یہ ایک دم جو تو زندہ ہے خوشی سے گزار -

بدُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش		کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

با درد بساز تا دوائے یابی	۱۰	از درد منال تا شفائے یابی
بیباش بوقت بینوائی شاکر		تا عاقبت الامر نوائے یابی

درد کے ساتھ موافقت پیدا کر - تاکہ تجھے دوا ملے - درد کی حالت میں گریہ و زاری نہ کر تاکہ تجھے شفا ملے - بے سروسامانی کے وقت شاکر رہ - تاکہ تو آخر کار باسروسامان ہو جائے -

گر شوی فارغ درِ رزقِ تو وا خواہد شدن		بر شکم سنگے کہ بندی آسیا خواہد شدن

(مخلص کاشی)

شراب

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

(غالب)

مشرقی شاعری کا بہت سا حصہ شراب کی تعریف کیلئے وقف رہا ہے ۔ کوئی ایسا شاعر نظر نہیں آتا ۔ جس نے اپنے کلام کو بادۂ لعل سے رنگین نہ کیا ہو ۔ ادبیاتِ مشرق اخلاق کے متعلق ہوں یا حُسن و عشق کے متعلق ۔ حقیقت و معرفت کی گفتگو ہو ۔ یا شریعت و طریقت کی ۔ رزمیہ نظم ہو یا بزمیہ ۔ طبعیات ہوں یا آلہیات ۔ کوئی ایسا مضمون نہیں جس میں شراب کا ذکر نہ ہو ۔ آپ اسے شرابِ محبت سمجھیں یا بادۂ معرفت ۔ شرابِ طہور سمجھیں یا مئے انگور ۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ کوئی کتنا ہی متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو ۔ اگر سخن سنج ہے تو بادہ پرست بھی ضرور ہو گا ۔

حکیم صاحب کی رُباعیات کی ایک کثیر تعداد بھی ایسی ہے جن میں سوائے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں ۔ فرماتے ہیں ۔

مے قوتِ جسم و قوتِ جانست مرا دیگر طلبِ دنیا و عقبیٰ نکنم	۱	مے کاشفِ اسرارِ نہانست مرا یکجرعہ بہ از ہر دو جہانست مرا

شراب میرے جسم کی قوت اور میری جان کی غذا ہے ۔

شراب میرے لئے تمام پوشیدہ بھیدوں کو کھولنے والی ہے۔ شرابی کے ہوتے ہیں دُنیا اور عاقبت کی طلب نہیں کرتا۔ شراب کا ایک گھونٹ میرے لئے دونوں جہانوں سے اچھا ہے

چوں فوت شوم بادہ شوئید مرا خواہید کہ روزِ حشر یابید مرا	۲	تلقین ز شراب و جام گوئید مرا از خاک درِ میکدہ جوئید مرا

جب میں مر جاؤں تو شراب سے مجھے غسل دو۔ میری تلقین شراب اور پیالے سے کرو۔ اگر قیامت کے دن مجھ ڈھونڈنا چاہو۔ تو شراب خانے کے دروازے کی مٹی میں مجھے ڈھونڈو۔

قرآں کہ مہیں کلام خوانند اورا در خطِ پیالہ آیتے روشن است	۳	گہ گاہ نہ بر دوام خوانند اورا کاندر ہمہ جا مدام خوانند اورا

قرآن جسے تمام کلاموں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اسے کبھی کبھی پڑھتے ہیں نہ کہ ہر وقت۔ پیالے کے خط میں ایسی روشن آیت (نشانی) ہے کہ اُسے ہر مقام پر ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں۔

مدام ۱ شراب ۔ ۲ ہمیشہ۔ یہاں دونوں معنوں سے مراد ہے۔ ۱ اسے ہر وقت پڑھتے ہیں یا ۲ اسے ہر جگہ مدام کہتے ہیں۔

روزیکہ بدست بر نہم جام شراب صد معجزہ پیدا کنم اندر ہر باب	۴	از غایت خرمی شوم مست و خراب ایں طبع چو آتش است و سخنہائے چو آب

جس دن میں جام شراب ہاتھ میں لیتا ہوں۔ نہایت خوشی کی وجہ سے بدمست ہو جاتا ہوں۔ اور ہر مضمون میں اعجاز پیدا کرتا

ہوں - میری طبیعت آگ کی مانند ہے اور میرا کلام پانی کی طرح - سخن ہائے چو آب - روانی کلام سے مراد ہے -

مائیم و مئے و مطرب و ایں کنج خراب سر در سر جو گردد و می بر سر ما	۵	جان و دل و دین و عقل مرہون شراب بنیاد جہاں بنا نہ مانند حباب

ہم ہیں اور شراب و مطرب ہے اور کنج خرابات - جان - دل - دین اور عقل کو رہن شراب کر دیا ہے - ہمارا سر شراب کے خیال میں ہوتا ہے اور شراب ہمارے سر پر سوار رہتی ہے - دنیا کی بنیاد حباب کی مانند (ناپائدار) ہے -

می گرچہ بشرع زشت نام ست خوش ست تلخست و حرامست خوشم می آید	۶	چوں از کف شاہدی غلام ست خوش ست دیر یست کہ ہر چہ حرام ست خوش ست

شراب اگرچہ شریعت کی رو سے بری ہے - مگر مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے اور اگر کسی معشوق کے ہاتھ سے ملے تو اور بھی اچھی معلوم ہوتی ہے - شراب تلخ بھی ہے اور حرام بھی لیکن مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے - مدت ہوئی کہ حرام چیزیں مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں -

آں تلخ وش کہ صوفی ام الخبائث خواند

اشھیٰ لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

معشوق کے ہاتھ سے لے کر شراب پینے کا اور ہی مزا ہے - سید اکبر حسین فرماتے ہیں -

اپنے ہاتھوں سے جو دو بھر کے انھیں جام شراب اور سوا اس کے وہ اک شخص ہیں معقول پسند		شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو غالباً جاڑوں میں یوں بھی انھیں اکراہ نہ ہو

می نوش کہ عمر جاودانی این است ہنگام گل ست و مل و یاراں سرمست	۷	خود خاصیت دور جوانی این است خوش باش دمی کہ زندگانی این است

شراب پی کہ حیاتِ جاوداں یہی ہے۔ دورِ جوانی کی غایت بس یہی ہے۔ بہار کا موسم ہے۔ شراب کے دن ہیں۔ اور دوست بدمست ہیں۔ یہ تھوڑا سا وقت خوشی سے گزارے کہ زندگانی یہی ہے۔

اعجاز بادہ ہیں کہ مسیحا بعہد نیاز		تعلیم قم قم از لب مینا گرفتہ است

یہ رباعی دیوان حافظ میں بھی موجود ہے۔ (۱)

از رزم خرد عقل دلیل سرہ گفت گر نا اہلی گفت کہ می ناسرہ است	۸	از روم و عرب یمنہ و یسرہ گفت من چوں شنوم چونکہ خدایش سرہ گفت

بزم خرد میں عقل نے عجیب عجیب دلیلیں بیان کیں۔ روم و عرب اور یمین و یسار کے متعلق باتیں کیں۔ اگر کوئی نا اہل یہ کہے کہ شراب ناسرہ ہے تو میں کیونکر مانوں کہ خدا نے خود شراب کو سرہ کہا ہے۔

ناسرہ۔ ناخالص و سخن بد۔ سرہ۔ خالص۔

قرآن کریم میں ہے (انما الخمر والمیسر والانصاب رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون) یعنی شراب جوا۔ اور بتوں کے تھان اور پانسے پلید ہیں اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔ حکیم صاحب نے لفظ میسر کو میسرہ بنا کر سے سَرہ کر دیا۔ (مے۔ شراب)

(۱) دیکھو دیوان حافظ نولکشوری۔

اور سرہ ۔ خالص ۔) یا (فیھما اثم کبیر و منافع للناس)
سے نتیجہ نکالا ہوگا۔

امروز کہ نوبت جوانی من است عیشم مکنید اگرچہ تلخست خوش است	۹	می نوشم از انکہ کامرانی من است تلخست ازانکہ زندگانی من است

آج کہ میری جوانی کا وقت ہے۔ شراب پیتا ہوں۔ کہ یہی میری کامیابی ہے۔ شراب کو بُرا نہ کہو۔ اگرچہ شراب تلخ ہے لیکن مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ شراب اس لئے تلخ ہے کہ وہ میری زندگانی ہے۔

حکیم صاحب کہتے ہیں کہ شراب اس لئے تلخ ہے۔ کہ میری زندگانی ہے۔ کیونکہ میری زندگانی ہمیشہ تلخ رہی ہے۔

سیر دو جہاں از قدح مستان است این نکتہ کہ در جان جہاں پنہان است	۱۰	خورشید ازل جام مئے تابان است در شیشۂ می اگر بدانی آن است

مستوں کے جام شراب میں دونوں جہانوں کی سیر ہے۔ خورشید ازل شراب رنگین کے پیالے کا نام ہے۔ یہ نکتہ کہ جان میں جہاں پوشیدہ ہے۔ صراحیِ شراب کے دیکھنے سے حل ہوتا ہے۔

ساقی بحیات چوں کسے رہبر نیست محرم ما ست زانکہ چوں گرمی مے	۱۱	دارد پیر لوبہ زینے و ساغر نیست در آبحیات و چشمۂ کوثر نیست

اے ساقی! جب کوئی شخص بھی زندگی کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا۔ تو پھر اگر کوئی پیر ہے تو وہ شراب اور جام شراب ہی

بہتر نہیں ہے۔ شراب ہماری ہمدم ہے کیونکہ شراب کی گرمی آب حیات اور مومن کوثر میں نہیں ہے۔

ای ساقی ازاں مئی کہ دل و دین من است گر ہست شراب خوردن آئین کسی	۱۲	پر کن قدحی کہ جان شیرین من است معشوقہ بجام خوردن آئین من است

اے ساقی اوس شراب سے جو بمنزلۂ میرے دل و دین کے ہے ایک پیالہ بھر دے کیونکہ شراب بمنزلۂ میری جان شیریں کے ہے۔ اگر لوگ شراب پیتے ہیں۔ تو میں جام شراب سے معشوق پیتا ہوں۔

یعنی جام شراب کے ذریعے معشوق کی محبت دل میں پیدا کرتا ہوں۔

قرآن کریم میں ہے (واشربوا فی قلوبھم العجل بکفرھم) یعنی پلائی گئی بیچ اون کے دلوں کے محبت بچھڑے کی بسبب اون کے کفر کے۔ مطلب یہ کہ اون کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ گئی۔

کہتے ہیں کہ ایک روز قوال نے یہ رباعی گا کر سنائی تو شیخ عبد العزیز دہلوی قدس اللہ سرّہٗ کو اس کے سننے سے ایسا وجد و ذوق ہوا۔ کہ متصل تین روز نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور وجد میں رہے۔ تیسرے روز اسی غلبۂ شوق میں جان دیدی۔ (۱)

ساقی مئی کہنہ یار دیرین من است گویند کہ بادہ خوار را دینی نیست	۱۳	بی دختر رز عیش نہ آئین من است من بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است

اے ساقی پرانی شراب میری قدیمی دوست ہے۔ بغیر

(۱) دیکھو ماثر الکرام آزاد بلگرامی صفحہ (۶۰) ۱۲۔

شراب کے زندگی بسر کرنا میرا طریقہ نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ شراب پینے والے کا کوئی مذہب نہیں۔ میں شراب پیتا ہوں کہ شراب ہی میرا مذہب ہے۔

دخترِ رز دخترِ انگور۔ یعنی شراب۔ مولانا اکبر الہ آبادی فرماتی ہیں۔

اس کی بیٹی نے اُٹھا رکھی ہے دنیا سر پر	خیر گزری ہے کہ انگور کے بیٹا نہ ہوا

عیش ۔ زندگی بسر کرنا۔

می بخورم و مخالفاں از چپ و راست	۱۴	گویند مخور بادہ کہ دین را اعداست
چوں دانستم کہ می عدوئے دین است		واللہ بخورم خون عدو را کہ رواست

میں شراب پیتا ہوں اور مخالف ادھر ادھر سے کہتے ہیں کہ شراب نہ پیو۔ کہ یہ دین کی دشمنی ہے۔ پس جب مجھے معلوم ہو گیا کہ شراب دین کی دشمن ہے۔ تو پھر میں ضرور شراب پیوں گا۔ کیونکہ دشمن کا خون پینا روا ہے۔

اعدا ۔ جمع عدو۔ سے دشمنی کردن۔

ای وای بر آں دل کہ در و سوز نیست	۱۵	سودا زدہ مہر دل افروزی نیست
روزی کہ تو بی بادہ بسر خواہی برد		ضائع تر ازاں روز ترا روزی نیست

افسوس ہے اوس دل پر جس میں سوز و گداز نہیں۔ اور جو کسی معشوق کی محبت میں مجنون نہیں۔ وہ دن جو تو شراب کے بغیر گزارے اوس دن سے زیادہ بے کار اور کوئی دن نہیں۔

گو مطرب و می تا بدہم داد صبوح	۱۶	خوش وقت کسی کہ او کند یاد صبوح
ما را بجہاں سحر بلیاید خوش		سرمستی و عاشقی و فریاد صبوح

شراب اور مطرب کہاں ہیں کہ میں شراب صبح کی داد دوں - وہ آدمی بڑا خوش نصیب ہے جو شراب صبح کی یاد تازہ رکھے - ہم کو دنیا میں یہ تین چیزیں چاہئیں - بدمستی اور عاشقی اور شراب صبح کا شور و غوغا -

خورشید کمند صبح بر بام افگند می خور کہ منادیٔ سحر گہ خیزاں	۱۷	کیخسرو روز بادہ در جام افگند آوازۂ اِشربوا در ایام افگند

آفتاب نے صبح کی کمند بام پر پھینکی ہے - دن کے کیخسرو نے شراب پیالے میں ڈالی ہے - شراب پی چونکہ سحرخیزوں کی منادی نے تیرے راز کو دنیا میں فاش کردیا ہے -

یعنی سحرخیزوں نے تیری صبوحی کا راز فاش کردیا ہے - اب شراب بیہودہ سے کیا فائدہ - علانیہ شراب پیو -

امشب منی جام یکمنی خواہم کرد اوّل سہ طلاق عقل و دیں خواہم گفت	۱۸	خود را بدو جام می غنی خواہم کرد پس دختر رز را بزنی خواہم کرد

آج رات کو جام یک منی سے شراب پیوں گا - ایک دو پیالے پی کر اپنے آپ کو غنی کردوں گا - پہلے عقل اور دین کو طلاق دوں گا - اور پھر دختر رز سے شادی کروں گا -

دختر رز - شراب -

چوں مردہ شوم خاک مرا گم سازند پس خاک و گلم بہ بادہ آغشتہ کنند	۱۹	واحوال مرا عبرت مردم سازند وز کالبدم خشت سر خم سازند

جب میں مر جاؤں تو چاہئے کہ لوگ میری مٹی کو گم کردیں -

تاکہ لوگوں کو میرے حال سے عبرت ہو۔ بعد ازاں میری خاک کو شراب سے گوندھ کر میرے جسم سے خم مے کا سرپوش بنائیں۔

بعدِ مُردن اگر از قالبِ من خشت زنند		آیم و باز شوم خشتِ درِ مے خانہ

(ہلالی)

وقتیکہ طلوعِ صبحِ ازرق باشد گویند کہ حق تلخ بود در ہمہ حال	۲۰	باید بکفت جام مروّق باشد باید بہمہ حال کہ مے حق باشد

جس وقت صبح نیلگوں کا طلوع ہو۔ چاہئے کہ تیرے ہاتھ میں صاف کی ہوئی شراب کا پیالہ ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ حق ہر حالت میں تلخ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب (جو کہ تلخ ہے) بہر حال حق ہے۔

ازرق۔ نیلگون۔ کبود۔ آب صاف۔ صبح کے وقت مطلع نیلگوں ہوتا ہے اس لئے صبح ازرق کہا ہے۔ مروّق۔ صاف کردہ شدہ و مصفّا۔ و شراب پالودہ کہ اصلا در آن غش نہ باشد (غیاث اللغات)

یاراں چو باتفاق میعاد کنید ساقی چو مئے مغانہ درکف گیرد	۲۱	خود را بجمال یکد گر شاد کنید بیچارہ فلاں را بدعا یاد کنید

اے دوستو! جب حسب وعدہ ایک جگہ اکٹھے ہو۔ اور اپنے آپ کو ایک دوسرے کے دیدار سے خوش کرو۔ اُسوقت جب ساقی شراب مغانہ کا پیالہ ہاتھ میں لے تو فلاں بیچارہ (یعنی مجھ) کو دعا سے یاد کرو۔

میعاد۔ بہ یک دیگر وعدہ کردن۔ جائے وعدہ کردن۔ وقت وعدہ کردن۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی		بیاد آر حریفان بادہ پیما را
ایزد بہ بہشت وعدہ با ما می کرد خمرہ بعرب اشتر شخصے پے کرد	۲۲	پس در دو جہان حرام می را کی کرد پیغمبر ما حرام می بروے کرد

خدا نے ہمیں بہشت میں شراب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ پس یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ شراب اس دنیا میں یا اوس دنیا میں حرام ہو بات یہ ہے کہ خمرہ نے عرب میں ایک شخص کے اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ سزا کے طور پر ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر شراب حرام کر دی۔

پے کردن۔ پاؤں کی رگوں کو کاٹ ڈالنا۔

بازی بازی باریش بابا ہم بازی۔

ایں ہمنفساں مرا بمے قوت کنند چوں فوت شوم بمے بشو بند مرا	۲۳	وین چہرہ کہربا چو یاقوت کنند واز چوب رزم تختۂ تابوت کنند

میرے دوستوں کو چاہئے کہ مجھے شراب کی غذا دیں۔ اور کہربا جیسے (زرد) چہرے کو یاقوت کی طرح (سرخ) کر دیں۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے شراب سے غسل دیں اور انگور کی لکڑی سے میرا تابوت بنائیں۔

بہ ایوان غفراں سکے بردہ پے دیانت زگندریا نیست پاک ازیں چوب باخود کلیدے ببر		گرخشت لحد ساختند از تاک اگر نیست مسواک از چوب تاک کہ در گور بکشاید از خلد در

(ظہوری)

یک جام ہزار مرد با دین ارزد در روی زمین چہ چیست ز بادہ خوشتر	۲۴	یک جرعۂ مے بمملکت چین ارزد تلخے کہ ہزار جان شیریں ارزد

شراب کا ایک پیالہ قیمت میں ہزار دیندار آدمیوں کے برابر ہے۔ شراب کا ایک گھونٹ چین کی سلطنت کے برابر ہے۔ روئے زمین پر شراب سے بہتر اور کونسی چیز ہے۔ شراب تلخ ایسی چیز ہے کہ ہزار جان شیریں سے زیادہ شیریں ہے۔

در میکدہ جز بمے وضو نتواں کرد خوش باش کہ ایں پردۂ مستوری ما	۲۵	واں نام کہ زشت شد نکو نتواں کرد بدریدہ چناں شد کہ رفو نتواں کرد

شراب خانہ میں صرف شراب سے وضو کرنا چاہیئے۔ جب ایک دفعہ بدنام ہو گئے تو پھر نیک نام ہونا مشکل ہے۔ خوش رہ کیونکہ ہماری مستوری کا پردہ ایسا ہنیں پھٹا کہ پھر رفو ہو سکے۔

در وقت اجل چو کارم آمادہ کنند در خاک لحد چو خشت خواہند نہاد	۲۶	در بستر خاکم زنخ سادہ کنند زنہار کہ آب و گلش از بادہ کنند

موت کے وقت جب میری تجہیز و تکفین کریں گے اور بستر خاک پر مجھے لایعنی بنا کر رکھ دیں گے۔ لحد میں جو اینٹ رکھیں گے چاہیئے کہ اوس کو شراب سے گوندھ کر بنائیں۔

زنخ سادہ۔ بیکار۔ لایعنی۔

از مے طرب و نشاط و مردی خیزد رو بادہ بخور کہ سرخرو خواہی ماند	۲۷	در جمع کتب خشکی و سردی خیزد از خوردن سبزہ روی زردی خیزد

شراب سے خوشی نشاط اور سردی پیدا ہوتی ہے - کتابیں جمع کرنے سے خشکی اور سردی پیدا ہوتی ہے - شراب پی تاکہ تیرا چہرہ سرخ ہو - بنگ پینے سے چہرہ زرد ہوتا ہے -
سبزہ - بنگ -

بیمارم و تپ در استخوانم دارد دیں طرفہ نگر کہ ہر چہ در بیماری	۲۸	ناخوردن مے قصد بجانم دارد جز بادہ خورم ہمہ زیانم دارد

میں بیمار ہوں اور تپ ہڈیوں میں سرایت کر گیا ہے - شراب نہ پینے سے جان کا خطرہ ہے - یہ عجیب بات ہے کہ بیماری کی حالت میں سوائے شراب کے باقی تمام چیزیں مجھے نقصان دیتی ہیں -

بر روئے نکو و لب جو و مل و درد تا بودہ ام و باشم و خواہم بودن	۲۹	تا بتوانم عیش و طرب خواہم کرد مے خوردہ ام و مے خورم و خواہم خورد

معشوق ہو - لب جوئے ہو - شراب ہو اور پھول - جہاں تک ہو سکے گا ان چیزوں کے ساتھ عیش و عشرت کروں گا جب سے ہوں - اب بھی - اور جب تک ہوں گا - شراب پیتا رہا ہوں پیتا ہوں اور پیوں گا -

در سر ہوس بتان چوں حورم باد گویند کساں خدا ترا توبہ دہاد	۳۰	بر دست ہمیشہ آب انگورم باد او خود ندہد من نہ کنم دورم باد

خدا کرے کہ میرے دل میں بتان حوری نژاد کی محبت قائم رہے - اور ہمیشہ میرے ہاتھ میں شراب کا پیالہ رہے - لوگ

کہتے ہیں کہ خدا تجھے توبہ کی توفیق دے - خدا توبہ کی توفیق نہیں دیتا میں خود توبہ کرتا نہیں - خدا کرے توبہ مجھ سے دور ہی رہے -

توبہ مکن از مے اگرت مے باشد	۳۱	صد تائب و باد غات در پے باشد
گل جامہ دران و بلبلاں نعرہ زناں		در وقت چنین توبہ روا کے باشد

اگر تیرے پاس شراب ہے تو پھر شراب سے توبہ نہ کر کیونکہ پھر کئی ریاکار زاہد تیرے ساتھ ہو جائیں گے - پھول کھلے ہیں اور بلبلیں چہچہا رہی ہیں - ایسے وقت میں توبہ کب جائز ہے -

حاشا کہ من بموسم گل ترکِ مے کنم		من لاف عقل میزنم این کار کے کنم

تا یار شراب جانفزائم نہ دہد	۳۲	صد بوسہ فلک بر سر و پائم نہ دہد
گویند کہ توبہ کن اگر وقت آید		چوں توبہ کنم اگر خدائم نہ دہد

جب تک دوست مجھے شراب جاں فزا نہ دے - آسمان کب میرے سر و پا کو بوسہ دے گا - لوگ کہتے ہیں کہ جب وقت آئے تو توبہ کر لو - میں توبہ کس طرح کروں جب خدا توبہ کی توفیق ہی نہیں دیتا

تا زہرہ و مہ بر آسمان اندپدید	۳۳	بہتر ز مئی لعل کسی ہیچ نہ دید
من در عجبم ز مے فروشان کاینان		بہ زانکہ فروشند چہ خواہند خرید

جب سے اور جب تک زہرہ اور چاند آسمان پر ظاہر ہیں شراب سرخ سے بہتر چیز کسی نے کچھ نہیں دیکھی - پھر میں حیران ہوں کہ شراب فروش شراب بیچ کر شراب سے بہتر کون سی چیز لیں گے -

گل نعمتیست ہدیہ فرستادہ از بہشت		مردم کریم تر شود اندر نعیم گل

اے گل فروش گل چہ فروشی برائے سیم		وازگل عزیز ترچہ ستانی بہ سیم گل

(کسائی)

ممکن ہے اس جگہہ بھی گل کے بجائے مُل ہو - واللہ اعلم -

حیّے کہ بقدرت سر و رو میسازد گویند قرابہ گر مسلماں نبود	۳۴	پیوستہ ہمہ کار عدو می سازد آں را تو ثنا گو کہ کدو می سازد

وہ حیّ و قیّوم جو اپنی قدرت سے انسان کو پیدا کرتا ہے ہمیشہ دشمنوں کی کارسازی کرتا ہے - لوگ کہتے ہیں کہ جام شراب بنانے والا مسلمان نہیں ہوتا - تو اوس خدا کی تعریف کر جو کدو بناتا ہے -

کدو - صراحی سے کا کام دیتا ہے - مطلب یہ کہ جب خدا خود کدو بناتا ہے جو صراحی مے کے کام آتا ہے تو پھر شراب کے پیالے بنانے والے کس طرح مسلمان نہ ہوئے -

گر یار من اندر ترک طامات کنند چوں در گذرم خاک مرا خشت کنند	۳۵	غمہای مرا بے مکافات کنند در رخنۂ دیوار خرابات کنند

اگر لوگ میرے خیر خواہ ہیں تو چاہئے کہ فضول باتوں کو چھوڑ دیں - میرے غم کا شراب سے تدارک کریں - اور جب میں مر جاؤں تو میری مٹی سے اینٹ بنا کر شراب خانے کی دیوار کے رخنہ میں لگائیں -

طامات - صوفیوں کی لاف و گزاف در بارۂ کشف و کرامات ہرزہ گوئی -

گر بادہ بکوہ بر زنی رقص کند از بادہ مرا توبہ چہ می فرمائی	۳۶	ناقص بود آنکہ بادہ را نقص کند روحیست کہ او تربیت شخص کند

اگر شراب پہاڑ پر ڈالو تو پہاڑ ناچنے لگے گا۔ جو شخص شراب میں نقص بیان کرے وہ خود ناقص ہے۔ مجھے کیوں کہتے ہو کہ شراب سے توبہ کرلے۔ شراب ایک روح ہے جو جسم کی تربیت کرتی ہے۔

آنگہ کہ نہال عمر برکندہ شود ورز آنکہ صراحی بکنند از گل ما	۳۷	واجرام زبیکدگر پراگندہ شود حالے کہ پر از بادہ کنی زندہ شود

جب عمر کا درخت گر جائے گا۔ اور جسم کے عناصر پراگندہ ہوجائیں گے۔ اوس وقت اگر لوگ میری مٹی سے صراحی بنا کر اوس میں شراب ڈالیں تو وہ زندہ ہوجائے گی۔

گویا شراب آب حیات ہے کہ مٹی پر ڈالو تو زندہ ہوجائے۔

اسرار ازل بادہ پرستاں دانند گر چشم تو حال من نداند چہ عجب	۳۸	قدر مے وجام تنگدستاں دانند شک نیست کہ حال مست مستاں دانند

اسرار ازل کو صرف بادہ پرست جانتے ہیں۔ شراب اور جام شراب کی قدر کو صرف تنگدست لوگ جانتے ہیں۔ اگر تیری آنکھیں میری حالت کو نہ دیکھ سکیں تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیوں کہ مستوں کا حال صرف مست لوگ جانتے ہیں۔

سچ ہے دلی را دلی می شناسد۔

جاناں می صاف وقت گل خوش بیخور می خون رز است رز ترا می گوید	۳۹	بر یاد بتاں نغز و دل کش می خور خوں بر تو حلال کردہ ام خوش بیخور

اے جاناں! موسم بہار میں شراب صاف پی۔ بتانِ ماہ لقا اور شاہدانِ دل ربا کی یاد میں شراب پی۔ شراب انگور کا خون ہے۔ اور انگور زبان حال سے تجھے کہہ رہی ہے۔ کہ میں نے اپنا خون تجھے معاف کیا۔ خوب پی۔

کردیم دگر شیوۂ رندی آغاز ہر جا کہ پیالہ است مارا بینی	۴۰	تکبیر ہمی زدیم بر پنج نماز گردن چو صراحی بسوئے او کردہ دراز

ہم نے پھر رندی کا شیوہ اختیار کر لیا ہے۔ نماز پر نماز جنازہ پڑھ دی ہے (یعنی ترک کر دی ہے۔) جس جگہ پیالہ ہوگا۔ تو دیکھے گا کہ ہم نے صراحی کی طرح اوس کی طرف گردن جھکائی ہوئی ہے
تکبیر زدن۔ نماز جنازہ پڑھنا۔ ترک کر دینا۔

باروئے نکو شراب روشن درکش باسادہ رخے نشین و بگذر از خویش	۴۱	با دوست دل از جفائے دشمن درکش پیراہن کبر و ہستی از تن درکش

کسی معشوق کے ساتھ شراب صاف پی۔ دوست کے ساتھ ہو کر دشمن کے ظلم سے بے پرواہ ہو جا۔ کسی خوب رو کے ساتھ بیٹھ اور خودی کو دور کر دے۔ کبر اور ہستی کے جامے کو اُتار ڈال۔
تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ یہ رُباعی دیوان حافظ میں بھی موجود ہے (۱)۔

(۱) دیکھو دیوان حافظ نول کشوری ۱۲۰-

می خوردن من نہ از برائے طرب است خواہم کہ بہ بیخودی بر آرم نفسے	۴۲	نے بہرِ فساد و ترکِ دین و ادب است می خوردن و مست بودنم زین سبب است

میں شراب عیش و طرب کے لئے نہیں پیتا۔ اور نہ فساد یا ترک دین و ادب کے لئے پیتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ وقت بیخودی سے گزاروں۔ میرا شراب پینا اور مست رہنا اس سبب سے ہے۔

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو		یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

(غالب)

زین کاسہ کہ من بے تو بلب می آرم چشم سیہ تو روز من کرد سیاہ		نے از پئے شادی و طرب می آرم روز سیہ خویش بہ شب می آرم

(جامی)

بگذار دلا وسوسہ عقل معاش در بزم قلندران معنی بنشیں	۴۳	از ہستی خویشتن ہمبر چون اوباش آزادہ شو و شراب نوش و خوش باش

اے دل دنیاوی عقل کے وسوسے چھوڑ دے۔ اپنی ہستی سے رندوں کی طرح قطع تعلق کر لے۔ قلندران معنی کی مجلس میں بیٹھ آزاد ہوجا۔ شراب پی اور خوش رہ۔

آن می کہ خضر خجستہ دارد پاسش من قوت دل و قوت روحش خوانم	۴۴	او آبحیات است و منم الیاسش چون گفت خدا منافع للناس اش

وہ شراب جس کی عزت خضر خجستہ قدم بھی کرتا ہے۔ وہ آبِ حیات ہے اور میں اس کا الیاس۔ میں شراب کو دل کی

قوت اور روح کی غذا کہتا ہوں۔ کیونکہ خدا نے خود اس کے حق میں "مَنَافِعُ لِلنَّاسِ" کہا ہے۔

الیاس۔ ایک پیغمبر کا نام ہے جو حضرت خضر علیہ السلام کے بھائی تھے۔ دونوں بھائیوں نے آب حیات پی کر حیات جاودانی حاصل کی۔ خدمت برّی حضرت خضر علیہ السلام اور خدمت بحری حضرت الیاس علیہ السلام کے سپرد ہے۔

منافع للناس۔ قرآن کریم میں شراب اور جوئے کے متعلق ہے (فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ) حکیم نے "اثم کبیر" سے چشم پوشی کر کے "مَنَافِعُ لِلنَّاسِ" سے استدلال کیا ہے۔

تا دیگ بقای من بود اندر جوش ایکوزہ گرا گر از گلم کوزہ کنی	۴۵	در کاسہ خوشدلی کنم درد و نوش آن کوزہ بجز بمی فروشان مفروش

جب تک میری زندگی کی دیگ جوش میں ہے۔ اس وقت تک میں خوش دلی کے پیالہ میں دُرد نوشی کرتا رہوں گا۔ اے کوزہ بنانے والے! اگر میری مٹی سے تو کوزہ بنائے تو اس کو صرف شراب فروشوں کے ہاتھ بیچنا۔

گر صلح نیابم ز فلک جنگ اینک جام مئ لعل ارغوان رنگ اینک	۴۶	ور نام نکو نباشدم ننگ اینک آنکس کہ نمی خورد سر و سنگ اینک

اگر آسمان مجھ سے صلح نہیں کرتا تو میں جنگ کے لئے بھی تیار بیٹھا ہوں۔ اگر نام نیک نہیں ہے تو چلو بدنامی ہی سہی۔ شراب ارغوانی کا پیالہ موجود ہے۔ جو شخص نہیں پیتا۔ اس کے

سر کے لئے پتھر حاضر ہے۔

۴۷

می برکفِ من نِہ و برآور غلغل — بالنغرۂ عندلیب و صوتِ بلبل
بے نغمہ اگر روا بُدی می خوردن — خم بر سر شیشہ ہا نہ کردے قلقل

شراب کا پیالہ میرے ہاتھ میں دے۔ اور نغمۂ و سرود شروع کر۔ نغرۂ بلبل اور صوت عندلیب کا ہم آواز ہوجا۔ اگر بغیر نغمہ کے شراب پینا جائز ہوتا۔ تو صراحی کے مُنہ میں شراب قلقل کیوں کہتی۔
قلقل۔ ۱؎ وہ آواز جو صراحی سے شراب نکلتے وقت پیدا ہوتی ہے۔ ۲؎ قل قل بمعنے بگو۔ بگو۔ یہاں دونوں معنی سے مُراد ہے۔

۴۸

اے دل مشنو نصیحت اہلِ حیل — کز بادۂ ناب عقل و دین راست خلل
گر راحتِ جان و قوتِ روحت باید — می نوش ببوستان بہ گلبانگِ غزل

اے دل حیلہ گر لوگوں کی نصیحت نہ سُن۔ جو یہ کہتے ہیں کہ شراب خالص عقل و دین میں خلل اندازی کرتی ہے۔ اگر تجھے جان کی خوشی اور روح کی غذا چاہئے۔ تو باغ میں جاکر شراب پی اور غزلیں سُن۔
گلبانگ۔ آواز قلندراں و شاطراں۔ شور مردم بوقت شادی۔ آواز بلبل۔ آواز خوش۔ (غیاث اللغات)

۴۹

گفتم کہ دگر بادۂ گلگوں نخورم — می خونِ رز است و من دگر خوں نخورم
پیرِ خردم گفت بجد مست گوئی؟ — گفتم کہ مزاح میکنم چوں نخورم

میں نے کہا کہ میں اب شراب سرخ نہیں پیوں گا۔ شراب انگور کا خون ہے۔ میں اب خون نہیں پیوں گا۔ عقل کے پیر نے مجھ سے

سوال کیا کہ کیا تو سچ مچ یہ بات کہتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مزاح کرتا ہوں۔ میں شراب کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔

میلم بشراب ناب باشد دائم گر خاک مرا کوزہ گراں کوزہ کنند	۵۰	گوشم بہ نے و رباب باشد دائم آں کوزہ پُر از شراب باشد دائم

میری رغبت ہمیشہ شراب خالص کی طرف رہتی ہے۔
میرے کان ہمیشہ نَے اور رباب کی آواز پر لگے رہتے ہیں۔ اگر میری مٹی سے کوزہ گر کوزہ بنائیں گے۔ تو وہ کوزہ ہمیشہ شراب سے بھرا رہے گا۔

دنیا چو فناست من بجز فن نکنم گویند خدا ترا ز مے توبہ دہد	۵۱	جز یاد نشاط و مے روشن نکنم او خود ندہد و گر دہد من نہ کنم

دُنیا چونکہ فانی ہے۔ اس لئے میں بھی داؤں پیچ سے گزارہ کروں گا۔ سوائے عیش و عشرت اور شراب صاف کے اور کسی چیز کو یاد نہیں کرونگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تجھے توبہ کی توفیق دے۔ خدا خود ہی ایسی توفیق نہیں دیتا۔ اور اگر دے بھی تو میں توبہ نہیں کرونگا شاباش!

دیگر غم ایں گردش گردوں نخورم مے خونِ جہانست و جہان غونی ما	۵۲	جز بادۂ صاف و مئے گلگوں نخورم من خونِ دل غونی خود چوں نخورم

اب میں گردش گردوں کا غم نہیں کروں گا۔ صرف شراب صاف اور مئے گل رنگ ہی پیوں گا۔ شراب جہان کا خون ہے اور جہاں ہمارا غونی (دشمن) ہے۔ میں اپنے دُشمن کے

دل کا خون کیوں نہ پیوں۔

در پائے اجل چوں سر افگندہ شوم زنہار گِلم بجز صراحی نہ کنند	۵۳	واز بیخ امید عمر پرکندہ شوم باشد کہ زبادہ پُر شوو زندہ شوم

موت کے پاؤں میں جب میں سرنگوں ہو کر پڑوں گا اور اُمید عمر کی بیخ کنی ہو جائے گی۔ میری مٹی سے سوائے صراحی کے اور کچھ نہ بنانا۔ شاید کہ اس میں کوئی شراب ڈالے تو میں زندہ ہو جاؤں۔

از بادہ شود تکبر از سرہا کم ابلیس اگر زبادہ خوردی یکدم	۵۴	واز بادہ شود کشادہ بندِ محکم کردی دو ہزار سجدہ پیش آدم

شراب سر سے تکبر کو نکال دیتی ہے۔ اور شراب سے مضبوط بند کھل جاتے ہیں۔ اگر شیطان ایک گھونٹ شراب پی لیتا۔ تو حضرت آدم (علیہ السّلام) کے آگے ایک چھوڑ ہزار سجدے کر دیتا۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السّلام کے آگے سجدہ تکبر کی وجہ سے نہیں کیا تھا۔ (اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ)

برخیز و بیا کہ چنگ بر چنگ زنیم چوں بادہ خوریم در خرابات خوریم	۵۵	می بازخوریم و نام بر ننگ زنیم وایں شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم

اُٹھ اور آ کہ چنگ بجائیں۔ شراب پئیں۔ اور نیک نامی کو بدنامی پر قربان کر دیں۔ جب شراب پئیں شرابخانہ

میں ہی پئیں ۔ نام و ناموس کے شیشے کو پتھر پر پھینک کر توڑ ڈالیں ۔
چنگ ۔ ۱ پنجہ ۔ ۲ ساز معروف ۔

دردامن یار بیوفا چنگ زنیم سجّادہ بیک پیالۂ می بفروشیم	۵۶	خود نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم ناموس بجو دہیم و بر سنگ زنیم

یار بے وفا کے دامن کو مضبوط پکڑ لیں ۔ شراب پئیں ۔ اور نیک نامی کو بدنامی پر نثار کر دیں ۔ سجّادہ کو ایک پیالۂ شراب کے بدلے بیچ ڈالیں ۔ نام و ناموس کو شراب پر قربان کر دیں اور پتھر پر پھینک دیں ۔

صبح است دمی بر میٔ گلرنگ زنیم دست از امل دراز خود باز کشیم	۵۷	وین شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم در زلف دراز و دامن چنگ زنیم

صبح کا وقت ہے آؤ کہ پے در پے شراب سرخ پئیں شیشۂ نام و ناموس پتھر پر پھینک دیں ۔ لمبی لمبی امیدوں سے ہاتھ اٹھا لیں ۔ اور زلف دراز اور دامن چنگ کو ہاتھ میں لیں ۔
معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی رُباعی کو لوگوں نے ہیر پھیر کر تین رُباعیاں بنا لی ہیں ۔

این جسم پیالہ بیں بجان آبستن نے نے غلطم کہ بادہ از غایت لطف	۵۸	ہمچوں سمنی بہ ارغواں آبستن آبیست بہ آتش رواں آبستن

پیالے کے جسم کو دیکھ کہ جان سے حاملہ ہے ۔ سمن کی مانند ہے جو ارغواں سے حاملہ ہو ۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا ہے ۔ شراب غایت لطافت کی وجہ سے اُس پانی کی مانند ہے جو

آتش رواں سے حاملہ ہو۔
سمن۔ ایک سفید پھول کا نام ہے۔
ارغوان۔ ایک سُرخ پھول کا نام ہے۔
یہہ رُباعی غالباً عسجدی کی ہے (۱)

دوشینہ پئے صدق وصفائے دلِ من جامی بمن آورد کہ لبستان وبنوش	۵۹	در میکدہ آں روح فزائے دلِ من گفتم نخورم گفت برائے دلِ من

کل رات میرے دل میں صدق وصفا پیدا کرنے کے لئے
اوس روح افزائے اور دلربا معشوق نے شراب خانہ میں
ایک پیالہ مجھے دیا۔ اور کہا کہ پی لے۔ میں نے کہا کہ میں نہیں
پیتا۔ اوس نے کہا کہ میری خاطر پی لے (پھر میں نے پی لیا)۔
بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رُباعی قتالی کی ہے (۱)۔
کہتے ہیں کہ مولانا لطف اللہ نیشاپوری وفات کے وقت اکیلے تھے
بعد میں جب لوگوں نے دیکھا تو یہہ رُباعی ایک کاغذ پر لکھی ہوئی اُن
کے ہاتھ میں تھی۔ (۳)۔

می خوردن وگرد گلرخاں گردیدن گر مردم میخوار بدوزخ باشند	۶۰	بہتر زہزار زاہدی ورزیدن پس روئے بہشت را کہ خواہد دیدن

شراب نوشی کرنا اور معشوقوں کے گرد پھرنا ہزار پرہیزگاریوں
سے بہتر ہے۔ اگر شراب پینے والے دوزخ میں ہوں گے۔ تو

(۱) آتشکدہ آذر صفحہ (۱۳۶)۔
(۲) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ (۳۲۶)۔
(۳) خزانہ عامرہ صفحہ (۳۹۷)۔

پھر بہشت کا مُنہ بھی کوئی نہ دیکھے گا۔

دانی کہ چراست توبہ ناکردن من بر اہل مجاز است بتحقیق حرام	۶۱	زیرا کہ حرام نیست مے خوردن من مے خوردن اہل راز بر گردن من

تو جانتا ہے کہ میں شراب سے توبہ کیوں نہیں کرتا۔
وجہ یہہ ہے کہ میرے لئے شراب نوشی حرام نہیں ہے۔ اہل مجاز پر تو شراب فی الحقیقت حرام ہے۔ لیکن اہل راز کے شراب پینے میں اگر گناہ ہو تو میں ذمہ دار ہوں۔

مائیم خریدار مئے کہنہ و نو گفتی ز پس مرگ کجا خواہی رفت	۶۲	وانگاہ فروشندۂ جنّت بدو جو مے پیش من آر و ہر کجا خواہی رو

ہم شراب کے خریدار ہیں خواہ وہ پُرانی ہو یا نئی۔
ہم جنت کو دو دانۂ جو کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں۔ تو پوچھتا ہے کہ مرنے کے بعد میں کہاں جاؤں گا۔ مجھے شراب دے۔ اور جہاں چاہتا ہے جا۔

یعنی مجھے اس بات کی فکر نہیں ہے کہ میں مرنے کے بعد کہاں جاؤں گا۔ مجھے شراب چاہئے۔ آیندہ کا غم تو کر۔ اور جہاں چاہتا ہے وہاں جانے کی کوشش کر۔

در مجلس عشاق نشستیم ہمہ از بادۂ شوق قدحے نوشیدیم	۶۳	از محنت ایّام برستیم ہمہ آزادہ و آسودہ و مستیم ہمہ

ہم سب مجلس عشاق میں بیٹھے ہیں۔ اور غم دنیا سے مخلصی پائی ہے۔ شراب شوق کا ایک پیالہ پیا ہے۔ اور سب

کے سب آزاد اور آسودہ اور مست ہو گئے ہیں۔

یہاں حکیم صاحب نے صاف طور سے شراب شوق کا ذکر کیا ہے۔ یعنی شراب عشق و محبت۔ اہل راز جہاں شراب انگور کا ذکر ہوتا ہے وہاں بھی شراب محبت ہی مراد لیتے ہیں۔

یک جرعۂ مئے کہنہ ز ملک نو بہ جامست بہ از ملک فریدوں صد بار	۶۴	وز ہر چہ بجز طریق بیروں شو بہ خشت سر خم ز تاج کیخسرو بہ

پرانی شراب کا ایک پیالہ نئی سلطنت سے اچھا ہے دنیا کے تمام تر تعلقات سے جس طرح بھی ممکن ہو سکے آزاد رہنا ہی اچھا ہے۔ شراب کا ایک پیالہ مملکت فریدوں سے سو گنا زیادہ قیمتی ہے۔ خم شراب کا سرپوش کیخسرو کے تاج سے بہتر ہے۔

ہر توبہ کہ کردیم شکستیم ہمہ علیم نکنند گر کنم بے خردی	۶۵	بر خود در نام و ننگ بستیم ہمہ کز بادۂ عشق مست ہستیم ہمہ

جتنی دفعہ بھی ہم نے توبہ کی توڑ ڈالی۔ ننگ و ناموس کا دروازہ اپنے لئے بند کر دیا۔ اگر میں بے عقلی کروں تو مجھے بُرا نہ کہو۔ کیونکہ ہم شراب عشق سے بدمست ہیں۔

ہر روز برانم کہ کنم شب توبہ اکنوں کہ رسید وقت گل ترکم دہ	۶۶	از جام و پیالۂ لبالب توبہ در موسم گل ز توبہ یارب توبہ

میں ہر روز اس بات کا ارادہ کرتا ہوں کہ رات کو توبہ کروں گا جام مئے اور پیالۂ لبریز سے توبہ کروں گا۔ اب کہ موسم بہار آ گیا ہے۔ مجھے اپنے حال پر چھوڑ۔ توبہ توبہ! موسم بہار میں کون توبہ کر سکتا

کر سکتا ہے۔

شراب در دلم و توبہ ہم - کجاست قدح		کہ دل بشویم از ان توبۂ شراب آلود

(امیر خسرو)

آن بادۂ خوشگوار بر دستم نہ آں مے کہ چو زنجیر بپیچد بر خود	۶۷	وآں ساغر چوں نگار بر دستم نہ دیوانہ شدم بیار و بر دستم نہ

شراب خوشگوار میرے ہاتھ پر رکھ - وہ دل رُبا جام شراب میرے ہاتھ پر رکھ۔ وہ شراب جو زنجیر کی طرح پیچ کھاتی ہے - میں دیوانہ ہو گیا ہوں میرے ہاتھ پر رکھ۔

دیوانے کے لئے زنجیر ضروری ہے - زنجیر بردست نہادن - ہتھکڑی لگانا - مطلب یہ کہ میں دیوانۂ عشق ہوں - مجھے بند کرنے کے لئے شراب ضروری ہے۔

یہہ رُباعی دیوان حافظ میں بھی درج ہے (۱) وہاں تیسرا مصرع اس طرح ہے - ع

آن زلف چو زنجیر کہ بپیچد بر خود

اور یہی نسخہ صحیح ہے - کیونکہ شراب نہیں بلکہ زلف زنجیر کا کام دیتی ہے۔

ساقی بصبوحی مئے ناب اندر دہ مستیم و خراب در خرابات فنا	۶۸	مستان شراب را شراب اندر دہ آوازہ بعالم خراب اندر دہ

اے ساقی شراب صبح کا وقت ہے خالص شراب دے مستان شراب کو شراب دے - ہم خراباتِ فنا (یعنی دنیا) میں مست اور خراب ہیں - جہان خراب میں صلائے عام دے۔

(۱) دیکھو دیوان حافظ نول کشوری ۱۲۰

گویند حشیش بہر دل تنگی بہ در مذہب کاملاں چنیں ماندراست	۶۹	وازجام شراب نغمۂ چنگی بہ یکقطرۂ مے زخونِ صد بنگی بہ

لوگ کہتے ہیں کہ بنگ (بھنگ) تنگی دل کے لئے مُفید ہے۔ اور جام شراب سے نغمۂ چنگ درباب بہتر ہے۔ لیکن کاملوں کی مذہب میں صحیح بات یہہ ہے کہ شراب کا ایک قطرہ سو بنگ نوشوں کے خون سے بہتر ہے۔

گر آدمئی بادۂ گلرنگ بخور گر بنگ خوری چو سنگ نشینی برجا		با نالۂ نائے ونغمۂ چنگ بخور یکبارہ چو بنگ مے خوری سنگ بخور

(سعدی)

لیکن بنگ کے مدح خواں بھی کئی آدمی ہیں۔ جو بنگ کو شراب سے بہتر جانتے ہیں۔

مے خوارہ اگر غنی بود عور شود در حقۂ لعل زاں زمرد ریزم		وازعربدہ اش جہاں پرازشور شود تا دیدۂ افعیٔ غم کور شود

(ملک شمس الدین)

ایک اور صاحب فرماتے ہیں۔

بنگے زدیم و سرّ انا الحق شد آشکار		مارا ازیں گیاہِ ضعیف ایں گماں نبود

کسی اور استاد کا شعر ہے۔

مرا با بنگ ازاں رو اتفاق است		کہ برگش ازرۂ بیخِ نفاق است

از ہرچہ بجز مے است کوتاہی بہ مستی وقلندری وگمراہی بہ	۷۰	مے ہم زکفِ بتانِ خرگاہی بہ یکجرعۂ مے زماہ تا ماہی بہ

شراب کے بغیر باقی سب چیزوں سے ہاتھ اُٹھا لینا

چاہئے۔ شراب بھی معشوقان لشکری کے ہاتھ سے۔ ملے تو اچھی ہے۔ مستی۔ قلندری اور گمراہی اچھی ہے۔ شراب کا ایک گھونٹ ماہ تا بہ ماہی (ساری دنیا) سے بہتر ہے۔

ماہ تا ماہی۔ یا از سما تا سمک۔ ساری دُنیا۔ ماہی زمیں سے لیکر آسمان تک۔

ما و مے و معشوق و صبوح الساقی تا کے خوانی قصۂ نوح الساقی	۷۱	از ما نبود توبہ نصوح الساقی پیش آر سبک راحت روح الساقی

ہم ہوں۔ معشوق ہو اور شراب صبح۔ ایسی صورت میں ہم سے سچی توبہ نہیں ہوسکتی۔ اے ساقی کب تک قصۂ نوح (یعنی پرانا قصہ) بیان کرتا رہے گا۔ جلدی شراب لا کہ وہ راحت روح ہے۔

شمع است و شراب و مہتاب الساقی از خاک برآر این دل پر آتش را	۷۲	شاہد زشراب ہم خواب الساقی بر بادمدہ بیار آب الساقی

شمع بھی ہے۔ شراب بھی اور چاندنی رات بھی ہے معشوق بھی شراب پی کر مست پڑا ہے۔ اے ساقی جلے ہوئے دل کو خاک مذلت سے اُٹھا۔ اسے برباد نہ کر اور شراب پلا۔

اس رُباعی میں حکیم صاحب نے اربعہ عناصر خاک۔ آتش۔ باد اور آب کو اکٹھا کر دیا ہے۔

در دہ قدحی ز لعل ناب الساقی تا عقل گریبان دلم خواہد داشت	۷۳	برگیر ز آتشم بہ آب الساقی دست من و دامن شراب الساقی

اے ساقی شراب سرخ کا پیالہ دے۔ میری آتش دل کو شراب سے بجھا۔ جب تک عقل میرے دل کے گریبان کو

نہیں چھوڑتی - میرا ہاتھ ہوگا اور دامنِ شراب ہوگا۔
یعنی جب تک میں بالکل بے ہوش اور بے خود نہیں ہوتا۔ شراب پیتا جاؤں گا۔

ہنگام صبوحست وخروش الساقی چہ جائے صلاحست خموش الساقی	۷۴	مادُمُو وکوئے میفروش الساقی بگذر زحدیثِ زہد و نوش الساقی

اے ساقی شراب صبح اور شور وخروش کا وقت ہے۔
اے ساقی ہم ہوں شراب ہو اور کوئے مے فروش ہو - زہد و صلاح کا یہہ کون سا وقت ہے - اے ساقی چُپ رہ۔ زہد اور بہشت کی باتوں کو چھوڑ۔
نوش - شہد - چشمۂ شہد جو بہشت میں ہوگا۔

ہاں تا بخراباتِ مجازی نآئی این رہ مردان سرافرازانست	۷۵	تا کار قلندری لنسازی نآئی زنہار دریں کوچہ ببازی نآئی

خبردار! خراباتِ مجازی کے نزدیک نہ آ۔ جب تک تو رندی کا طریقہ پورے طور سے نہ سیکھ لے ادھر نہ آ۔ یہہ رستہ مردانِ سرافراز کا رستہ ہے۔ خبردار یہہ کھیل نہیں ہے۔

عشق حقیقی است مجازی مگیر		این دم شمشیر است بہ بازی مگیر

برگیر ز خود حساب اگر باخبری گوئی نخورم بادہ کہ می باید مرد	۷۶	کاوّل تو چہ آوردی و آخر چہ بری میباید مرد اگر خوری ور نخوری

اگر تو عقلمند ہے تو اپنا محاسبہ کر - کہ تو ساتھ کیا لایا۔ اور ساتھ کیا لے جائے گا - تو نے مجھے کہا ہے کہ شراب نہ پیو

کیونکہ مرنا ہے - میں کہتا ہوں کہ شراب پیو یا نہ پیو مرنا ضرور ہے -

ای بادۂ خوشگوار در جام ہمی ہرگس نہ تو خورد امانش ندہی	۷۷	بر پای خرد تمام بندو گرہی تا گوہر او بر کف دستش نہ نہی

اے شراب خوشگوار اگر تو جام بلّور میں ہے - تو عقل کے پاؤں کی زنجیر ہے - جو شخص تجھے پیتا ہے - تو اوسے نہیں چھوڑتی جب تک کہ اوس کی اصلیت کو ظاہر نہ کر دے -

یارب بکشای بر من از رزق درے از بادہ چنان مست نگہدار مرا	۷۸	بی منت مخلوق رساں ماحضرے کز بیخبری نباشدم درد سرے

اے خدا رزق کا دروازہ مجھ پر کھول - ماحضر پہنچا - اور لوگوں کا احسان مند نہ کر - شراب سے مجھے ایسا مست کر - کہ بے خبری کی وجہ سے مجھے دردِ سر نہ ہو -

ای بادۂ نوشربت من لالائی کز دور مرا ہر کہ بہ بیند گوید	۷۹	چنداں بکشم ترا ز روشن رائی ایخوردہ شراب از کجا می آئی

اے میری تازہ شراب تو روشن ہے - میں تجھے روشن خیالی سے اتنا پیوں کہ جو کوئی مجھے دور سے دیکھے - کہے کہ اے شرابی کہاں سے آرہا ہے -

جز راہ قلندر بخرابات مرو بر کف قدح بادہ و بر دوش سبو	۸۰	جز بادہ و جز سماع و جز یار مجو می نوش کن ای نگار بیہودہ مپوی

رندانہ طریقہ کے سوا خرابات میں نہ جا - سوائے شراب

اور سماع اور معشوق کے اور کسی چیز کی طلب نہ کر۔ ہاتھ میں پیالہ ہو اور کندھے پر سبوئے شراب۔ شراب پی اور بیہودہ کاموں کے پیچھے نہ جا۔

تا در ہوس لعل لب و جام مئی دیہنا ہمہ حشو است خدا می داند	۸۱	تا در پئے آواز دف و چنگ و نئی تا ترک تعلق نہ کنی ہیچ نئی

جب تک تو لبِ لعل اور جامِ مئے کی ہوس میں ہے۔ جب تک تو دف و چنگ اور نے کی آواز کے پیچھے پھر رہا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ یہہ تمام باتیں لغو اور مہمل ہیں۔ جب تک کہ تو تعلقاتِ دنیا سے آزاد نہ ہو جائے۔ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

اس رُباعی میں حکیم صاحب نے جام مئے۔ لبِ لعل۔ اور سماع سرود کی حقیقت بیان کر دی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ان تمام استعاروں کا مطلب یہہ ہے کہ آدمی تعلقاتِ دنیا سے آزاد ہو جائے۔ ورنہ سب باتیں فضول ہیں۔

یہہ رُباعی گویا پچھلی تمام رُباعیوں کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکیم صاحب کی شراب کیا ہے اور شراب خانہ کیا ہے۔

مرزا عبد القادر بیدل نے بھی مے خانہ کی جو کیفیت بیان کی ہے۔ پڑھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں۔

نہ میخانہ دریائے وحدت کنار فضا لش تمنائے آغوشہا غبارش رسیدن ز دامِ ہوا نہ میخانہ نیرنگ بزمِ قدم لبِ جامہا جلوۂ الحمد خواں		نہ میخانہ صحرائے کثرت غبار غذائش زخود رفتن ہوشہا [illegible] دش نظر بستن از ماسوا نہ میخانہ آئینہ دارِ حرم صراحی ہمہ، قل ہو اللہ بیاں

ز اسرارِ وحدت قدح آگہ ست
زمے گردن شیشہ آرد پدید
نہ میخانہ اوجِ کمالِ ظہور
نہ میخانہ صبح سعادت نقاب

بیک چشم حیرانِ وجہ اللہ است
خطِ نسخۂ قرب حبل الورید
نہ میخانہ فیضِ بہشتِ حضور
نہ میخانہ سرچشمۂ آفتاب

شراب اور رمضان اور روز آدینہ وغیرہ

ہر گناہے کہ کنی در شبِ آدینہ بکن
تاکہ از صدر نشینانِ جہنّم باشی

جب شراب نوشی کرنی ہے تو کیا شعبان اور کیا رمضان - کیا جمعہ اور کیا ہفتہ - کیا شب قدر اور کیا شب برات سب برابر ہیں - شراب خوار تو کچھ لحاظ کرتے ہوں گے شاعر کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے -

سچ پوچھو تو اگر ان لوگوں کی شراب یہی شراب انگور ہے تو پھر ماہ اور روز کی قید کیا ہے - اور اگر کوئی اور شراب ہے تو پھر اُس کے لئے جتنا دن مبارک ہو اتنا ہی مُبارک ہے -

گویند کہ می بماہِ شعبان نہ رواست شعبان و رجب ماہ خدائند و رسول	۱	نہ نیز رجب کہ آں ہمہ خاصِ خداست ما می رمضان خوریم کاں خاصۂ ماست

کہتے ہیں کہ ماہِ شعبان میں شراب پینا منع ہے۔ ماہ رجب میں بھی جائز نہیں۔ کیونکہ وہ خاص خدا کا مہینہ ہے۔ پس شعبان اور رجب تو خدا اور رسول کے مہینے ہوئے۔ ہم شراب رمضان میں پئیں گے کیونکہ وہ خاص ہمارا مہینہ ہے۔

یکہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست در مذہب ما شنبہ و آدینہ یکیست	۲	ہاں تا نہ نہی تو روز آدینہ ز دست جبّار پرست باش نہ روز پرست

چاہیے کہ ہفتہ بھر متواتر شراب پیتے رہیں۔ خبردار! جمعہ کے دن کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ ہمارے مذہب میں جمعہ اور شنبہ سب برابر ہیں۔ خدا پرست ہونا چاہیئے۔ روز پرستی فضول ہے۔

صبح شد ساقی بدہ جام مئے دیرینہ را فصل گل تا از لبِ ساغر بگیرم کامِ دل		تا برافروزیم زین آتش چراغ سینہ را از میان ہفتہ بیرون کش شب آدینہ را

(جلال اسیر)

امروز کہ آدینہ ہر او را نام است ہر روز اگر تو یک قدح می خوردی	۳	می نوش کن از قدح چہ جائی جام است امروز دو خور کہ سیّد الایّام است

آج کے دن جسے جمعہ کہتے ہیں، شراب سبو سے پی۔ پیالہ کو چھوڑ۔ ہر روز اگر تو ایک پیالہ پیتا تھا۔ آج دو پی کیونکہ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔

آفتاب جام اگر از شرق خم سر زند		صبح شنبہ می تواں کردن شب آدینہ را

(صائب)

توبہ نہ کند ہر کہ نشاطش باشد اندر رمضاں اگر کسے توبہ کند	۴	از بادہ کہ چوں آب حیاتش باشد باری ز نماز ہا نجاتش باشد

کوئی ایسا آدمی جو مستقل مزاج ہو شراب سے توبہ نہیں کرتا ۔ شراب اوس کے لئے آبِ حیات کے برابر ہے ۔ رمضان میں البتہ اگر کوئی شخص نماز سے توبہ کرے تو اُس کی نجات ہوسکتی ہے ۔

عید آمد و کار ہا نکو خواہد کرد افسار نماز و پوز بند روزہ	۵	خیّام شراب در سبو خواہد کرد عید از سر ایں خراں فرو خواہد کرد

عید آئی ہے ۔ کام اچھا ہو جائے گا ۔ عمر خیّام سبو میں شراب ڈالے گا ۔ عید ان گدھوں کو نماز کی باگ اور روزے کے پوز بند سے رہائی دلائے گی ۔

افسار ۔ رسّی جس سے جانوروں کو باندھ کرلے جاتے ہیں ۔ پوز بند ۔ وہ رسّی جس سے جانوروں کے ناک اور منھ کو باندھتے ہیں ۔

زاہدان ظاہر دار کو گدھے سے تشبیہ دی ہے اور اون کی نماز کو افسار اور روزہ کو پوز بند سے ۔

ماہِ رمضاں چنانکہ امسال آمد ای بار خدا خلق را غافل ساز	۶	بر پای خرد بند گراں حال آمد چندانکہ گماں کنند شوال آمد

امسال ماہِ رمضان سخت آیا ہے ۔ عقل کے پاؤں میں ایک بھاری زنجیر پڑگئی ہے ۔ اے خدا خلقت کو ایسا غافل بنا کر وہ سمجھیں

کہ ماہِ شوال آیا ہے۔

یعنی لوگ ایسے غافل ہو جائیں کہ ماہ رمضان کو ماہِ شوّال سمجھیں اور روزے ٹل جائیں۔

مُلّا محمدؐ سعید اشرف فرماتے ہیں۔

قرب یک ماہ بہ میخانہ اقامت کردم		اتفاقاً رمضاں بود نمی دانستم
مے کشتے کو زمہ وسال نہ دارد خبرے		نہ ہمیں روزہ کہ ماہِ رمضاں راہم خورد

گویند کہ ماہِ رمضاں گشت پدید در آخرِ شعبان خورم چنداں مے	۷	من بعد بگرد بادہ شوال گردید کاندر رمضاں مست بیفتم تا عید

کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان آگیا ہے اور اس کے بعد شراب نہیں پی سکتے میں شعبان کے آخر میں اتنی شراب پیوں گا کہ عید کے روز تک یعنی تمام رمضان کے مہینے میں مست پڑا رہوں گا۔

سوداز دہ را بادہ پر و بال بود ماہِ رمضاں بادہ نخوردیم و گذشت	۸	مے بر رخ خاتونِ خرد خال بود باری شبِ عید از مہِ شوّال بود

سودائی آدمی کے لئے شراب بمنزلہ پر و بال کے ہے۔ شراب خاتونِ عقل کے چہرہ پر بمنزلہ خال کے ہے۔ ماہِ رمضان میں ہم نے شراب نہیں پی۔ خیر عید کی رات تو شوال کے مہینے میں ہے۔

یعنی آج رات کہ شبِ عید ہے شراب پئیں گے۔ کیونکہ یہ رات رمضان میں شامل نہیں ہے۔

طبعم بہ نماز و روزہ چوں مائل شد افسوس کہ آں وضو بہ آبے بشکست	۹	گفتم کہ مرادِ کُلّیم حاصل شد واں روزہ بہ نیم جرعہ باطل شد

میری طبیعت جب نماز؛ در روزہ کی طرف مائل ہوئی - تو ہیں نے کہا کہ میری ساری مُرادیں پوری ہوگئیں - لیکن افسوس ہے کہ وہ وضو پانی سے (یعنی شراب سے) ٹوٹ گیا - اور وہ روزہ شراب کے آدھے گھونٹ سے باطل ہوگیا -

حکیم صاحب کا وضو شاید وضو ہوگا تیمّم ہوگا کہ آب آمد و تیمّم برخاست -

من دامن زہد و توبہ طے خواہم کرد پیمانۂ عمر من بہ ہفتاد رسید	۱۰	با موئے سفید قصد مے خواہم کرد اکنوں ہم نہ کنم نشاط کے خواہم کرد

میں زہد و توبہ کا دامن تہ کرکے رکھ دوں گا - بڑھاپے میں شراب کا ارادہ کروں گا - میری عمر کا پیمانہ ستّر پر پہونچ گیا ہے - اب عیش نہ کروں گا تو کب کروں گا -

عام لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ بڑھاپے میں آدمی پرہیز گار بنجاتا ہے -

لازم عہد جوانیست سیہ کاری ہا		روشن است ایں سخن از تیرگی ابر بہار

لیکن حکیم صاحب اس خیال کے برخلاف ہیں اور شوکت بخارائی کے ہمخیال ہیں جو کہتا ہے -

شوکت از پیری بود ایام عیش من جوان		عشرتم از قد خمیدن ہا دو بالا می شود

ای برہمہ سروران عالم فیروز یکشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چار	۱۱	دانی کہ چہ وقت می بود روح افروز پنجشنبہ و آدینہ و شنبہ شب روز

اے کہ تو دنیا کے تمام سرداروں کا سردار ہے کیا تجھے معلوم ہے کہ شراب کس وقت روح افروز ہوتی ہے - آ میں تجھے بتاتا ہوں کہ شراب یکشنبہ دوشنبہ سہ شنبہ چہار شنبہ پنجشنبہ جمعہ اور شنبہ دن اور رات روح افروز ہوتی ہے -

مطلب یہ ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے اور ہفتہ کے ساتویں دن شراب نوشی کے لئے موزوں ہیں۔

تا کے زجفائے ہر کسے تنگ شویم خوش باش کہ ایام تراویح گذشت	۱۲	وز ناکس روزگار بیرنگ شویم عید آمد بیا تا ئے گلرنگ کشیم

ہم کب تک ہر کسی کے ظلم سے ذلت اُٹھائیں۔ اور دنیا کے نا اہل لوگوں کی شعبدہ بازی اور مکاری سے دھوکا کھائیں۔ خوش ہو۔ کہ تراویحوں کے دن گزر گئے عید آگئی ہے آکہ شراب سُرخ پئیں۔

بے بادہ نبودہ ام دمے تا ہستم لب برلب جام وسینہ بر سینۂ خم	۱۳	امشب شب قدر است ومن امشب مستم تا روز بگردنِ صراحی دستم

میں جب سے ہوں شراب کے بغیر کبھی نہیں رہا۔ آج رات شب قدر ہے۔ اور میں مست ہوں۔ پیالے کے لب پر لب اور خم کے سینے پر سینہ ہے۔ صبح تک صراحی کی گردن میں میرا ہاتھ رہے گا۔
حکیم صاحب مے ومعشوق کا کام شراب اور ظروف شراب سے لیتے ہیں۔

من بادۂ تلخ تلخ دیرینہ خورم انگور حلال خویش در خم کردہ	۱۴	واندر رمضان در شب آدینہ خورم گو تلخ مکن۔ خدائے۔ تا من نخورم

میں پرانی تلخ شراب پیتا ہوں۔ رمضان کے مہینے میں شبِ جمعہ کو پیتا ہوں۔ انگور تو اپنا حلال مال خم میں ڈالتی ہے۔ خدا کو کہو۔ کہ اوسے تلخ نہ کرے میں نہیں پیوں گا۔
مطلب یہ ہے کہ انگور اور انگور کا پانی حلال چیز ہے۔ اُسے خُم

میں ڈالا جاتا ہے ۔ خدا اُسے تلخ کر دیتا ہے اور پھر وہ حرام بن جاتی ہے ۔ خدا کو کہو کہ اُسے تلخ نہ کرے ۔ نہ وہ تلخ ہوگی اور نہ ہم حرام چیز پئیں گے ۔

عید است بیا تا مئے گلرنگ کشیم با یار سبکروح دمے بنشینیم	۱۵	یا نغمۂ عود و نالۂ چنگ کشیم رطلِ دو سہ بادہ گراں سنگ کشیم

عید کا دن ہے آ کہ شراب سُرخ پئیں ۔ نغمۂ عود اور نالۂ چنگ کے ساتھ پئیں ۔ خوشدل دوست کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھیں اور دو تین بڑے بڑے پیالے شراب کے پئیں ۔

صبر کردیم کہ در روزہ چناں نیکو بود		رطل خوردیم کہ در عید چنیں نیکوتر

(میر معزی)

شراب اور مفلسی

مفلسی ہر جا بود عیبے تمام
ماہی بے فلس می باشد حرام

(مولانا روم)

حکیم صاحب توکل پیشہ آدمی تھے ۔ اس لئے افلاس کی شکایت اگر کی ہے ۔ تو اکثر اس وجہ سے کی ہے کہ مفلسی میں شراب نہیں مل سکتی ۔

چوں آب و گل آفرید صانع ما را	۱	کردہ لغم زمانہ قالغ ما را

پیوستہ مرا زمے ہمے منع کنی		خود دست تہی بس است مانع مارا

جب سے خدا نے ہمیں پانی اور مٹی سے پیدا کیا ہے ۔ دنیا کے غموں میں مبتلا کر کے ہمیں گوشۂ قناعت میں بٹھایا ہوا ہے ۔ تو ہمیشہ کیوں مجھے شراب سے منع کرتا ہے ۔ میرا افلاس خود مجھے شراب نوشی سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے ۔

در روئے زمیں اگر مرا یک خشت است گویند ترا وجۂ مے فردا نیست	۲	آن وجہ مے است گرچہ نامی زشت است دراعہ و دستار ز مریم رشت است

روئے زمیں پر اگر ایک اینٹ بھی میرے پاس ہو ۔ تو وہ شراب خریدنے میں صرف ہوتی ہے ۔ اگرچہ یہ بدنامی کی بات ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ تیرے پاس کل کی شراب کے لئے کچھ نہیں ۔ کیا میرا دراعہ اور دستار مریم کے سوت سے بنے ہیں (کہ اونھیں بیچ کر شراب نہ خریدوں گا)

دراعہ ۔ بضم و تشدید ۔ نوعے از جامۂ مشائخ ۔ جامۂ صوف ۔

رشتہ مریم ۔ مشہور ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بہت باریک سوت کاتا کرتی تھیں ۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میرے پاس اگر ایک پیسہ بھی باقی ہے تو وہ شراب میں خرچ ہوگا ۔ اور اگر اور کچھ نہیں تو جبہ و دستار بھی کچھ ایسی متبرک چیز نہیں کہ رہن شراب نہ کی جائے ۔

سیم ارچہ نہ مایۂ خردمندان است از دست تہی بنفشہ سر بر زانو است	۳	بسیماں را باغ جہاں زندان است در کیسۂ زر دہان گل خندان است

اگرچہ دولت مندی عقلمندی کا سرمایہ نہیں۔ تاہم مفلسوں کے لئے دنیا کا باغ قید خانہ ہے۔ دیکھو کہ بنفشہ کا ہاتھ خالی ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ سر بزانو (غمگین) رہتا ہے۔ اور گلاب کا پھول ہمیشہ ہنستا رہتا ہے کیونکہ اُس کی جیب میں سونا ہے۔

پھول کے کھلنے کو خندۂ گل کہا ہے۔ زر گل اس زرد چیز کا نام ہے جو پھول کے اندر ہوتی ہے۔

ہزار ان ہیچو بلبل مدح خوانند		چو گل تا در کفت مشتِ زری ہست

(شفیعائی اثر)

گویند کہ مرد را ہنر می باید بود امروز چناں شدہ است در نوبت ما	۴	یا نسبت عالی پدر میباید بود کیں ہا ہمہ ہیچ است و زر میباید بود

کہتے ہیں کہ مرد کو ہنرمند ہونا چاہیئے۔ یا نسبت پدری اچھی ہونی چاہیئے۔ ہمارے زمانے میں تو یہہ حال ہے کہ یہہ سب چیزیں فضول ہیں روپیہ ہونا چاہیئے۔

بعض جگہہ یہہ رُباعی اس طرح دیکھی گئی ہے۔

گویند بآدمی ہنرے باید ایں ہا ہمہ در زمان سابق بودند		یا اصل نجابت از پدرے باید بالفعل دریں زمانہ زرے باید

حقیقت یہہ ہے کہ ہر زمانے میں نجابت دولت پر ہی منحصر رہی ہے۔

در کیسہ زرے ہر کہ مہیا دارد زرگر لپسرے دوش چہ نیکو گفتہ		چوں نور بچشم ہمہ کس جا دارد اشراف کسے کہ اشرفی ہا دارد

پُر نوشی

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دوچار
یہ شیشۂ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
(غالب)

از بادہ چو لعل ناب شد گوہر ما از بسکہ ہمی خوریم می بر سر مے	۱	آمد بفغاں ز دست ما ساغر ما ما در سر می شدیم و مے در سر ما

شراب سے ہمارا گوہر لعل ناب ہو گیا ہے (یا ہماری سرشت شرابِ لعل یعنی شرابِ سُرخ سے ہے) ہمارا پیالہ ہمارے ہاتھوں سے فریاد کر رہا ہے۔ چونکہ ہم پے در پے شراب پیتے ہیں اس لئے ہم شراب کے سر پر سوار ہیں اور شراب ہمارے سر پر۔

یہہ رُباعی دیوانِ مولانا روم میں بھی موجود ہے۔ خدا جانے کس کی ہے۔

چنداں بخورم شراب کیں بُوئے شراب تا بر سر خاک من رسد مخمورے	۲	آید ز تراب چوں شوم زیر تراب از بوئے تراب من شود مست و خراب

میں اتنی شراب پیوں گا کہ جب میں دفن ہو جاؤں تو میری قبر کی مٹّی سے بھی شراب کی بُو آئے۔ تاکہ اگر کوئی مخمور میری قبر پر پہونچے تو میری قبر کی مٹّی کی بُو سے بدمست ہو جائے۔

مخمور ۔ خمار زدہ۔ خُمار اس حالت کا نام ہے جب کہ شراب کا نشہ کم ہو جاتا

ہے اور درد سر ہونے لگ جاتا ہے۔

می گرچہ حرام است مدامش می نوش جامِ مئے لعل گر دہد دست ترا	۳	با نغمۂ چنگ صبح و شامش مے نوش یک قطرہ رہا مکن تمامش می نوش

شراب اگرچہ حرام ہے تاہم ہر وقت پیتا رہ۔ نغمۂ چنگ کے ساتھ صبح اور شام پیتا رہ۔ اگر شراب سرخ کا ایک پیالہ مل جائے تو ایک قطرہ باقی نہ چھوڑ تمام پی جا۔

من بے مئے ناب زیستن نتوانم من بندۂ آن دمم کہ ساقی گوید	۴	بے جام کشیدہ بارتن نتوانم یک جام دگر بگیر و من نتوانم

میں شراب صاف کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ بغیر جامِ مئے کے پینے کے جسم کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ میں اوس وقت پر نثار ہوں جب کہ ساقی کہے کہ ایک پیالہ اور پی اور میں نہ پی سکوں۔

گویند مرا کہ می بخور کمتر ازیں عذرم رُخِ یار و بادۂ صبحدم است	۵	آخر بچہ عذر برنداری سر ازیں انصاف بدہ چہ عذر روشن تر ازیں

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ شراب تھوڑی پی۔ کیا وجہ ہے کہ تو اس سے باز نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ میری شراب نوشی کی وجہ یار کا چہرہ اور صبح کی شراب ہے۔ آپ انصاف کریں کہ اس سے زیادہ معقول وجہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

شرائطِ مے نوشی

مے کہ بدنام کُند اہل خرد را غلط است
بلکہ مے می شود از صحبتِ ناداں بدنام

حکیم صاحب شراب بھی حکیمانہ انداز سے پیتے ہیں۔ اُنھوں نے مے نوشی کے لئے بعض ضابطے مقرر کئے ہیں۔ ۱۔ شراب کس کے ساتھ پینی چاہیئے۔ ۲۔ کب پینی چاہیئے۔ ۳۔ کتنی پینی چاہیئے۔ ۴۔ کیسے پینی چاہیئے۔ فرماتے ہیں۔

مے گرچہ حرام است ولی با کہ خورد ہرگاہ کہ ایں چہار شرط آید راست	۱	پس کے وچہ مقدار و دگر تا کہ خورد پس مے بخورد مردم دانا کہ خورد

شراب اگرچہ حرام ہے۔ لیکن (دیکھنا چاہیئے کہ) کس کے ساتھ پی جائے۔ کب پی جائے۔ کتنی پی جائے۔ اور کون پیئے۔ جب یہہ چار شرطیں پوری ہوں۔ پس اُس وقت دانا آدمی کو شراب پینی چاہیئے۔

رُباعیاتِ ذیل میں حکیم صاحب نے ان چار شرطوں کی توضیح کی ہے۔

از بادۂ شب اگر خمارم نہ بود	۲	نے خوردن لبوز اختیارم نہ بود

گفتی بکن اختیار می خوردنِ روز		در خوردن روز بخت یارم نبود

اگر مجھے رات کی شراب نوشی خمار نہ دے تو میں دن کو کبھی شراب نہ پیوں - تو مجھے کہتا ہے کہ دن کو شراب پیا کر - دن کے وقت شراب پینے میں بخت یاری نہیں کرتا -
مطلب یہہ کہ میں صرف رات کے وقت شراب پیتا ہوں البتہ رات کی شراب نوشی خمار پیدا کرے تو اس خمار کو دور کرنے کے لئے دن کو بھی پی لیتا ہوں - ورنہ نہیں -

روزیست خوش و ہوا نہ گرم است و نہ سرد بلبل بزبانِ حالِ خود باگلِ زرد	۳	ابر از رُخ گلزار ہمی شوید گرد فریاد ہمی زند کہ مے باید خورد

دن اچھا ہے - ہوا معتدل ہے یعنی نہ گرم ہے نہ سرد - بارش پھولوں کے چہرہ سے گرد دھو رہی ہے - بلبل زبانِ حال سے گل زرد کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ شراب پینی چاہئے تھی (تاکہ چہرہ زرد نہ ہوتا)

مے کش تو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں		تمہیہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں
باسفلۂ تندخوئے بے عقل و وقار بدمستی و شور عربدہ اش در شب تار	۴	زنہار مخور بادہ کہ رنج آرد بار دردسر و عذر خواہی اش روز خمار

تندخو بے عقل اور بے وقار کمینے آدمی کے ساتھ خبردار کبھی شراب نہ پی - کیونکہ اس صورت میں شراب نوشی کا نتیجہ رنجدہ ہوتا ہے - رات کے وقت بدمستی اور شور و فساد ہوتا ہے اور دن کے وقت خمار کی وجہ سے دردسر ہوتا ہے اور عذرخواہی کرنی پڑتی ہے -

یعنی رات کے وقت شراب پی کر لوگوں سے لڑتے جھگڑتے رہے اور دوسرے دن جب نشہ دور ہوا معافیاں مانگتے پھرے۔

گر بادہ خوری تو با خردمنداں خور بسیار مخور۔ وِرد مکن فاش مساز	۵	یا با صنم لالہ رُخ و خنداں خور اندک خور و گہ گاہ خور و پنہاں خور

اگر تو شراب پیتا ہے تو عقلمند آدمیوں کے ساتھ پی۔ یا کبھی لالہ رو اور خندہ پیشانی معشوق کے ساتھ پی۔ بہت نہ پی۔ ہر وقت نہ پی۔ اور علانیہ نہ پی۔ تھوڑی تھوڑی پی۔ کبھی کبھی پی اور چھپ چھپ کے پی۔

ورد مساز ۔ یعنی شراب نوشی کو ورد نہ بنالے۔ کہ دن رات اسی میں مشغول رہے۔

حکیم سنائی پنہاں خوری کے متعلق فرماتے ہیں۔

بر مدار از مقام مستی پے		سر نہاں جا بنہ کہ خوردی مے
بر روئے گل از ابر نقاب است ہنوز در خواب مرو چہ وقت خواب است ہنوز	۶	در طبع دلم میل شراب است ہنوز جام مے دہ کہ آفتاب است ہنوز

پھول کے چہرہ پر ابھی تک بادل کا نقاب ہے۔ میری طبیعت ابھی تک شراب کی طرف راغب ہے۔ مت سو۔ کہ ابھی سونے کا وقت نہیں۔ شراب کا ایک پیالہ دے کہ دن ابھی باقی ہے۔

چوں بادہ خوری ز عقل بیگانہ مشو خواہی کہ مئے لعل حلالت باشد	۷	مدہوش مباش و جہل را خانہ مشو آزار کسے مجو و دیوانہ مشو

شراب پی کر عقل سے بیگانہ نہ ہو۔ بدمست نہ ہو۔ اور جاہل

مطلق نہ بن - اگر تو چاہتا ہے کہ شراب سرخ تیرے لئے حلال ہو جائے۔ تو شراب پی کر کسی کو تکلیف نہ پہونچا اور دیوانہ نہ بن -

مطلب یہہ کہ شراب صرف اُسی شخص کو پینی جائز ہے جو پی کر آپے سے باہر نہو -

عشقیہ

چو کمال صنع بیچوں زجمال تست پیدا
نتواں حدیث عشقت زرہِ مجاز کردن

(امیر خسرو)

شاعر شاہد پرست ہوتے ہیں یا کم از کم شاہد پرستی کے مُدّعی ہوتے ہیں - زمانۂ حال کے بعض شاعروں کو چھوڑ کر ہماری تمام شاعری اپنی دلفریبی اور قبولیت کے لئے افسانہ ہائے حُسن و عشق کی ہی مرہون منت ہے خدا کی قدرت ہے کہ یہہ مضمون ہی ایسا دلکش ہے کہ ہر ایک شخص خواہ وہ رند جہاں سوز ہو یا حکیم عالم افروز - متّقی و پرہیزگار ہو یا فاسق و گنہگار - مُلّا ہو یا صوفی - قصّہ ہائے دوست گوش کر ضرور وجد میں آجاتا ہے - گل رُخسار پہ عندلیب زار کی نغمہ سرائی مُدّت سے جاری ہے مگر اوس کے نالوں کی دلکشی بدستور قائم ہے - شمع فروزاں پہ پروانے کا جلنا اب بھی دل میں سوز پیدا کرتا ہے - قمری کی گردن میں وہی طوق غلامی اب تک پڑا ہے - محمود غازی کے ملکی کارنامے کسی کسی کو یاد ہیں مگر ایاز کے نام کے ساتھ اوس کو جو نسبت ہے وہ معلوم عوام ہے - قیس عامری کی

قصّوں ہی کو نہیں - بلکہ بعض مؤرخ اس کی شخصیت اور ہستی کو بھی صرف فسانہ سمجھتے ہیں - لیکن لیلیٰ اور مجنوں کی حکایتیں بچوں کو بھی یاد ہیں - فرہاد نے کوہِ بے ستون سے اگر جوئے شیر نکالی بھی تھی تو یہ صدیوں کی گئی گزری بات ہے - مگر کوہکن کے تیشے کی ضرب کا صدمہ اب تک عشّاق کے دلِ فگار کو محسوس ہو رہا ہے - یوسف پیغمبر کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں - مگر یوسف زلیخا کو ہر کوئی جانتا ہے - یوسف اول کے بعد کئی یوسف ثانی ہوئے مگر ابراہیم ثانی یا یعقوب ثانی ایک بھی نہیں ہوا - حُسن کی دل رُبائی جیسی پہلے تھی ویسی اب بھی ہے - عشق کی جاں نثاری پہلے سے زیادہ ہے کم نہیں ہوئی - اس مضمون کی وسعت پر تعجب ہے کہ حُسن و عشق تو صرف دو لفظ تھے - مگر اون کے متعلق دفتروں کے دفتر لکھے گئے - ایک ہی فسانہ کو سو سو بار مختلف انداز بیان سے دُہرایا گیا لیکن قندِ مکرر کے مزے کم نہ ہوئے - وجہ یہہ ہوئی - کہ

ما طفل کم سواد و سبق قصّہ ہائے دوست
صد بار خواندہ و دگر از سر گرفتہ ایم

کوئی دل ایسا نہیں جس میں محبت نہو - محبوب مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں - مگر محبت کی کیفیت میں نوعیت نہیں - عشق وہی عشق ہے معشوق کوئی ہو - یہی وجہ تھی کہ اس مضمون کو عالمگیر قبولیت نصیب ہوئی - ہر ایک شخص نے نالہ ہائے بلبل کی تعبیر اپنی حالت کے موافق کر لی - فسانے وُہی رہے - اصطلاحیں وُہی رہیں - لیکن اپنے اپنے حالات کی روشنی میں ہر فردِ بشر نے ان فسانوں اور ان اصطلاحوں کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ بنا لیا -

عشق مجازی کے ان تمام قصّوں کو عاشقان حقیقت نے حقیقت کا جامہ پہنا دیا - چنانچہ لب و رخسار - خال و خط - زلف و گیسو

چشم و ابرو - دُر دندان و پستۂ دہان - دست و بازو وغیرہ کو ان لوگوں نے محبوب حقیقی کی مختلف صفات کا نام سمجھ کر اپنا مطلب پورا کر لیا۔

علاوہ ازیں بعض لوگوں نے یہہ خیال بھی ظاہر کیا کہ عشق مجازی بنفسہٖ عشق حقیقی ہے - کسی تاویل یا تعبیر کی ضرورت نہیں - ان لوگوں میں سے بعض تو ہمہ اوست کے قائل تھے - ان بزرگوں کے نزدیک تو مجاز کا وجود ہی نہیں ہے - سب حقیقت ہی حقیقت ہے - اور بعض نے یہہ دلیل پیش کی کہ حُسن پرستی اس لئے خدا پرستی ہے کہ صنعت خدا کی ستائش خود خدا کی ستائش ہے -

جی چاہتا ہے صنعتِ صانع پہ ہوں نثار
بُت کو بٹھا کے سامنے یاد خدا کروں

ان رُباعیات کے پڑھنے والے بھی اپنے اپنے مذاق کے مطابق حکیم صاحب کی حُسن پرستی کی جس رنگ میں چاہیں تعبیر کر لیں۔

ای کردہ ز لطف و قہر تو صنع خدا بزم تو بہشت است مرا جرم چیست	۱	در عہد ازل بہشت و دوزخ پیدا چو لست کہ در بہشت رہ نیست مرا

اے معشوق خدا کے دستِ قدرت نے عہد ازل میں تیرے لطف سے بہشت اور تیرے قہر سے دوزخ پیدا کیا - تیری مجلس بہشت ہے اور میں گنہگار نہیں ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے بہشت میں جانے کی اجازت نہیں۔

بزم وصال کو بہشت کہا ہے اور ہجر کو آتش دوزخ سے تشبیہ دی ہے - بہشت بھی اسی لئے بہشت ہے کہ وہاں دیدار محبوب

حقیقی حاصل ہوگا۔ اور دوزخی اس لئے تکلیف میں ہوں گے کہ وہ اس دیدار سے محروم ہوں گے۔

زباغ وصل تو یابد ریاض جنت آب	-	زتاب ہجر تو دارد شرارِ دوزخ تاب

(حافظ)

روزیکہ شود اذا السماء انشقت من دامن تو بگیرم اندر عرصات	۲	دانم کہ بود اذا النجوم انکدرت گویم صنما بایّ ذنبٍ قتلت

جس دن آسمان پھٹ جائیں گے۔ اور ستارے سیاہ ہوجائیں گے۔ اے معشوق! میں میدانِ حشر میں تیرا دامن پکڑوں گا اور کہوں گا کہ کس گناہ میں قتل ہوا۔

اذا السماء انشقت۔ جب آسمان پھٹ جائے۔ اذا النجوم انکدرت۔ جس وقت تارے گدلے ہوجائیں۔ بایّ ذنبٍ قتلت۔ کس گناہ میں ماری گئی۔ تمام عبارت اس طرح ہے۔ (وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ) یعنی قیامت دن جیتی گاڑی ہوئی پوچھی جاوے گی کہ کس گناہ میں ماری گئی۔ (سورۂ تکویر)

عرصات۔ جمع عرصہ۔ میدان۔ میدانِ حشر۔

مطلب یہہ کہ میں قیامت کے دن اپنے ناحق خون کا تجھ پر دعوٰے کروں گا۔

دانی کہ چہ مدتیست اے دلبر ما خود کس نفرستی بپرسی ہرگز	۳	تا بے سببے برفتۂ از بر ما تا بے تو چہا می گذرد بر سر ما

اے معشوق تو جانتا ہے کہ کتنی مدت ہوئی ہے کہ بغیر کسی سبب کے تو ہمیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ تو نے کبھی کوئی قاصد نہیں بھیجا اور نہ کبھی پوچھا ہے

کہ تیرے بغیر ہمارے سر پر کیا گزرتی ہے۔

یادم نمی کنی و زیادم نمی روی		عمرت دراز باد فراموش گار من

تا باز شناختم من این پای زدست افسوس کہ در حساب خواہند نہاد	۴	این چرخ فرومایہ مرا دست ببست عمری کہ مرا بے می و معشوق گذشت

جب سے میں ہاتھ اور پاؤں میں تمیز کرنے لگا ہوں (یعنی جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے) اس کمینہ آسمان نے میرے ہاتھ باندھ دئیے ہیں۔ افسوس ہے کہ میری وہ عمر بھی حساب میں شمار ہوگی جو بغیر شراب اور معشوق کے گزری ہے۔

مطلب یہہ کہ وہ زندگی فی الحقیقت زندگی ہی نہیں جو بغیر شراب اور معشوق کے گزرے۔ یا یہہ کہ جو زمانہ ہجر میں گزرا وہ اتنا لمبا نظر آتا ہے کہ اگر اوسے عمر میں محسوب کیا جائے۔ تو باقی عمر کچھ نہیں رہتی۔

کب سے ہوں کیا بتاؤں جہانِ خراب میں		شبہائے ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں

(غالب)

خرم نبود زلیست دلِ پُر غم را من تلخی عالم بتو خوش میکردم	۵	ہجر تو حزین کرد دلِ خرم را با تلخی ہجرت چہ کنم عالم را

دلِ غمگین کے ساتھ زندگی کا کچھ حظ نہیں۔ تیرے ہجر نے میرے خوشباش دل کو غمزدہ کر دیا ہے۔ میں دنیا کی تلخی کو تیری صحبت سے خوشگوار بنا لیتا تھا۔ اب تیرے ہجر کی تلخی میں دُنیا میرے کس کام کی ہے۔

ای آنکہ گزیدۂ جہانی تو مرا از جاں صنما عزیز تر چیزی نیست	۶	خوشتر ز دل و دیدہ و جانی تو مرا صد بار عزیز تر ازانی تو مرا

اے کہ تو میرے نزدیک جہان کا انتخاب ہے۔ میرے نزدیک تو دل و دیدہ اور جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اے معشوق جان سے کوئی چیز زیادہ پیاری نہیں۔ لیکن تو میرے نزدیک جان سے بدرجہا زیادہ عزیز ہے۔

امشب بر ماست کہ آورد ترا نزدیک کسی کہ بے تو در آتش بود	۷	در پردہ درین دست کہ آورد ترا چون باد ہمی جست کہ آورد ترا

آج ہمارے پاس تجھے مستی کی حالت میں کون لے آیا۔ اس طریقے سے در پردہ تجھے کون لے آیا۔ اوس شخص کے پاس جو تیرے ہجر میں جل رہا تھا اور ہوا کی طرح تڑپ رہا تھا۔ تجھے کون لے آیا۔

دست۔ بمعنی طریقہ۔ لفظ دست بہت معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

عاشق عالم یاس میں بیٹھا ہو اور معشوق اتفاقاً آجائے۔ تو عاشق حیران ہو ہو کر پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہوا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

بر پای تو بوسہ دادن ای شمع طرب دست من و دامن خجالت ہر روز	۸	بہ زاں باشد کہ دیگراں را بر لب پای من و جستن وصالت ہر شب

اے شمع طرب! تیرے پاؤں کا بوسہ اوروں کے لبوں کے بوسے سے بہتر ہے۔ تمام دن میرا ہاتھ ہوتا ہے اور دامنِ خجالت

اور تمام رات میرے پاؤں ہوتے ہیں اور تیری تلاش۔
یعنی رات بھر تجھے ڈھونڈھتا رہتا ہوں۔ اور دن بھر رات کی اس آوارہ گردی پر عرقِ خجلت میں غرق رہتا ہوں۔

آں بت کہ دلم زہجر او زار شدہ است من در طلب علاج خود چوں کوشم	۹	او جائے دگر بغم گرفتار شدہ است چوں آنکہ طبیب ما است بیمار شدہ است

وہ معشوق جس پر میرا دل فریفتہ ہے۔ وہ کسی اور جگہ غم میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اب میں اپنا علاج کیسے کروں۔ جب کہ میرا طبیب ہی بیمار ہو گیا ہے۔

معشوق خود کسی اور معشوق پر عاشق ہو گیا ہو گا۔ ع
مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

اے مے لبِ لعلِ یار مید ار بدست زاں شد زمے لعل قدح برخوردار	۱۰	زاں روکہ شگرف داری ایں کار بدست کاورد بخونِ دل لبِ یار بدست

اے شراب معشوق کے لبِ لعل کو قابو میں رکھ۔ کیونکہ یہہ عجیب کام تجھے ہاتھ لگا ہے۔ پیالہ کو شراب سرخ اس لئے نصیب ہوئی کہ وہ اپنے خون دل کے بدلے معشوق کے لب تک پہونچتا ہے۔

مطلب یہہ کہ پیالے کو معشوق کے لبِ لعل کا بوسہ اوسی وقت نصیب ہوتا ہے جب کہ وہ اُسے اپنا خون دل (یعنی شراب) پلاتا ہے۔

با ما نگذار ندھی یارا نت	۱۱	غمخوار شدم زدست غمخوارانت

خورشید تو در روزنِ ما چون افتد		گر ذرّہ فزون اند ہوا دارانت

تیرے دوست (یعنی رقیب) تجھے ہمارے پاس ایک دم بھی نہیں چھوڑتے۔ میں تیرے دوستوں کے ہاتھ سے غمگین ہو گیا ہوں۔ تیرا خورشید ہمارے روزنِ (دل) پر کس طرح پرتو افگن ہو۔ جب کہ تیرے چاہنے والے ذرّوں سے بھی تعداد میں زیادہ ہیں۔

غمخوار ــ غمگیں۔ ہمدرد دوست خیر خواہ۔ خورشید کے لئے ذرّہ کی ہواداری ظاہر ہے۔

مگر مرزا غالب رقیبوں کے ساتھ معشوق کے ربط و ضبط سے مایوس نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں۔

تمھاری طرز روش جانتے ہیں ہم کیا ہے		رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

ساقی دلِ ما کہ دانۂ مہر تو کاشت دامن مفشاں نہ ناز بر اہلِ نیاز	۱۲	مہر تو نہفتہ تا ابد خواہد داشت کز دامنِ تو دست نخواہیم گذاشت

اے ساقی! ہمارے دل نے تیری محبت کا بیج بویا ہے۔ ہمارا دل تیری محبت کو ابد الآباد تک اپنے اندر چھپائے رکھے گا۔ ہم نیازمندوں کو ناز سے دور نہ ہٹا۔ کیونکہ ہم تیرے دامن کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

دامن افشاندن (از چیزے یا بر چیزے) دور داشتن خویشتن را از چیزے۔ (بہار عجم)

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود عشقِ تو در وجودم و مہرِ تو در دلم		مہرت نہ عارضی ست کہ جائے دگر شود با شیر اندرون شد و با جاں بدر شود

(حافظ)

ساقی زمئے کہ لعلت آنرا ساقیست مشتاقم ازاں بدیدنت گستاخم	۱۳	دل برنکنم تا دمِ از من باقیست گستاخی من زِ غایت مشتاقیست

اے ساقی جب تک میرے دم میں دم ہے اوس شراب سے جس کا ساقی تیرا لبِ لعل ہے میں اپنے دل کو نہیں ہٹاؤں گا۔ میں تیرے دیدار کا مشتاق ہوں اس لئے اس بارے میں گستاخ ہوں۔ میری گستاخی غایتِ اشتیاق کی وجہ سے ہے۔

مئے کہ لعلت آں را ساقی ست۔ یعنی بوسۂ لبِ لعل۔

درعشقِ تو ام از ملامتم ننگے نیست آں شربتِ عاشقی ہمہ مرداں راست	۱۴	با بیخرداں درین سخن جنگے نیست نامرداں را ازیں قدح رنگے نیست

میں تیرے عشق میں ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ بے عقل لوگوں کے ساتھ میں اس بارے میں بحث نہیں کرتا۔ عاشقی کا شربت صرف مردوں کے لئے ہے۔ نامرد لوگ اس پیالے کی کیفیت سے ناآشنا ہیں۔

دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا		عشقِ نبرد پیشہ طلبگارِ مرد تھا

گفتم کہ مگر درست باشد عہدت کے دانستم کہ ہمچو بنیادِ جہاں	۱۵	بر قاعدۂ نخست باشد عہدت ای نورِ دو دیدہ سست باشد عہدت

میں نے سمجھا کہ تیرا وعدہ پکا ہوگا۔ تیرا قول و قرار پہلے کی طرح مضبوط ہوگا۔ اے میری آنکھوں کے نور مجھے کب معلوم تھا۔ کہ تیرا عہد دنیا کی بنیاد کی طرح بے بنیاد ہوگا۔

بینرم بادہ ہر الفت خوانت روزے		بنائے وعدہ شناسم کہ بودہ است بر آب

گفتم کہ سرِ زلفِ تو بس سر خورد است گفتم روزی ز قامتت بر نخورم	۱۶	گفتا کہ تو تن بنہ اگر سر خورد ست گفتا کہ ز سرو کے کسی بر خورد ست

میں نے کہا کہ تیری زلف نے بہت لوگوں کو قتل کیا ہے۔ (یا تیری زلف میں بہت پیچ وخم ہیں) اُس نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہے تو تُو سرِ تسلیم خم کر دے۔ میں نے کہا کہ میں نے تیرے قد سے کبھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اُس نے جواب دیا کہ سرو سے کب کسی نے پھل کھایا ہے۔

تن بنہ ۔ راضی برضا ہو جا۔ سرِ تسلیم خم کردے۔ سرخورداست اور تن بنہ کی لفظی رعایت ظاہر ہے۔ قامتِ معشوق کو سرو سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہا کہ "ز سرو کے کسے برخورداست" سرو کا پھل نہیں ہوتا۔

دہ عقل ز نہ رواق و از ہشت بہشت کز پنج حواس و چار ارکان و سہ روح	۱۷	ہفت اخترم از شش جہت این نامہ نوشت ایزد بدو عالم چو تو یک کس نہ سرشت

عقولِ عشرہ نے نو آسمانوں اور آٹھ بہشتوں سے۔ اور سات ستاروں نے شش جہات سے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حواسِ خمسہ۔ اربعہ عناصر اور تین روحوں سے دونوں جہانوں میں تجھ جیسا ایک آدمی بھی پیدا نہیں کیا۔

دہ عقل ۔ یا عقولِ عشرہ۔ مراد دس فرشتے۔ اکثر حکیموں کے نزدیک فرشتے صرف دس ہیں۔ کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ نے پہلے ایک فرشتہ پیدا کیا۔ اس فرشتے نے ایک اور فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا۔ دوسرے فرشتے نے ایک اور فرشتہ اور ایک آسمان پیدا

کیا۔ علےٰ ہذا القیاس دس فرشتے اور نو آسمان پیدا ہوئے۔
نہ رواق ۔ نہ فلک ۔ نہ آسمان ۔ ۱ فلک الافلاک یا عرش ۔ ۲ فلک ثوابت ۔ ۳ فلک زحل ۔ ۴ ۔ فلک مشتری ۔ ۵ فلک مریخ ۔ ۶ فلک شمس ۔ ۷ فلک زہرہ ۔ ۸ فلک عطارد ۔ ۹ فلک قمر ۔
ہشت بہشت ۔ ۱ بہشت خُلد ۔ ۲ دارالسلام ۔ ۳ دارالقرار ۔ ۴ جنت عدن ۔ ۵ جنت الماوےٰ ۔ ۶ جنت النعیم ۔ ۷ علیین ۔ ۸ فردوس ۔
ہفت اختر ۔ ۱ قمر ۔ ۲ عطارد ۔ ۳ زہرہ ۔ ۴ شمس ۔ ۵ مریخ ۔ ۶ مشتری ۔ ۷ زحل ۔ ان کے ہندی نام بہ ترتیب مذکور حسب ذیل ہیں ۔ سوم ۔ بدھ ۔ سکر ۔ آئت ۔ منگل ۔ برہسپت ۔ سنیچر ۔ فارسی نام اُسی ترتیب سے یہہ ہیں ۔ ماہ ۔ تیر ۔ ناہید ۔ خورشید ۔ بہرام ۔ برجیس ۔ کیوان ۔
شش جہت ۔ مشرق ۔ مغرب ۔ شمال ۔ جنوب ۔ اوپر نیچے ۔
پنج حواس ۔ حواس خمسہ ۔ ظاہری یہ ہیں ۔ ۱ قوت باصرہ ۔ ۲ قوت سامعہ ۔ ۳ قوت شامہ ۔ (۴) قوت ذائقہ ۔ ۵ قوت لامسہ ۔ باطنی یہہ ہیں ۔ ۱ حس مشترک ۔ ۲ خیال ۔ ۳ وہم ۔ ۴ حافظہ ۔ ۵ متصرفہ ۔
چار ارکان ۔ اربعہ عناصر ۔ ۱ آب ۔ ۲ باد ۔ ۳ خاک ۔ ۴ آتش ۔
سہ روح ۔ موالید ثلثہ ۔ ۱ روح جمادی ۔ ۲ روح نباتی ۔ ۳ روح حیوانی ۔ (ماخوذ از برہان قاطع ۔ غیاث اللغات ۔ ہفت قلزم و بہارِ عجم)

حکیم صاحب نے اس رُباعی میں ایک سے لیکر دس تک متواتر گنتی کی ہے ۔ مطلب صرف یہہ ہے کہ میرا معشوق لاثانی ہے ۔

بر روئے تو زلف را اقامت ہوس است زابروئے تو محراب نشیں شد چشمت	۱۸	سر فتنۂ روم را قیامت ہوس است آں کافر بد مست امامت ہوس است

زلف کی خواہش ہے کہ تیرے چہرے پر پڑی رہے ۔ اس فتنۂ روم کی خواہش ہے کہ قیامت برپا ہو جائے ۔ تیری آنکھ محراب ابرو میں جانشیں ہے ۔ اس کافر مست کی خواہش ہے کہ امام بنے ۔

فتنۂ روم ۔ علاماتِ قیامت سے ہے ۔ روم کو چہرے سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ رومی خوش رنگ ہوتے ہیں ۔ زلف کو کافر کہا جاتا ہے ۔ اس لئے زلف کا چہرہ پر پڑنا گویا کفار کا اہل اسلام پر حملہ آور ہونا ہے جو قربِ قیامت کی دلیل ہے ۔ یوں بھی معشوق کے چہرے پر زلف کا گرنا عاشقوں کے لئے ایک قیامت خیز منظر ہے ۔ ابرو کو محراب سے تشبیہ دیتے ہیں اس لئے آنکھ کو محراب نشین یعنی امام کہا ہے ۔

در عالمِ بیوفا کہ منزل گہ ماست چوں روئے تو ماہ نیست روشن گفتم	۱۹	بسیار بجستیم بقیاسے کہ مراست چوں قدِ تو سرو نیست میگویم راست

بے وفا دنیا میں جو ہماری منزل گاہ ہے میں نے اپنے قیاس کے مطابق بہت تلاش کی لیکن میں کہتا ہوں کہ چاند تیرے چہرہ کے برابر روشن نہیں ہے (یا میں صاف کہتا ہوں کہ چاند تیرے چہرے کے برابر نہیں ہے) اور میں کہتا ہوں کہ سرو تیرے قد کے برابر سیدھا نہیں ہے (یا میں سچ کہتا ہوں کہ سرو تیرے قد کے برابر نہیں ہے)

تیسرا اور چوتھا مصرعہ دو طرح سے پڑھا جاسکتا ہے ۔ "چوں

روئے تو ماہ نیست - روشن گفتم " یا "چوں روئے تو ماہ نیست روشن گفتم" اسی طرح "چوں قدِ تو سرو نیست - می گویم راست" یا "چوں قد تو سرو نیست - می گویم - راست"

از بادِ صبا دلم چو بوئے تو گرفت اکنوں زمنش ہیچ نمی آید یاد	۲۰	مارا بگذاشت جستجوئے تو گرفت بوئے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

بادِ صبا کے ذریعے میرے دل کو تیری خوشبو پہنچی۔ چنانچہ وہ مجھے چھوڑ کر تیری جستجو میں روانہ ہو گیا۔ اب وہ مجھے کبھی یاد نہیں کرتا۔ گویا اس نے تیری خو بو اختیار کر لی ہے (تیری خوشبو اسے کیا پہونچی کہ تیری خو بھی اختیار کر لی۔)

معشوق کی عادت ہے کہ عاشق کو کبھی یاد نہیں کرتا اور نہ اس کے پاس آتا جاتا ہے۔ عاشق کا دل بھی معشوق کے پیچھے ایسا گیا کہ اب عاشق کی خبر نہیں لیتا۔ گویا معشوق کی عادت اختیار کر لی ہے

یہہ رُباعی رباعیات ابوالخیر میں بھی درج ہے (۱) تذکرۂ آتشکدۂ آذر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رُباعی درویش مقصود تیر گر کی ہے۔

اے کہ عارضِ تو نہادہ بر نسرین طرح وے چہرۂ تو دادہ شہ مائل را اخ	۲۱	روئے تو فگندہ بر بتان چین طرح اسپ و رخ و فیل و بیذق و فرز طرح

اے کہ تیرے رُخسار نے نسرین کو مات کیا ہے۔ اور تیرے چہرہ نے بتانِ چین کو مات کیا ہے۔ اور اے کہ تیرے

(۱) دیکھو رُباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعۂ لاہور۔ (۲) دیکھو آتشکدۂ آذر۔ ترجمۂ درویش مقصود تیر گر۔۱۲۔

غمزے نے عاشق کے شہ کو اسپ و رُخ ۔ فیل و بیذق اور فرزیں کی طرح دی ہے (یعنی مات کیا ہے)

طرح ۔ بمعنی انداختن و افگندن وغیرہ و بمعنے فوج کہ برائے امداد جمیع افواج باشد ۔ و در اصطلاح شطرنج بازاں بمعنی آنکہ شاطر یک دو مہرہ را در بازی از حریف برداشتہ ۔ طرح دادن و نہادن و افگندن ۔ مات کرنا ۔ شکست دینا ۔ شہ ۔ اسپ ۔ رُخ ۔ فیل ۔ بیذق (پیادہ) فرزیں اسمائے آلات شطرنج ۔

دل چراغیست کہ نور از رُخ دلبر گیرد صفتِ شمع بہ پروانہ دلی باید گفت	۲۲	وار بمیرد ز غمش زندگی از سر گیرد کیں حدیثیست کہ با سوختگاں در گیرد

دل ایک ایسا چراغ ہے جو معشوق کے چہرے سے روشنی حاصل کرتا ہے ۔ اگر اس کے غم میں بجھ جاتا ہے تو پھر از سرِ نو زندہ (روشن) ہو جاتا ہے ۔ شمع کی تعریف کسی پروانہ دل آدمی کے سامنے بیان کرنی چاہئے ۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو صرف جلے ہوئے لوگوں پر اثر کر سکتی ہے ۔

درگیرد ۔ درگرفتن ۔ اثر کرنا ۔ آگ لگنا ۔ لہذا سوختگان اور درگیرد کی معنوی رعایت ظاہر ۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را		ہر زماں از عشق جانے دیگر است
از واقعۂ ترا خبر خواہم کرد با عشق تو در خاک فرو خواہم شد	۲۳	واں را بدو حرف مختصر خواہم کرد با مہر تو سر ز خاک بر خواہم کرد

میں واقعۂ (موت) سے تجھے اطلاع دیتا ہوں ۔ (یعنی تجھے بتاتا ہوں کہ میری موت کس طرح ہوگی) اور اس بات کو صرف

دو لفظوں میں مختصر طور سے بتاتا ہوں ۔ تیرا عشق لے کر میں مٹی میں جاؤں گا ۔ اور تیرا عشق لے کر مٹی سے سر اٹھاؤں گا ۔

مطلب یہ ہے کہ تیرا عشق قبر میں میرے ساتھ جائے گا اور روز حشر تک باقی رہے گا ۔

دیدہ زاندم کہ بشوق تو نہد سر بہ لحد	تادم صبح قیامت نگراں خواہد بود
کشتۂ غمزۂ خود را بزیارت دریاب	کہ دریں خاک ہماں دل نگرانست کہ بود

(ہما فظ)

عشقے کہ مجازی بود آتش نبود عاشق باید کہ سال و ماہ و شب و روز	۴۴	چوں آتش نیم مردہ تابش نبود آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

جو عشق مجازی ہو اس میں آب نہیں ہوتی ۔ نیم مردہ آگ کی طرح اس میں روشنی نہیں ہوتی ۔ عاشق کو چاہئے کہ ہمیشہ کے لئے دن اور رات بے آرام ۔ بے قرار اور بے خورد خواب رہے ۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ عشق مجازی اور عشق حقیقی کے متعلق فرماتے ہیں ۔

عشق زاوصاف خدائے بے نیاز	عاشقی بر غیر او باشد مجاز
زانکہ آں حسن زر اندود آمد است	ظاہرش نور اندروں دود آمد است
چوں رود نور و شود پیدا دخاں	بفسرد عشق مجازی آں زماں
چوں شود پیدا دخان غم فزا	بفسرد نے عشق ماند نے ہوا
وا رود آں حسن سوئے اصل خود	جسم ماند گندہ و رسوا و بد
قلب را کہ زر زروئے او بہ جست	باز گشت آں زر بکان خود نشست

پس بس رسوا بماند دو دوش		زو سیہ رو تر بماند عاشقش
عشق بینایاں بود بر کان زرش		لاجرم ہر روز باشد بیشتر
مرحبا اے کانِ زر لاشک فیک		زانکہ کاں را در زری نبود شریک
عشق ربانی ست خورشید کمال		امر نور اوست خلقاں چوں ظلال

گویند پر آں کساں کہ پرہیز اند	۲۵	زاں ساں کہ بمیرند چناں برخیزند
ما باشیم و معشوق از آنیم مقیم		بو تا کہ بحشر ما چناں انگیزند

وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں کہتے ہیں کہ آدمی جس حالت میں مرینگے اُسی حالت میں اُٹھائے جائیں گے - ہم اسی لئے ہمیشہ شراب اور معشوق کی صحبت میں رہتے ہیں تاکہ حشر کے دن ہم کو اسی حالت میں اُٹھائیں -

خطے کہ بروئے یار برخاستہ شد	۲۶	تا ظن نبری کہ حسن او کاستہ شد
در باغِ رخش بہر تماشائے دلم		گل بود بسبزہ نیز آراستہ شد

معشوق کے چہرے پر جو خط آیا ہے - یہ گماں نہ کر کہ اس کا حسن کم ہو گیا ہے - اصل بات یہہ ہے کہ اُس کے چہرے کے باغ میں میرے دل کے تماشا کے لئے پھول تو پہلے موجود تھا اب سبزہ نے اس باغ کو اور بھی آراستہ کر دیا ہے -

رُخسار کو گل اور خط کو سبزہ کہا ہے -

خط بیں کہ فلک بر رُخِ دلخواہ نوشت		بر گل رقمِ بنفشہ ناگاہ نوشت

(شفیعائی آثر)

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ یہہ رباعی مولانا عمعق بخاری کی ہے (۱)

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ (۳۴۲) -

زلفین تو با مشکِ ختن بازی کرد بالائے ترا بسرو نسبت کردم	۲۷	با لعلِ لبِ تو روح دمسازی کرد زاں روز سہی سرو سرافرازی کرد

تیری زلف عنبر نے مشک ختن کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ روح نے تیرے لب لعل کے ساتھ دوستی پیدا کی ہے۔ میں نے تیرے قد کو سرو کے ساتھ تشبیہ دی اس لئے سرو سہی (اس تشبیہ پر) فخر کر رہا ہے۔

زلفین۔ صیغۂ تثنیہ از زلف (از تصرف فارسی زبانان متعرب ست۔) دوسرے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ تیرا لبِ لعل جان پروری میں روح کے برابر ہے۔ سہی۔ راست۔ سیدھا۔ عموماً لفظ سرو اور لفظ قد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

سودائے ترا بہانہ بس باشد در کشتنِ ما چہ آلتِ چشم چو تیغ	۲۸	مستانہ ترا ترانہ بس باشد ما را سرِ تازیانہ بس باشد

تیری محبت کے سودا کو (تیز ہونے کے لئے) صرف بہانہ ہی چاہئے۔ تیرے مست کو (بدمست ہونے کے لئے) ایک ترانہ ہی کافی ہے۔ ہمارے قتل کرنے کے لئے آنکھوں سے تلوار کا کام لینا ضروری نہیں۔ صرف ایک تازیانہ کافی ہے۔ سرِ تازیانہ سے مُراد اشارۂ ابرو ہے۔

معشوق کہ عمرش چو غمم باد دراز بر چشمِ من انداخت ز چشم و برفت	۲۹	امروز تلطفی بنو کرد آغاز یعنی کہ نکو نگر چہ در آب انداز

معشوق کہ خدا اُس کی عمر کو میرے غموں کی طرح لمبا کرے۔

آج نئے انداز سے مجھ پر مہربان ہوا ہے۔ میری آنکھوں سے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں ملائیں۔ اور پھر چلا گیا۔ وہی مثال ہے کہ نیکی کر اور پانی میں ڈال۔

چشم بہ چشم انداختن۔ آنکھ سے آنکھ ملانا۔ مثلاً

ندارد تو بتائے چشم من بچہ مہ چشمت		شود روشن اگر چشمے بچشم من بیندازی

(بہار عجم)

نکوئی کن و در آب انداز۔ مشہور مثل ہے۔ یعنی بغیر توقع عوض کسی کے ساتھ نیکی کرنا۔ نیکی کرکے بھلا دینا۔ یہاں طنزاً حکیم صاحب نے اس مثل کے اُلٹے معنے لئے ہیں۔ یعنی نیکی کرکے برباد کرنا۔

مطلب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس بیٹھا اور پھر مجھے باچشم گریاں چھوڑ کر چلا گیا۔ گویا نیکی کرکے اوس کو برباد کردیا۔

ما حاصل عمر را بدمے بفروشیم ور یکدم اگر ہزار جان دست دہد	۴۰	صد خرمن شادی بغمے بفروشیم در حال بخاک قدمے بفروشیم

ہم تمام عمر کے حاصل کو ایک دم میں (یا ایک دم کے بدلے) بیچ ڈالتے ہیں۔ خوشی کے صد ہا خرمن (انبار) ایک غم (یعنی غم عشق) کے بدلے بیچ دیتے ہیں۔ اگر ایک ہی وقت میں ہمیں ہزار جانیں مل جائیں تو ان تمام کو کسی (معشوق) کے قدم کی خاک پر نثار کردیں۔

یہ رُباعی کلیات سعدی میں بھی موجود ہے۔(۱)

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۱۔

گفتم کہ دگر چشم بدلبر نہ کنم دیدم کہ خلافِ طبع موزون من است	۳۱	صوفی شوم و گوش بہ منکر نہ کنم توبہ کردم کہ توبہ دیگر نہ کنم

میں نے کہا کہ اس کے بعد میں دلبر کی طرف نہیں دیکھوں گا صوفی بن جاؤں گا۔ اور منکرات پر کان نہیں دھرونگا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یہہ (ناموزون) بات میری موزون طبیعت کے خلاف ہے۔ اس لئے میں نے توبہ کی کہ پھر توبہ نہیں کروں گا۔

مطلب یہہ ہے کہ میں نے حسن پرستی اور سماع سرود سے توبہ کی تھی لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ کوئی موزوں طبیعت اس توبہ پر قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے اب میں نے اس توبہ سے توبہ کرلی۔

یہہ رباعی بھی کلیات سعدی میں موجود ہے (۱)

در عشق تو صد گونہ ملامت بکشم گر عمر وفا کند جفا ہائے ترا	۳۲	وار بشکنم این عہد غرامت بکشم بارے کم از آنکہ تا قیامت بکشم

میں تیرے عشق میں سو طرح کی ملامتیں اٹھاؤں گا۔ اور اگر میں یہہ وعدہ توڑدوں تو تاوان دوں گا۔ اگر عمر وفا کرے تو میں تیری ظلموں کو کم از کم قیامت تک برداشت کرتا چلا جاؤں گا۔

بارے کم از انکہ۔ یعنی اس سے کم کیا ہوگا۔

فرزین صفتا کہ مست عنہات شدم از بازی فیل و شاہ چون در ماندم	۳۳	واز اسپ پیادہ کجفاہات شدم رخ بر رخ او نہادہ ام مات شدم

اے عقل کی صفت والے معشوق میں تیرے عشق کے غموں

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۲-۳

میں ست ہوگیا ہوں - اور تیری اسپ بازی سے تیرے ظلموں کا پیادہ بن گیا ہوں - فیل اور شاہ کی بازی سے جب میں درماندہ ہوگیا تو اوس کے رُخ پر رُخ رکھ کے مات ہوگیا -

فرزین - شطرنج کا وزیر - عقل مند آدمی - فرزانہ - اسپ - پیادہ - فیل - شاہ اور رُخ آلاتِ شطرنج کے نام ہیں - یہاں رُخ کے دونوں معنوں کی طرف اشارہ ہے (اوس کے مُنہ پہ مُنہ رکھ کے) مات بھی شطرنج کی اصطلاح ہے -

مطلب یہ ہے کہ میں عشق میں بازی ہار بیٹھا ہوں - دُنیاداری کی طرف سے تھک کر معشوق کے ساتھ واصل ہو کر فنا فی المعشوق ہوگیا ہوں -

با زلفِ تو گر دست درازی کردم در زلفِ تو دیدم دلِ دیوانۂ خویش	۳۴	از روئے حقیقت نہ مجازی کردم من با دلِ خویش دست بازی کردم

میں نے اگر تیری زلف کے ساتھ دست درازی کی ہے تو یہ دست درازی حقیقی معنوں میں تھی نہ کہ مجازی رنگ میں - میں نے تیری زلف میں اپنے مجنوں دل کو دیکھا - گویا میں نے اپنے دل کے ساتھ دست بازی کی ہے -

دست بازی - انبساط - ملاعبت - شطرنج کی ایک اصطلاح بھی ہے -

گر در گیری چگونہ پرواز کنم یک لحظہ سرشکِ دیدہ می نگذارد	۳۵	با عشق دوئی چگونہ آغاز کنم تا چشم بروئے دگرے باز کنم

اگر تو مجھے اپنا بنالے تو پھر میں اور کہاں جا سکتا ہوں - عاشق ہو کر دوئی کس طرح کر سکتا ہوں - میرے آنسو مجھے ایک لحظہ بھی اس

بات کی فرصت نہیں دیتے کہ میں کسی اور کی طرف دیکھ سکوں۔

مسکین دلِ دردمند دیوانۂ من روزی که شرابِ عاشقی میدادند	۳۶	هشیار نشد ز عشقِ جانانۂ من در خونِ جگر زدند پیمانۂ من

میرا مسکین۔ دردمند اور دیوانہ دل معشوق کی محبت میں ایسا مست ہوا کہ پھر کبھی ہشیار نہ ہوا۔ جس دن (عاملانِ قضا و قدر نے) مجھے عشق کی شراب پلائی۔ میرے پیمانہ کو خونِ جگر سے پُر کیا۔

روزی که مقدسان خاکی مسکن چون لاله بخونِ مژه آلوده کفن	۳۷	گردند سوار باز بر مرکبِ تن از خاکِ سرِ کوئی تو برخیزم من

جس دن (یعنی حشر کے دن) مسکنِ خاکی کے مقیمین لوگ (یعنی مُردے) دوبارہ جسم کے گھوڑے پر سوار ہوں گے میں لالہ کی طرح خونِ مژگاں سے کفن کو رنگین کئے تیرے کوچے کی خاک سے اُٹھونگا۔

عاشق کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ معشوق کے کوچے میں ہی مدفون ہو اور وہاں ہی اوس کا حشر ہو۔

ای آبحیات مضمر اندر لبِ تو گر خونِ صراحی نخورم مرد نیم	۳۸	مگذار که بوسد لبِ ساغر لبِ تو او خود که بود که لب نهد بر لبِ تو

اے معشوق تیرے لبوں میں آبِ حیات پوشیدہ ہے لبِ ساغر کو اجازت نہ دے کہ وہ تیرے لبوں کو چومے۔ اگر میں صراحی کا خون (شراب) نہ پیوں تو مرد نہیں۔ اُس کی کیا حقیقت ہے کہ وہ تیرے لب پر لب رکھتی ہے۔

شراب تو پینے کا اچھا بہانہ ہے۔ معشوق شراب پیتا ہے

اور لب ساغر لبِ معشوق کو بوسہ دیتا ہے۔ اس غیرت سے عاشق کو غصّہ آتا ہے اس لئے وہ خون ساغر (یعنی شراب) پیتا ہے۔

روزے بینی مرا تو مست افتادہ دستار ز سر قدح ز دست افتادہ	۳۹	در حلقۂ زلف بت پرست افتادہ در پائے تو سر نہادہ پست افتادہ

ایک دن تو دیکھے گا کہ میں مست پڑا ہوں گا۔ حلقۂ زلف میں بُت پرست ہو کر پڑا ہوں گا۔ دستار سر سے گری ہوگی۔ پیالہ ہاتھ سے گرا ہوگا۔ تیرے پاؤں پر سر رکھا ہوگا اور زمیں پر پڑا ہونگا۔

اس رُباعی میں حکیم صاحب نے پوری بدمستی کا نقشہ کھینچا ہے۔ مگر اس حالت میں بھی سر کو معشوق کے پاؤں سے نہیں ہٹاتے۔

جانان کدام دست برخاستہ خوبان جہاں بعید رو آرا بند	۴۰	کز طلعت خویش ماہ را کاستہ تو عید بروئے خویش آراستہ

اے معشوق تو کس انداز سے اُٹھا ہے (یا کس ہاتھ نے تجھ بنایا ہے) کہ تو نے اپنے چہرے کے سامنے چاند کو بے رونق کر دیا ہے۔ باقی حسین عید کے دن اپنے چہرے کو آراستہ کرتے ہیں تو نے اپنے چہرے سے ہی عید کی آرائش پیدا کرلی ہے۔

روزے دو سہ شد کہ بندہ نہ نواختہ زاں می ترسم کہ دشمناں اندیشند	۴۱	و اندیشۂ بندگر ما نہ پرداختہ کز چشم عنایتم بیند اختہ

مدت ہوئی کہ تو نے بندہ نوازی نہیں کی۔ کبھی عالم خیال

میں بھی ہیں یا نہیں کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں دشمن یہہ نہ کہیں۔ کہ تو نے مجھے نظرِ عنایت سے گرا دیا ہے۔

یہہ رُباعی کلیات سعدی میں بھی موجود ہے۔ (۱)

کہیں کہیں نہ صنم دیکھ کر مجھے محروم		یہہ اُنکے بندے ہیں جنکو کریم کہتے ہیں
امشب کہ حضورِ یار جاں افروز است گو شمع بمیر و مہ فرو شو کہ مرا	۴۲	بختم بخلافِ دشمناں فیروز است آنشب کہ تو در کنار باشی روز است

آج رات معشوق کی موجودگی جان کو روشن کر رہی ہے میرا بخت علی الرغم دشمناں یاور ہے۔ شمع بے شک بجھ جائے اور چاند بے شک غروب ہو جائے۔ جس رات تو میرے پاس ہو وہ رات رات نہیں بلکہ دن ہے۔

کلیات سعدی میں یہہ رُباعی اس طرح لکھی ہے (۲)

ہر شب کہ تو در کنارم آئی روز است گو شمع بمیر و مہ فرو شو کہ مرا		واں روز کہ با تو میرود نوروز است آں شب کہ تو در کنار باشی روز است

مگر مضمون اور قافیہ کے رو سے یہہ صورت درست نہیں۔

گر دولت و بخت یاشد و روز بہی سہل است کہ من در قدمت خاک شوم	۴۳	در پای تو سر بازم ای سروسہی ترسم کہ تو پای بر سرِ من نہ نہی

اگر میرا بخت یاور اور نصیب اچھے ہوئے تو اے سرو قد معشوق میں تیرے پاؤں پر جان قربان کردوں گا۔ یہہ بات تو آسان ہے کہ میں تیرے قدموں پر خاک ہو جاؤں۔ لیکن ڈر اس بات کا ہے

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۳ - (۲) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۴۲ - ۱۰ -

کہ تو میری خاک پر قدم بھی نہیں رکھے گا۔

یہہ رُباعی بھی شیخ سعدی علیہ الرحمت کی معلوم ہوتی ہے۔(۱)

تا صورتِ حالِ دردمنداں بینی عیبم مکن ایجاں کہ تو لبِ شیرینی	۴۴	درکاپہ دردماں لقب بنشینی گر من تو فرہاد صفت شیفتہ ام

اے میرے درد کی دوا! تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جا تاکہ تجھے دردمندوں کی حالت معلوم ہو جائے۔ میں اگر فرہاد کی طرح تجھ پر فریفتہ ہوں تو میرا اس میں کچھ قصور نہیں۔ کیونکہ اے جانِ جاں! تو بہت شیریں ہے۔

شیرین ۱۔ نام معشوقہٗ فرہاد۔ ۲۔ معروف۔ یہاں دونوں معنوں کی طرف اشارہ ہے۔

یہہ رُباعی بھی کلیات سعدی میں موجود ہے۔(۲)

نومید نیم چو بُت پرستاں ز کنشت می خواہم و معشوق چہ دوزخ چہ بہشت	۴۵	ہر چند کہ از گناہ بدبختم و زشت اما سحری کہ میرم از مخموری

ہر چند گناہوں کی وجہ سے میں بدبخت اور زشت ہوں۔ لیکن بُت پرستوں کی طرح کنشت سے نومید نہیں ہوں۔ لیکن بات یہہ ہے کہ صبح کے وقت جب مخموری تکلیف دیتی ہے۔ اوس وقت صرف شراب اور معشوق کی ہی خواہش ہوتی ہے۔ دوزخ اور بہشت کا خیال نہیں ہوتا۔

---

(۱) دیکھو کلیاتِ سعدی صفحہ ۲۵۴۔ (۲) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۴۔

عاشق کی مستی اور اوس کے فوائد

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

(اقبال)

کاروبارِ عشق میں مجبوراً بے ہوش ہونا پڑتا ہے۔ عشق ایک آپریشن ہے جو عاشق کے دل کو آلائشِ غیر سے پاک کرنے کے لئے عمل میں لایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا آپریشن بغیر کلوروفارم کے ممکن نہیں۔

عاشق ہمہ روز مست و شیدا بادا در ہشیاری غصۂ ہر چیز خوریم	۱	دیوانہ و شوریدہ و رسوا بادا چوں مست شدیم ہر چہ بادا بادا

عاشق کو چاہئے کہ ہمیشہ مست و شیدا رہے۔ دیوانہ شوریدہ سر اور رسوا رہے۔ ہشیاری کی حالت میں ہمیں ہر ایک چیز کا غم ہوتا ہے۔ جب مست ہو گئے۔ تو پھر کچھ فکر نہیں جو کچھ ہوتا ہے ہونے دو۔

یہہ رُباعی دیوان مولانا روم میں بھی موجود ہے (۱)

(۱) دیکھو دیوان مولانا روم صفحہ ۲۵۰۔۔

ما و مے و معشوق درین کنجِ خراب		۲		جان و دل و عقل و ہوش در رہنِ شراب
فارغ ز امیدِ رحمت و بیمِ عذاب				آزاد ز خاک و باد و از آتش و آب

اس کنج خرابات میں ہم ہیں۔ شراب ہے اور معشوق جان و دل اور عقل و ہوش کو رہن مے کر دیا ہے۔ رحم کی امید اور عذاب کے ڈر سے فارغ ہو بیٹھے ہیں۔ خاک و باد اور آتش و آب (یعنی دنیا کی تمام چیزوں) سے آزاد ہو چکے ہیں۔

ساقی چہ کنم کہ دل کبابم ز غمت		۳		مدہوش تر از مستِ شرابم ز غمت
ہر چند کسے خرابیم شرح دہد				باللہ کہ بیش ازاں خرابم ز غمت

اے ساقی! کیا کروں کہ میرا دل تیرے عشق کے غم سے کباب ہو گیا ہے۔ تیرے عشق کے غم سے میں شرابیوں سے بھی زیادہ مدہوش ہوں۔ کوئی میری مستی (یا خرابی حال) کو کتنے ہی مبالغے سے کیوں نہ بیان کرے۔ خدا کی قسم میں اس سے بھی زیادہ بدمست (یا خراب حال) ہوں۔

ما را گویند دوزخی باشد مست		۴		قولیست خلاف دل باو نتوان بست
گر عاشق مست دوزخی خواہد بود				فردا بینی بہشت ہمچو کف دست

لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ مست آدمی دوزخی ہوگا۔ یہ بات خلافِ واقع ہے اس کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے۔ اگر عاشقِ مست دوزخی ہوا تو کل دیکھو گے کہ بہشت ایک (غیر آباد) کفِ دست میدان ہوگا

فردا ۔ سے مُراد فردائے قیامت۔ مطلب یہہ ہے کہ بہشت

تو جگہہ ہی عاشقانِ مست کی ہے ۔ اگر وہ وہاں نہ ہوئے تو اور کون ہوگا

عمر یست کہ مداحیِ مے وِردِ مَن است زاہد اگر اوستادِ تو عقل است اینجا	۵	اسبابِ مَے است ہر چہ در گردنِ ماست خوش باش کہ اُستادِ تو شاگردِ من است

مدّت سے شراب کی تعریف میرا ورد ہے ۔ جو کچھ میرے پاس ہے شراب کے خریدنے میں صرف ہوتا ہے ۔ اے زاہد اگر عقل تیری اوستاد ہے تو خوشی کی بات ہے کہ تیرا اُستاد میرا شاگرد ہے ۔

یعنی عقل تیری اُستاد ہے اور میری شاگرد ۔ مستانِ عشق عقل کی پیروی نہیں کرتے بلکہ عقل اون کی پیروی کرتی ہے ۔

آنہا کہ اسیرِ عقل و تمیز شدند رو باخبرا تو آب انگور گزیں	۶	در حسرتِ ہست و نیست ناچیز شدند کیں بیخبراں بغورہ مویز شدند

وہ لوگ جو عقل و تمیز کے پابند ہیں ۔ ہست و نیست کی حسرتوں نے اونھیں برباد کر دیا ۔ اے باخبر! جا اور آبِ انگور (شراب) پی ۔ یہہ بے خبر لوگ تو انگورِ خام پر شیدا ہیں ۔
غورہ ۔ خوشۂ خام ۔ **مویز** ۔ انگور ۔ منقی

گر بُت رُخِ تست بُت پرستی خوشتر در ہستیِ عشق زاں سبب نیست شدم	۷	ور بادہ ز جامِ تست مستی خوشتر کاں نیستی از ہزار ہستی خوشتر

اگر بُت تیرے چہرے ہی کا نام ہے تو پھر بُت پرستی ہی اچھی ہے ۔ اگر شراب تیرے پیالے کی ہو تو پھر مستی ہی اچھی ہے ۔ میں عشق کی ہستی میں اس لئے فنا ہوگیا ۔ کہ یہہ فنا

لقا سے ہزار درجے اچھی ہے۔

یہہ رُباعی دیوانِ مولانا روم میں بھی موجود ہے۔(۱)

با یار خوشم جامِ شراب اولیٰ تر چوں عالم دوں وفا نخواہد کردن	۸	وازدستِ غمم دیدہ پُرآب اولیٰ تر در عالمِ دوں ملّت فخراب اولیٰ تر

میرے نزدیک خوبصورت (یا خوش باش) معشوق کے ساتھ شراب نوشی کرنا سب چیزوں سے افضل ہے۔ غموں کی ہاتھ سے ہروقت روتے رہنا میرے نزدیک سب سے اچھا ہے۔ جب دنیائے دوں کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتی تو پھر دنیا میں مست اور مدہوش رہنا ہی بہتر ہے۔

تاکہ دنیا کی بے وفائی کا صدمہ محسوس نہو۔

یہہ رُباعی بادنیٰ تفاوت الفاظ دیوان حافظ میں بھی موجود ہے(۲)

ساقی کہ رسد بوصلت از یاریِ عقل از بادۂ عشق اگرچہ بدمستی زاد	۹	درخواب کہ بیندت زبیداریِ عقل بدمستیِ عشق بہ زہشیاریِ عقل

اے ساقی عقل کی مدد سے کون تجھے پاسکتا ہے۔ عقل کی بیداری سے تجھے خواب میں کون دیکھ سکتا ہے۔ اگرچہ عشق کی شراب سے بدمستی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہہ ہے کہ عشق کی بدمستی عقل کی ہوشیاری سے بہتر ہے۔

ڈاکٹر اقبال اس کی وجہ بھی بتاتے ہیں۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

(۱) دیکھو دیوان مولانا روم صفحہ ۲۵۷ (۲) دیکھو دیوان حافظ نولکشوری۔

من ظاہر نیستی و ہستی دانم باایں ہمہ از دانش خود بیزارم	۱۰	من باطن ہر فراز و پستی دانم گر مرتبۂ ورائے مستی دانم

میں نیستی اور ہستی کے ظاہر کو جانتا ہوں - ہر نشیب و فراز کے باطن کو جانتا ہوں - باوجود اس کے اگر مجھے مستی کے بعد کی مراتب کا علم ہوجائے تو اپنی اس تمام عقلمندی سے بیزار ہوں -

ما خرقۂ زہد در سرِ خم کردیم باشد کہ درون میکدہ ہا دریابیم	۱۱	واز خاک خرابات تیمم کردیم عمری کہ برون میکدہ ہا گم کردیم

ہم نے خرقۂ زہد کو خم شراب میں ڈال دیا ہے - اور خاک خرابات سے تیمم کیا ہے - خدا کرے کہ اس عمر کو جو ہم نے شراب خانے سے باہر ضائع کی ہے - شراب خانے کے اندر دوبارہ پالیں -

وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم		عمرے کہ بے حضورِ صراحی و جام رفت

(حافظ)

یہہ رُباعی بہ ادنیٰ تفاوتِ الفاظ امام غزالی علیہ الرحمت کے نام سے بھی منسوب ہے -

ای من در بتخانہ بہ سبلت رفتہ گر ہر دو جہاں چہ گوی افتند بگوی	۱۲	ترکِ بد و نیکِ جملہ عالم گفتہ برمن بجوی چو مست باشم خفتہ

اے کہ میں نے بتخانہ کے دروازے کو اپنی ریش و سبلت کی جاروب سے صاف کیا ہے - اور تمام جہان کے نیک و بد کو ترک

(۱) دیکھو الغزالی مصنفۂ مولانا شبلی نعمانی صفحہ ۵۶ - کم -

کردیا ہے۔ اگر دونوں جہان گیند کی طرح گڑھے میں گر جائیں (یعنی ہلاک ہو جائیں) تو میں دانۂ جو کے برابر بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ جبکہ میں مست ہو کر سویا ہوتا ہوں۔

مطلب یہ کہ مستی کی حالت میں سود و زیاں کا کچھ غم نہیں ہوتا۔

گوئے ۔ گیند۔ مغاک ۔ گڑھا۔ زمین نشیب۔

رو بیخبری گزیں اگر با خبری	۱۳	تا از کفِ مستانِ ازل بادہ خوری
تو بیخبری بیخبری کارِ تو نیست		ہر بیخبرے را نرسد بیخبری

اگر تو عقل مند ہے تو جا اور بے خبری اختیار کر۔ تاکہ مستانِ ازل کے ہاتھ سے تو شراب پیئے۔ تو بے وقوف ہے۔ بیخبر ہونا تیرا کام نہیں۔ ہر بے وقوف بے خبر نہیں ہو سکتا۔

بے خبری سے مراد مدہوشیِ عشق ہے۔

مستی اور ہوش کے درمیان ایک حالت

نہ در مسجد گذارندم کہ رندی
میانِ مسجد و میخانہ راہیست

نہ در میخانہ کیں خمّارِ خام است
غریبم عاشقم آں رہ کدام است

(احمد جام ژندہ پیل)

افراط تفریط کسی معاملے میں اچھی نہیں - صراطِ مُستقیم میانہ روی کا نام ہے - حکیم صاحب نے بدمستی اور مدہوشی کی تعریف میں صدہا رُباعیاں لکھی ہیں - لیکن اس ایک رُباعی میں اصل حقیقت کو بیان کر دیا ہے - فرماتے ہیں -

چوں ہشیارم زمن طرب پنہاں است حالیست میانِ مستی و ہشیاری	ر	چوں مست شوم در خِردم نقصان است من بندۂ آنکہ زندگانی آن است

جب میں ہوشیار رہتا ہوں تو عیش و طرب سے محروم ہوتا ہوں - جب مست ہوتا ہوں تو میری عقل میں نقصان واقع ہوجاتا ہے - البتہ مستی اور ہوشیاری کے درمیان ایک حالت ہے - میں اوس حالت کا طلبگار ہوں - کیونکہ اصلی زندگانی اُسی حالت کا نام ہے -

ساقی نامہ

سر از اطاعتِ ساقی نمی تواں پیچید
بدستِ او خطِ ساغر خطِ غلامیِ ماست

(شفیعائی اثر)

اگر انتخاب کا مدار صرف لفظ ساقی پر رکھا جائے - تو

حکیم صاحب کا ساقی نامہ پوری ایک کتاب بن جائے - مگر اس ساقی نامہ میں صرف وہی رُباعیات درج کی گئی ہیں - جن کی کسی اور باب میں گنجائش نہیں ہو سکی -

ساقی مئی ما زعارضِ پر خوئے تست سرچشمہ فیض جز لبِ لعلِ تو نیست	۱	چشمت نرسد کہ چشمہا در پئے تست صد خضر و مسیح جرعہ نوشِ مئی تست

اے ساقی ہماری شراب تیرے پر عرق چہرے سے (ٹپکتی) ہے - خدا کرے تجھ پر چشمِ بد کا اثر نہ ہو کیونکہ سب کی آنکھیں تجھ پر لگی ہیں - فیض کا چشمہ صرف تیرے لبِ لعل میں ہے - کئی خضر اور مسیح تیری شراب کے جرعہ نوش ہیں -

ساقی دلِ ما سوختہ از مشتاقیست جاں دادن امید ست مرا در قدمت	۲	باز آ کہ طبیبِ دردمنداں ساقیست تا جاں بودم امیدواری باقیست

اے ساقی ہمارا دل غایتِ اشتیاق سے جل گیا ہے - واپس آ جا کیونکہ دردمندوں کا طبیب صرف ساقی ہی ہوتا ہے - میری خواہش اور امید ہے کہ تیرے قدموں میں جان دے دوں - جب تک جان میں جان ہے - یہہ اُمید باقی ہے -

ساقی غمِ ما بلند آوازہ شدہ است با موئے سفید سرخوشم کز خطِ تو	۳	سرمستی من برون ز اندازہ شدہ است پیرانہ سرم بہارِ دل تازہ شدہ است

اے ساقی ہمارا غم بہت بڑھ گیا ہے - میری سرمستی اندازے سے بڑھ گئی ہے - بال سفید ہو گئے ہیں - لیکن اس خوشی میں مست ہوں کہ تیرے خط سے اس پیرانہ سالی میں دل کی بہار تازہ ہو گئی ہے -

ساقی کہ رُخت زجامِ جمشید بہ است خاکِ قدمت کہ روزِ من روشن از وست	۴	مُردن بہت زعمرِ جاوید بہ است ہر ذرّہ زصد ہزار خورشید بہ است

اے ساقی تیرا چہرہ جامِ جمشید سے بہتر ہے - تیری راہ میں مرنا حیاتِ جاودانی سے بہتر ہے - تیرے قدموں کی خاک سے میرے دن روشن ہیں - اس خاک کا ہر ذرّہ صد ہزار آفتاب سے بہتر ہے -

ساقی کہ لبش مفرّحِ یاقوت است ہر کس کہ نشد کشتۂ طوفانِ غمش	۵	دل را غمِ او قوّت و جاں را قوت است در کشتیِ نوح زندہ در تابوت است

وہ ساقی کہ اُس کے لب مفرّح یاقوتی ہیں - اس کے عشق کا غم دل کے لئے قُوّت اور جان کے لئے غذا ہے - جو شخص اس کے غموں کے طوفان میں جان نہ دے وہ کشتی نوح میں بھی ہو - تو اُسے زندہ درگور سمجھئے -

مفرّح یاقوت - ایک مشہور معجون جو مفرح قلب ہے - یاقوت بھی اُس کا ایک جز ہے -

ساقی حذر از غمِ تو ام آہ کہ نیست مقصودِ منی و جز تو کس در دلِ من	۶	صبرم ز رخت حق است آگاہ کہ نیست واللہ کہ نیست ثم باللہ کہ نیست

آہ! اے ساقی! تیرے غم کا مجھے کچھ ڈر نہیں - خدا گواہ ہے کہ تیرے دیدار سے میں کبھی صبر نہیں کر سکتا - میرا مطلوب اور مقصود تو ہی ہے اور تیرے سوا خدا کی قسم کہ میرے دل میں اور کسی کی جگہ نہیں -

---

ساقی کہ ہلاکم ز غم ہجرانت رفتی و ہزار دل ہلاک از غم تست	۷	ہر جا کہ روی دست من و دامانت باز آ کہ صد ہزار جاں قربانت

اے ساقی میں تیرے ہجر کے غم سے ہلاک ہو گیا ہوں۔ تو جہاں کہیں بھی جائے گا میرا ہاتھ ہو گا اور تیرا دامن۔ تو چلا گیا ہے اور ہزار ہا دل تیرے غم میں ہلاک ہو گئے۔ واپس آجا کہ لاکھوں جانیں تجھپر قرباں ہیں۔

ساقی نظری کہ جز ترا بندہ نیم شرمندۂ عالمم ز رسوائی لیک	۸	جز پیش تو در سجدہ سر افگندہ نیم شکریست کہ از روئے تو شرمندہ نیم

اے ساقی ایک نظر ادھر بھی کہ میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ تیرے سوا کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ رسوائی کی وجہ سے تمام جہان سے شرمندہ ہوں۔ لیکن شکر ہے کہ تیری طرف سے شرمندہ نہیں ہوں۔

ساقی نظری بہ بیکساں بہر خدا ما ماہی مردہ ایم تو آب حیات	۹	بشکن تب ما بوالہوساں بہر خدا ما را بوصال خود رساں بہر خدا

اے ساقی خدا کے لئے ہم بیکسوں پر نظر عنایت کر۔ خدا کے لئے ہم بوالہوسوں کے دل کی تپش کو دور کر۔ ہم مردہ مچھلی کی مثال ہیں اور تو آب حیات ہے۔ ہم کو خدا کے لئے اپنے وصال سے مستفید کر۔

بوالہوس۔ بندہ ہوس۔ بو مخفف ابو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ترکیب غلط ہے۔ کیونکہ ہوس بمعنی آرزو فارسی لفظ ہے۔ الف لام

تعریفی قبول نہیں کرسکتا۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہوس یعنی آرزو عربی لفظ بھی ہے۔ لہذا ترکیب درست ہے۔

ساقی ز درت سفر نخواہیم گرفت گیرم کہ ز خاک برنگیری سر ما	۱۰	گر ہم بکشی عذر نخواہیم گرفت ما سر ز رہ تو برنخواہیم گرفت

اے ساقی ہم تیرے دروازے کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ اگر تو ہم کو قتل بھی کر دے تو عذر نہ کریں گے۔ یہ مانا کہ تو ہمارے سر کو خاک سے نہیں اوٹھائے گا۔ لیکن ہم بھی تیری راہ سے سر کو کبھی نہیں اُٹھائیں گے۔

ساقی قدحی کہ سوختیم چو شمع بفرست نسیمے کہ ز پا بنشینیم	۱۱	در آتش دل شب گدازیم چو شمع تا در ہوس تو سر ببازیم چو شمع

اے ساقی ایک پیالہ دے کہ ہم شمع کی طرح جل رہے ہیں۔ رات بھر شمع کی طرح دل کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ اپنی طرف سے کوئی نسیم بھیج تاکہ ہم بجھ جائیں۔ اور شمع کی طرح تیری آرزو میں جان دیدیں۔

ساقی می لعل قوت روح ہست مرا برخیز کہ در پای تو مردن نفسے	۱۲	دیدار تو خورشید صبوح ہست مرا خوشتر ز ہزار عمر نوح ہست مرا

اے ساقی شراب سُرخ ہمارے لئے روح کی غذا ہے تیرا دیدار ہمارے لئے صبح کا آفتاب ہے۔ اُٹھ کہ تیرے قدموں میں جان دینا ہمارے لئے عمر نوح سے بدرجہا بہتر ہے۔

خورشید صبوح ــ سے مراد صبح کی شراب بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ

شراب کو آفتاب بھی کہتے ہیں۔ مثلاً۔

مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند	ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

شیخ سعدی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

بپائے تاک بیا ساقیا شراب خوریم	بزیر سایہ نشینیم و آفتاب خوریم

عمرِ نوح۔ یعنی لمبی عمر۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک ہزار سال زندہ رہے۔

زاہدانِ ریاکار اور رندانِ بادہ خوار

ترسم کہ صرفہ نبرد روزِ باز خواست
نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما

(حافظ)

شرعی اوامر و نواہی میں سے بعض بعض کو ایک خاص رسمی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اصول دین کے رو سے اس اہمیت کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ جس وقت احکام مذہب پر رواج کا رنگ چڑھ جاتا ہے اوس وقت مسائل دینیہ کی صورت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔ مثلاً اوامر میں سے ایک خاص امر کو رسوم

ملکی کی بناء پر باقی تمام اوامر پر ایک امتیازی ترجیح دے دی جاتی ہے اور نواہی میں سے ایک خاص نہی کو باقی تمام منکرات سے بڑھ کر برا سمجھا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ شریعت نے خود بھی اوامر و نواہی کے مراتب مقرر کئے ہیں اور فرض و واجب و مستحب یا کروہ و مکروہ تحریمی و حرام مطلق وغیرہ وغیرہ کہہ کر ان مدارج کی توضیح و تشریح بھی کر دی ہے لیکن یہہ رسمی امتیاز ان شرعی تفریقات کے معیار پر مبنی نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر صورتوں میں ان تفریقات کو پس پشت ڈال کر ایک خانہ ساز میزان پر نیک و بد کو تولا جاتا ہے۔ شراب بھی حرام ہے اور رشوت بھی حرام ہے۔ لیکن کوئی شراب پی لے تو عام چرچا ہوتا ہے اور مرتشی کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ ریاکاری تمام عبادات کو ضائع کر دیتی ہے۔ لیکن عوام الناس اکثر زاہدان ریاکار کے ہی معتقد ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے دوسرے معاملات میں اگر ذرا سی لغزش ہو جائے تو کفر کے فتوے تک نوبت پہونچتی ہے۔ شیخ جو دست سعی و عمل توڑ کر اپنے مریدوں کے پسینے کی کمائی سے اپنا پیٹ پالتا ہے۔ حقیقت میں اس رند بادہ خوار سے بہتر نہیں جو خانۂ خرابات کا مرید ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار خواجہ حافظ نے اس شعر میں کیا ہے جو زیب عنوان ہے۔ ایک اور موقعہ پر خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

فقیہ مدرسہ دی مست بود و فتویٰ داد	کہ مے حرام و لے بہ ز مال اوقاف است

شراب حرام ہے لیکن فقیہ صاحب مستی کی حالت میں سچ کہہ گئے کہ شراب باوجود حرام ہونے کے مال وقف پر دست درازی کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس قسم کے تمام اشعار صرف اس مطلب کے لئے ہوتے ہیں کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ صرف شراب ہی حرام نہیں اور کئی چیزیں بھی حرام ہیں مگر تم لوگ صرف ایک چیز کے

پیچھے پڑے ہو۔ اور چیزوں کا خیال نہیں کرتے۔ یہ شعر مے نوشی کو جائز ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ صرف مقابلہ مقصود ہوتا ہے۔ اور دنیا کو یہ جتانا ہوتا ہے کہ شراب سے بدتر دنیا میں سیکڑوں چیزیں ہیں ان کے تدارک کا بھی انتظام کرنا چاہئے۔ مولانا سید اکبر حسین صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔

عام الزام ہے اکبر پہ کہ پیتا ہے یہ کیوں		اس کی پرسش نہیں ہوتی کہ یہ کھاتا کیا ہے

حقیقت میں دنیا کی روش بعینہ یہی ہے۔ پینے کی پرسش عام ہے لیکن کھانے کا محاسبہ کوئی نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ محاسبہ اس پرسش سے زیادہ ضروری ہے۔

ایک اور مثال لیجئے۔ سود حرام ہے۔ اور مسلمان اس کی اس سختی سے پابندی کرتے ہیں کہ باید وشاید۔ اگر شہر بھر میں ایک مسلمان بھی بلا واسطہ یا با واسطہ سود پر قرض دینا شروع کرے۔ تو تمام شہر اُسکو کافر مطلق کہنے لگ جاتا ہے۔ لیکن علاوہ سود کے اگر کوئی شخص کسی اور طریقہ سے مال حرام حاصل کرتا ہے تو اس کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ یہی دیکھئے کہ اپنے دست و بازو کی سعی کے بغیر اگر کوئی شخص بلا استحقاق دوسروں کی کمائی سے اپنی شکم پُری کرے تو کون شخص کہہ سکتا ہے کہ وہ **کلوا من الطیبات** پر عمل کر رہا ہے۔ لیکن کبھی ایسے شخص کو مطعون خلائق دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسے شخص کو مقتدا سمجھا جاتا ہے۔ اسی مضمون کو مولانا نذیر احمد مرحوم بیان فرما گئے ہیں۔

سود ہے سرمایہ ہر سرتا پا انکی معاش		قوم کو جو حَرَّمَ اللّٰہُ الرِّبٰا کہنے کو ہیں

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بعض لوگوں نے صرف چند ایک چیزوں کو حرام سمجھ لیا ہے اور

اوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن باقی حرام چیزوں کو شیر مادر سمجھتے ہیں۔ انہی بے راہ روی کو روکنے کے لئے اس قسم کے شعر کہے گئے ہیں۔

زیادہ تر شعرا کے لعن طعن کا ہدف زاہدان ریاکار رہے ہیں وجہ یہہ ہے کہ ریاکاری ایک ایسا گناہ ہے جو شرک کی سرحد تک پہونچتا ہے۔ حضرت ابو سعید بن ابی فضالہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اذا جمع اللّٰہ الناس یوم القیامۃ لیوم لا ریب فیہ نادیٰ منادٍ من کان اشرک فی عمل عملہ للّٰہ احدا فلیطلب ثوابہ من عند غیر اللّٰہ فان اللّٰہ اغنی الشرکاء عن الشرک۔) یعنی جس وقت اللہ تعالےٰ حساب کے لئے قیامت کے روز لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک فرشتہ پکاریگا کہ جس شخص نے اپنے اعمال میں جو اُس نے اللہ تعالےٰ کے لئے کئے تھے کسی اور کو شریک کیا ہے۔ اوسے چاہئے کہ اپنے اعمال کا ثواب اُسی غیر خدا سے جاکر طلب کرے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ سب نیازترین شریکوں کا سے شرک ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے (من سمّع سمّع اللّٰہ بہ ومن یرائی یرائی اللّٰہ بہ) یعنی جو شخص لوگوں کو سنانے کے لئے اچھے کام کرے۔ اللہ تعالےٰ اس کے عیبوں کو مشہور کرے گا اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے اچھے کام کرے اللہ تعالےٰ اوس کو ریاکاروں کی جزا دے گا۔ نماز ارکان اسلام میں سے ہے اور اُس کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ

روز محشر کہ جانگداز بود		اوّلیں پرسش نماز بود

تمام اہل اسلام عبادات میں سے نماز کی اہمیت اور فضیلت کے قائل ہیں۔ لیکن نماز سے مراد وُہی نماز ہے جو صرف

اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھی جائے۔ اگر ریا کا ذرا سا دخل بھی اس میں ہو جائے تو یہی نماز بقولِ شیخ سعدی علیہ الرحمت دوزخ کے دروازے کی کنجی ہو جاتی ہے

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز		کہ از بہر مردم گزاری دراز

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

طاعت کہ برائے خلق کردی حقّا کہ معاصی گنہگار تر		بدنامی کہنہ دلق کردی بہتر ز عبادتِ ریاکار

	پارسایان روئے در مخلوق پشت بر قبلہ می کنند نماز	

حکیم صاحب نے بھی مندرجۂ ذیل رُباعیات میں اکثر زاہدانِ ریاکار ہی کی پردہ دری کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ زہدِ ظاہری کے پردے میں اپنی سیاہ کاریوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو تعلیم لوگوں کو دیتے ہیں اس پر خود عمل پیرا نہیں ہوتے۔ خواجہ حافظ اور حکیم عمر خیام کے کلام کا بہت سا حصّہ انہی کوتاہ آستینوں کی درازدستیوں کے بیان کے لئے وقف ہے۔

گر می نخوری طعنہ مزن مستاں را تو فخر بدیں کنی کہ من مے نخورم	۱	گر دست دہد توبہ کنم یزداں را صد کار کنی کہ مے غلام است آں را

اگر تو شراب نہیں پیتا۔ تو مستوں پر طعنہ زنی نہ کر۔ اگر خدا نے توفیق دی تو میں توبہ کر لوں گا۔ تجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں شراب نہیں پیتا (اگر تو شراب نہیں پیتا تو کیا ہوا) تو ہزاروں کام ایسے کرتا ہے۔ جن کے مقابلے میں شراب کچھ چیز نہیں۔

با ما فلک ار جنگ ندارد عجب است قاضی کہ فروخت وقف و بادہ نخرید	۲	گر بر سرِ ما سنگ نبارد عجب است در مدرسہ گر بنگ ندارد عجب است

اگر آسمان ہمارے ساتھ برسرِ پیکار نہ ہو تو تعجب کی بات ہوگی۔ اگر ہمارے سر پر سنگ باری نہ ہو تو تعجب کی بات ہوگی۔ قاضی صاحب جو مال وقف کو تو بیچتے ہیں مگر شراب نہیں خریدتے ان کے مدرسہ میں اگر بنگ نہ ہوگی تو کیا ہوگا۔

یک جرعۂ می ز ملکِ کاؤس بہ است ہر نالہ کہ رندی بہ سحرگاہ زند	۳	واز تخت قباد و مملکت طوس بہ است از طاعتِ زاہدانِ سالوس بہ است

شراب کا ایک گھونٹ کاؤس کی سلطنت سے بہتر ہے۔ کیقباد کے تخت اور طوس کے ملک سے بہتر ہے۔ رندوں کا نالۂ سحرگاہی زاہدانِ ریاکار کی عبادت سے بہتر ہے۔

چہ میدانی تو ای غافل کہ شاید عاشقِ بیدل		مراد خویشتن حاصل زیک آہِ سحر دارد

ساقی دل من ز دست گر خواہد رفت صوفی کہ چو ظرف تنگ از خویش پر است	۴	بحر است کجا ز خود بدر خواہد رفت یک جرعہ اگر دہی بسر خواہد رفت

اے ساقی اگر میرا دل ہاتھ سے نکل جائے گا (تو کہاں جائے گا) یہ تو سمندر ہے اپنے آپ سے باہر کہاں جائے گا۔ صوفی تنگ برتن کی طرح خودی سے بھرا ہوا ہے۔ اگر تو اسے ایک گھونٹ شراب دیدے تو یہ سر کے بل چلے گا۔

سر کے بل چلے گا۔ یعنی خودی اور غرور چھوڑ دے گا۔ مزاج میں انکسار پیدا ہو جائے گا۔ یوں بھی برتن جب اُلٹ جاتا

ہے تو خالی ہو جاتا ہے۔

در مجلسِ دہر سازِ مستی پست است رنداں ہمہ ترکِ مے پرستی کردند	۵	نہ چنگ نہ نا نہ دُف نہ دل در دست است جز محتسبِ شہر کہ دائم مست است

دنیا کی مجلس میں مستی کا ساز پست ہو گیا ہے۔ نہ دل ہاتھ میں رہا ہے اور نہ چنگ و نے۔ رندوں میں سے تو سب نے مے پرستی چھوڑ دی ہے۔ البتہ شہر کا محتسب ہمیشہ مست رہتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہہ رُباعی شاہ شجاع کی ہے۔ اس کے باپ امیر مبارز الدین محمد بن مظفر نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ہر جگہ محتسب مقرر کر دیئے اور تمام مے خانے بند کرا دیئے اُس پر شاہ شجاع نے یہہ رُباعی لکھی۔ (۱)

پوسیدہ مرقع اند این خامے چند بگرفتہ ز طامات الف لامے چند	۶	نارفتہ رہ صدق و صفا گامے چند بدنام کنندۂ نکو نامے چند

یہہ چند خام طبع لوگ جو پوسیدہ مزاج آدمی ہیں۔ صدق و صفا کے رستہ پر انھوں نے کبھی قدم نہیں رکھا۔ طامات میں سے چند کلمے یاد کئے ہیں۔ اور اس فرقہ میں جو چند ایک نیک نام آدمی ہیں اون کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔

پوسیدہ۔ کہنہ۔ پُرانا۔ **مرقعہ**۔ دلق (گودڑی)۔ وجہ تسمیہ یہ کہ دلق رقعہ بہ رقعہ یعنی پیوند در پیوند ہوتی ہے۔ پوسیدہ مرقعہ سے یہاں مُراد پوسیدہ مزاج۔ **طامات**۔ کلماتِ خودستائی۔ و اظہار کمالات و

(۱) دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۵۰ سوانح عمری۔

خود نمائی جو زاہدانِ ریاکار کا شیوہ ہے۔ الف لام۔ چند حروف چند کلمے۔

ہر ہمہ دانائے فلک ہیدا اند گیرم کہ بزرق خلق را بفریبی	۷	کو موئے بموئے رگ برگ ہیدا اند با او چہ کنی کہ یک بیک ہیدا اند

دانائے فلک (یعنی خدا) تمام لوگوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ وہ بال بال اور رگ رگ کو (یعنی ذرا ذرا سی بات کو) جانتا ہے۔ فرض کیا کہ دھوکے سے تُو لوگوں کو فریب دے دے گا۔ خدا کے سامنے کیا کرے گا۔ کیونکہ وہ تو ایک ایک بات کو جانتا ہے۔

نابردہ بہیچ در طلب شامے چند در کسوتِ خاص آمدہ از عامے چند	۸	ننہادہ برون ز خویشتن گامے چند بدنام کنندہ نکونامے چند

وہ شخص جس نے ایک رات بھی طلب میں نہیں گزاری اپنی خودی کو چھوڑ کر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ اور عام لوگوں میں سے ہو کر خاص لوگوں کا لباس پہن لیا ہے۔ وہ چند نیک نام بزرگوں کی بدنامی کا موجب ہو گا۔

ریاکار اور جھوٹے مدّعیانِ معرفت کی طرف اشارہ ہے یہ لوگ اپنے ساتھ سچے اہل اللہ کو بھی بدنام کرتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی مولانا مغربی کی ہے (۱)

ایں خلق ہمہ خرانِ با افسوس اند خواہی کہ کفِ پائے ترا بوسہ دہند	۹	پرمشغلہ و میاں تہی چوں کوس اند خوش نام بزی کہ بندۂ ناموس اند

دُنیا کے لوگ بے وقوف اور ظالم ہیں۔ لبظاہر شاغل سر

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ مغربی۔

پُر۔ لیکن حقیقت میں ڈھول کی طرح خالی ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ یہہ لوگ تیرے پاؤں چومیں۔ تو نیک نام ہو کر رہ۔ کیونکہ یہہ لوگ صرف نیک نامی کے بندے ہیں۔

افسوس۔ یعنی ظلم۔ مطلب یہہ ہے کہ دنیا کے ظاہر بین لوگ حقیقتِ حال پر نہیں جاتے۔ صرف انہی آدمیوں کے معتقد ہوتے ہیں جو نیک نام ہوں گو بباطن ریاکار اور سیہ کار ہوں۔

دُنیا میں جب تلک کہ مُسلّط ہو ابلہی		دُنیا طلب کو چاہیئے ابلہ فریب ہو

در دامنِ زہدِ زاہداں آتش باد افگندہ بزیر پائے دُردی کش باد	۱۰	پیوستہ خرابات ز رنداں خوش باد آں دلق بصد پارہ و آں صوف کبود

خدا کرے کہ خرابات ہمیشہ رندوں سے آباد رہے۔ زاہدوں کے زہد کے دامن میں آگ لگے۔ وہ دلق صد پارہ اور وہ کبودی صوف کا خرقہ رندان دردی کش کے پاؤں میں پامال ہو۔

دلق۔ اور صوف۔ یعنی جامۂ پارسایاں۔ دُرد۔ شرابِ ناصاف تہ نشین جام۔

در جبہ و دراعہ و در صوف نہ شد در کنج خرابۂ جہاں کوف نہ شد	۱۱	خرم دلِ آں کسی کہ معروف نہ شد سیمرغ صفت بعرش پرواز کرد

خوش دل ہے وہ شخص جو مشہور نہ ہوا۔ صوف دراعہ اور جبہ نہ پہنا۔ سیمرغ کی طرح عرش پر پرواز کیا اور دنیا کے خراب خانے کا اُلّو نہ بنا۔

جبہ۔ جامۂ پارسایاں۔ دراعہ۔ نوعے از جامۂ مشائخ۔ صوف۔ صوفیوں کا لباس۔ کوف۔ بوم۔ اُلّو۔ جبہ پوشانِ ظاہر دار کو

ویرانہ دنیا کا اُلّو کہا ہے ۔ اُلّو ہمیشہ ویران جنگلوں میں رہتا ہے ۔ مطلب یہہ ہے کہ دُنیا کی نیک نامی اور شہرت حاصل کرنے کے لئے جھوٹا مدعی نہ بن ۔ بلکہ گوشۂ گمنامی میں رہ کر عرش معرفت کی سیر کر ۔

آنانکہ بہ کہنہ نمد موصوف اند گویند کہ شبلی و جنید یم ہمہ	۱۲	در رہ بکفِ بنگ و دو نان موقوف اند شبلی نہ ولے در کرخی معروف اند

وہ لوگ جو پُرانے نمدہ کے کپڑوں کے لئے مشہور ہیں ان کی معرفت بھنگ کی ایک مٹھی اور دو روٹیوں پر موقوف ہے ۔ ان کا دعوےٰ ہے کہ ہم شیخ شبلی اور جنید ہیں ۔ شبلی تو نہیں البتہ وہ سخت مزاجی کے لئے مشہور ہیں ۔

کرخی ۔ از کرخ ۔ مخفف کرخت ۔ سخت مزاجی ۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ یہہ جھوٹے بزرگ ۔ بد طبیعت ۔ سخت مزاج اور بداخلاق ہوتے ہیں ۔

(لطیفہ یہہ ہے کہ معروف کرخی ایک مشہور بزرگ کا نام ہے جو کرخ کے رہنے والے تھے ۔ کرخ ایک محلہ کا نام ہے بغداد میں)

آں قوم کہ سجّادہ پرست اند خر اند واین از ہمہ طرفہ ترکہ در پردۂ زہد	۱۳	زیرا کہ ز زیر بار سالوس در اند اسلام فروشند وز کافر بتر اند

وہ لوگ جو سجّادہ پرست ہیں گدھے ہیں ۔ کیونکہ وہ مکر وفریب اور ریاکاری کے بوجھ سے لدے ہوئے ہیں ۔ طرفہ یہہ کہ پرہیز گاری کے پردہ میں اسلام فروشی کرتے ہیں اور کافروں سے بدتر ہیں ۔

خشتِ سرِ خُم ز ملکِ جم بہتر	۱۴	بوئے قدح از غذائے مریم بہتر

آہِ سحری ز سینۂ خمارے		از نالۂ بوسعید و ادہم بہتر

خم مے کا سر پوش جمشید کے جاہ و جلال سے بہتر ہے۔ شراب کی بُو غذائے مریم سے بہتر ہے۔ مخمور کے سینہ کی آہ جو سحر کے وقت نکلتی ہے۔ ابوسعید اور ادہم کے نالوں سے بہتر ہے۔

غذائے مریم۔ جب حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولّد کے وقت دردِ زہ سے بے قرار ہوئیں تو جنگل میں جا کر ایک درختِ خرما کے نیچے بیٹھ گئیں وہ درخت بالکل خشک ہو چکا تھا۔ اون کی برکت سے درخت سبز ہو گیا اور چند تازہ کھجوریں آپ کے لئے نیچے گر پڑیں۔ **بوسعید**۔ حضرت ابو الخیر ابو سعید۔ حضرت پیران پیر کے مرشد کا نام۔ **ادہم**۔ ابراہیم ادہم جو اپنی سلطنت اللہ کی راہ میں دے کر فقیر ہو گئے تھے۔

ای خواجہ فقیہ گر ترا ہست خبر ایشان ہمہ از صانع و صنعش گویند	۱۵	چندیں ز حسد منگر بر اہل نظر تو اندرم حیض و از نجاسات دگر

اے خواجہ فقیہ! اگر تجھے حقیقت کی کچھ خبر ہے تو نظر بازوں کو حسد کی آنکھ سے نہ دیکھ۔ یہہ لوگ صانع (یعنی خدا) اور اُس کی صنعتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور تو ہمیشہ خونِ حیض اور دوسری نجاستوں میں لگا رہتا ہے۔

اہل نظر۔ نظر باز لوگ۔ حُسن پرست لوگ۔ **دم**۔ خون۔ لہو۔ حکیم صاحب حُسن پرستوں اور فقیہوں کا مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ حُسن پرست لوگ خدا کی صنعتوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے

رہتے ہیں اور نفقیہ خون حیض اور دوسری نجاستوں کے متعلق مسائل بیان کرتے رہتے ہیں۔

تا چند کنم عرضۂ نادانی خویش زنار مغاں اگر بمیاں خواہم بست	۱۶	بگرفت دل من زپریشانی خویش دانی زچہ؟ از ننگ مسلمانی خویش

میں کب تک اپنی نادانی ظاہر کرتا رہوں گا۔ میرا دل اپنی پریشانیوں (یعنی پریشان خیالیوں اور پریشاں کاریوں) سے تنگ آگیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اب زنار باندھ لوں۔ وجہ یہہ کہ اپنی مسلمانی سے شرمندہ ہوں۔

حاصل کلام یہہ ہے کہ ہم برائے نام مسلمانوں سے کافر اچھے ہیں۔ اور ہماری اس مسلمانی سے کفر بہتر ہے۔ موجودہ زمانے کے کاذ مسلمان اس رباعی کو غور سے پڑھیں۔ خواجہ حافظ نے بھی اگرچہ حکیم صاحب کی طرح اپنا ہی نام لیا ہے مگر انہی بزرگوں کی شان میں کہا ہے۔

گر مسلمانی ہمین است کہ حافظ دارد		وائے گر در پس امروز بود فردائے

اسی مضمون پر ایک اور صاحب فرماتے ہیں۔

اے برہمن چہ زنی طعنہ کہ در معبد ما		سبحۂ نیست کہ آں غیرت زنار تو نیست

پندی دہمت اگر بمن داری گوش عقبیٰ ہمہ روزہ است و دنیا یکدم	۱۷	از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش از بہر دمی ملک ابد را مفروش

اگر تو سنے تو میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں۔ خدا کے لئے ریاکاری اور فریب نہ کر۔ عاقبت دائمی ہے اور دنیا چند روزہ ہے۔ اس چند روزہ زندگی کے لئے اپنی عاقبت خراب نہ کر۔

ریاکار لوگ جو جامۂ تزویر پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اون کو نصیحت کی ہے کہ عاقبت بیچ کر دنیا کی خریداری کرنا زیانکاری ہے -

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے		جام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

گویند مرا کہ مے پرستم ہستم در ظاہر من نگاہ بسیار مکن	۱۸	گویند مرا عارف و مستم ہستم کاندر باطن چنانکہ ہستم ہستم

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں مے پرست ہوں - ہاں بیشک ہوں - لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں عارف ہوں اور مست ہوں - ہاں بیشک ہوں - میرے ظاہر کو نہ دیکھ - کیونکہ باطن میں جو کچھ کہ ہوں سو ہوں -

مطلب یہہ ہے کہ ظاہر چنداں قابل اعتبار نہیں - باطن کو دیکھنا چاہیے

بر خود در کام و آرزو بر بستم گر صوفی مسجدم و گر راہب دیر	۱۹	واز منت ہر ناکس و کس وارستم من دانم و او چنانکہ ہستم ہستم

میں نے اپنے اوپر مقصد اور آرزو کا دروازہ بند کر دیا ہے - اور ہر کس و ناکس کے احسان اُٹھانے سے بچ گیا ہوں - میں مسجد کا صوفی ہوں یا دیر کا راہب - جو کچھ کہ ہوں سو ہوں - میں جانتا ہوں اور خدا جانتا ہے -

مطلب یہہ کہ لوگ جو چاہیں کہیں - میری حقیقت خدا جانتا ہے -

سرحلقۂ رندانِ خرابات منم آنکس کہ شبے راز از بادۂ ناب	۳۰	افتادہ معصیت زطاعات منم واز خون جگر کند مناجات منم

میں رندانِ خرابات کا سردار ہوں - طاعات کو چھوڑ کر گناہوں میں پڑا ہوں - تمام رات شراب خالص اور خون جگر سے مناجات کرنے والا اگر کوئی ہے تو میں ہی ہوں -

ظاہر ہے کہ زاہدان ریاکار کی مناجات سے رندانِ بادہ خوار کی نالہ و زاری خداوند کریم کو زیادہ پسند ہے -

ای مفتی شہر از تو پُر کارتریم تو خونِ کساں خوری و ما خونِ رزاں	۳۱	با ایں ہمہ مستی از تو ہشیار تریم انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

اے مفتی شہر! ہم تجھ سے زیادہ چالاک ہیں - باوجود اس مستی کے تجھ سے زیادہ ہوشیار ہیں - تو لوگوں کا خون پیتا ہے اور ہم انگور کا خون (شراب) پیتے ہیں - انصاف سے کہو کہ ہم میں سے کون زیادہ خونخوار ہے -

مطلب یہہ کہ زاہدان ریاکار جو دست سعی و طلب کو توڑ کر لوگوں کا مال کھاتے ہیں بادہ نوشوں سے بدرجہا بدتر ہیں -

در مسجد اگرچہ با نیاز آمدہ ایم کفشے ز درِ خانۂ حق دزدیدیم	۳۲	حقا کہ نہ از بہر نماز آمدہ ایم آں کہنہ شدہ است و باز آمدہ ایم

ہم اگرچہ مسجد میں نیازمند ہو کر آئے ہیں - لیکن خدا جانتا ہے کہ ہم نماز کی خاطر نہیں آئے - حقیقت یہہ ہے کہ ہم نے خانۂ خدا (مسجد) کے دروازے سے (کچھ مدّت ہوئی) ایک جوتی چرائی

تھی وہ پُرانی ہو گئی ہے اس لئے پھر آئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ریاکار لوگوں کی عبادت خدا کے لیئے نہیں ہوتی بلکہ ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال ہضم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ نمازیوں کی جوتیاں جو مسجدوں سے چرائی جاتی ہیں۔ نمازی ہی چراتے ہیں۔

۲۳

ما افسر خان و تاج کے بفروشیم
دستار و قصب ببانگ نے بفروشیم
تسبیح کہ پیک لشکر تزویر است
ناگاہ بیک جرعۂ مے بفروشیم

ہم سرداری کے افسر اور بادشاہی کے تاج کو بیچ ڈالتے ہیں۔ دستار اور جُبّہ کو بانگ نے پر بیچ ڈالتے ہیں۔ تسبیح جو کہ دھوکے کے لشکر کا قاصد ہے۔ اس کو ایک گھونٹ شراب کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں۔

افسر - تاج - **خان** - لقب بادشاہان ترکستان و ختا کے بادشاہ بلند قدر ماخوذ از کیوان بلند ترین کواکبِ سیارہ - نیز بمعنے عماد ل و لطیف و اصیل - چار پُرانے بادشاہوں کا نام - کیکاؤس - کیخسرو - کیقباد - کے لہراسپ - **قصب** - جامۂ ابریشمی - معرب کسب -

۲۴

تا چند ملامت کنی ای زاہد خام
ما رند خراباتی و مستیم مدام
تو در غم تسبیح و ریا و تلبیس
ما با مے و مطربیم و معشوقہ بکام

اے خام طبع زاہد! تو کب تک ہمیں ملامت کرے گا۔ ہم رند خراباتی ہیں اور ہمیشہ مست رہتے ہیں۔ تو تسبیح - ریا اور تلبیس (فریب) کے غم میں رہتا ہے اور ہم شراب - مطرب

اور معشوق کی محبت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

۲۵
گر من ز مئی مغانہ مستم ہستم
گر کافر و گبر و بت پرستم ہستم
ہر طائفہ بمن گمانے دارند
من زانِ خودم چنانچہ ہستم ہستم

اگر میں مے مغانہ سے مست ہوں تو ہوں۔ اگر کافر گبر اور بُت پرست ہوں تو ہوں۔ ہر ایک طائفہ میری نسبت کچھ نہ کچھ گمان رکھتا ہے لیکن میں خود شناسا رہوں جو کچھ کہ ہوں سو ہوں۔

زاہدِ تنگ نظر نے مجھے کافر سمجھا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

(اقبال)

۲۶
شکست بنام نیک مشہور شدن
عار است ز جورِ چرخ رنجور شدن
مخمور بہ بوئے آبِ انگور شدن
بہ زانکہ بہ زہدِ خویش مغرور شدن

نیک نام مشہور ہونا اچھا ہے۔ آسمان کے ظلم سے رنج میں پڑنا عار ہے۔ شراب کی بو سے مست ہونا اپنے زُہد پر مغرور ہونے سے اچھا ہے۔

تو مست جامِ غروری ہمیشہ ای زاہد
مباش غرہ کہ رنج خمار بہتر ازیں

(ہلالی)

۲۷
یاقوت لبی لعلِ بدخشانی کو
واں راحت روح و راحِ ریحانی کو
می گرچہ حرام در مسلمانی شد
تو می خور و غم مخور مسلمانی کو

یاقوت کے لبوں والا لعلِ بدخشانی (معشوق) کہاں ہے۔ وہ روح کی راحت اور شرابِ ریحانی کہاں ہے۔ اگرچہ شراب اسلام میں حرام ہے۔ تاہم تو شراب پی

اور غم نہ کر اب مسلمانی کہاں ہے۔
مطلب یہ کہ ہم اور کون سے مسلمانی کے کام کرتے ہیں کہ شراب سے پرہیز کریں۔ معشوق اور شراب کی طلب کرنی چاہئے
راح۔ شراب۔ ریحان۔ نازبُو کا پھول۔ گل سرخ کے علاوہ اور تمام پھولوں کو بھی کہتے ہیں۔ مجازاً بمعنی شراب بھی استعمال ہوتا ہے۔
یہہ رباعی کلیات سلمان ساوجی میں بھی درج ہے۔(۱)

شخصے بزنے فاحشہ گفتا مستی زن گفت چنانکہ مینمائم ہستم	۲۸	از خیر گسستی و بہ شر پیوستی تو نیز چنانکہ مینمائی ہستی

ایک شخص نے ایک فاحشہ عورت کو کہا کہ تو مستا ہے۔ نیک کاموں کو چھوڑ کر بُرے کاموں میں لگی ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ میں تو جیسی نظر آتی ہوں۔ ویسی ہی ہوں۔ آپ بھی بتائیں کہ جیسے آپ نظر آتے ہیں ویسے ہی ہیں۔
مطلب یہہ کہ میرا ظاہر باطن تو ایک ہے۔ آپ فرمائیں کہ آپ کا باطن بھی ویسا ہی پاک ہے جیسا کہ آپ کا ظاہر ہے؟

موسن ہبدی نیست کسے مانندت یک چند چناں بدی کہ خود می دانی		ویں طرفہ کہ خلق نیک می خوانندت یک چند چناں باش کہ می دانندت

(موسن)
نور بائی گائن جو دربار محمد شاہ میں تقرب رکھتی تھی۔ اوس نے ایک روز نواب روشن الدولہ کے مکان پر حکیم صاحب کی یہہ رُباعی میران صاحب کو گا کر سنائی۔ شیخ پر بڑا اثر ہوا (۲)

(۱) دیکھو کلیات سلمان ساوجی مطبوعہ بمبئی۔ (۲) دیکھو مقدمہ دیوان حالی۔۱۲۔

با من تو ہر آنچہ گوئی از کین گوئی من خود مقرم ہر آنچہ ہستم لیکن	۲۹	پیوستہ مرا ملحد و بیدیں گوئی انصاف بدہ ترا رسد کیں گوئی

تو جو کچھ مجھے کہتا ہے کینہ کے سبب سے کہتا ہے۔ تو ہمیشہ مجھے ملحد اور بیدین کہتا ہے۔ میں خود اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ ہوں وہی ہوں۔ لیکن انصاف سے کہو کہ کیا تیرے لئے یہہ کہنا زیبا ہے۔

مطلب یہہ کہ میں ملحد ہی سہی لیکن تو جو ملحدوں سے بھی بدتر ہے اوروں کو کیا کہہ سکتا ہے۔

دُنیا اور دولتِ دُنیا کی ناپائداری

ہر چہ بخشد عالم ناسازمی گیرد ز تو
غیر عبرت ہر چہ گیری بازمی گیرد ز تو

(صائب)

دُنیا ناپائدار ہے اور دولت دنیا ناپائدار تر۔ اس حقیقت کو ہر آنکھ دیکھتی ہے۔ مگر ایک شاعر کی آنکھ کو قدرتاً یہ حقیقت اور لوگوں کی نسبت زیادہ روشن دکھائی دیتی ہے۔ شاعر کی آنکھ سے بھی بڑھ کر ایک فلسفی کی آنکھ زیادہ دوربین اور زیادہ باریک بین بنائی گئی ہے۔ اتفاقات سے یہہ کہ حکیم صاحب شاعر بھی تھے اور فلسفی بھی۔ ان کی شاعری اور ان کی حکمت نے مل ملاکر دنیا کو اون کے سامنے ایک خواب کی صورت میں پیش کیا۔ اور انھیں یقین دلادیا کہ آنکھ کھلنے کی دیر ہے اور پھر کچھ نہیں۔ یا بالفاظ عوام آنکھ بند کرنے کی دیر ہے کہ پھر یہہ طلسم دھواں بن کر اڑجائیگا۔ حکیم صاحب کی تمام شاعری یعنی اون کی تمام تر رباعیات سچ پوچھو تو صرف اسی مضمون پر ہیں۔ رُباعیات کی ترتیب جو اس کتاب میں کی گئی ہے۔ وہ صرف فردعات کی تقسیم پر منحصر ہے ورنہ اصل اصول کو دیکھو تو حکیم صاحب کا تمام کلام اسی ایک حقیقت کی توضیح وتشریح کے لئے وقف ہے۔ کہ دنیا ایک افسانہ ہے۔ اور یہہ طلسم ٹوٹ جانے والا ہے۔ حکیم صاحب کی زندگی کے حالات دیکھو تو وہ بھی اسی امر کی گواہی دیں گے۔ کہ دنیا اور دولت دنیا کی ناپائداری اور اس عجوزۂ عروس نما کی غداری نے آپ کے دل پر بہت گہرا اثر کیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ فانی سلسلہ دل لگانے کے قابل نہیں۔ اور تعلقات کی کثرت آخرکار موجب حسرت ہوگی۔ یہی وجہہ تھی کہ حکیم صاحب کی تمام شاعری اور اون کا تمام تخیّل اسی ایک حقیقت کا آئینہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہہ مضمون فارسی شاعری کا ایک پامال مضمون ہے۔ لیکن حکیم صاحب

کا طرزِ بیان ایسا دل پذیر ہے کہ اُن کا لفظ لفظ دل میں جگہ کر لیتا ہے۔

اسی مضمون پر دوسرے شعراء کا انداز دیکھئے۔ مولانا اشرف فرماتے ہیں۔

دنیا خواب است کش عدم تعبیر است	صیادِ اجل است گر جوان و پیر است
ہم روئے زمیں پُر است و ہم زیرِ زمیں	ایں صفحۂ خاک ہر دو رو تصویر است

خواجہ حافظ کا شعر ہے۔

مجو درستیٔ عہد از جہانِ سست نہاد	کہ ایں عجوزہ عروسِ ہزار داماد است

مُلا سحابی فرماتے ہیں۔

نزدیست جہاں کہ بردنش باختن است	نرّادیٔ آں بہ نقشِ کم ساختن است
دنیا بمثالِ کعبتین نرد است	برداشتنش برائے انداختن است

بیخود کہتے ہیں۔

ہمیشہ بر لبِ خوارہ این سخن جاریست	کہ اوجِ منصبِ دُنیائے دوں نگونساریست

بہرام صفوی بھی معمورۂ دنیا کو خرابہ سمجھتے ہیں۔

بہرام دریں خرابۂ پر شر و شور	تا کے بہ نجاتِ خویش باشی مغرور
گردیدہ دریں خرابہ صیادِ اجل	در ہر قدمے ہزار بہرام بگور

عارف جامی کا خیال ہے کہ

مغرور مشو بمال چوں بیخبراں	زیرا کہ بود مال چو ابر گذراں
ابر گذراں اگرچہ گوہر بارد	خاطر نہ نہد مرد خردمند براں

قاسم دیوانہ شب و روز کی آمد و رفت سے عجیب نتیجہ نکالتے ہیں۔

ہر روز کہ میرسد شبے دنبالش مرگ است کہ میرسد بہ تسلیم وجود		چوں نیک کنی تفحص احوالش عمر است کہ می رود باستقبالش

مخلص کاشی نے دنیا کو خوب سمجھا ہے۔ کہتا ہے۔

طاس حمّام است این دنیائے دون		ہر زماں در دست ناپاکے دگر

غنی کشمیری دُنیا کو خانۂ زین کہتے ہیں۔

ایں جہانِ گذراں جائے فراغت نبود		خواب در خانۂ زیں کس نتواند کردن

اب دیکھئے کہ حکیم صاحب اس مضمون کو کتنے درد انگیز اور عبرت ناک انداز سے بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

غافل بچہ امید دریں شوم سرا ہر گاہ کہ خواہد کہ نشیند از پا	۱	بر دولت او دل نہد از بہر خدا گیرد اجلش دست کہ بالا پیما

خدارا (بتاؤ کہ) غافل انسان اس منحوس دنیا میں دولت دنیا کے ساتھ کس اُمید پر دل لگاتا ہے۔ (حالت تو یہ ہے کہ) جب کبھی آدمی آرام سے بیٹھنا چاہتا ہے۔ موت اسیوقت ہاتھ پکڑتی ہے کہ اُٹھو (اور چلو)

چون نیست بہر چہ ہست جز باد بدست پندار کہ ہر چہ ہست در عالم نیست	۲	چوں نیست زہر چہ نیست نقصان و شکست انگار کہ ہر چہ نیست در عالم ہست

جب یہہ کیفیت ہے کہ جو کچھ ہے اوس سے کچھ حاصل نہیں - اور جو کچھ نہیں اوس سے کچھ نقصان نہیں - تو پھر فرض کر لو کہ جو کچھ ہے وہ نہیں ہے اور سمجھ لو کہ جو کچھ نہیں ہے وہ ہے -
مطلب یہہ کہ ساز و برگ اور بے سر و سامانی دونو فانی ہیں - ہست کو ہست نہ سمجھو اور نیست کو نیست نہ جانو -

ای مردِ خرد حدیثِ فردا ہوس است امروز چنین ہر کہ خردمند کس است	۳	در دہر زدن لافِ سخنہا ہوس است داند کہ ہمہ جہان چنین یک نفس است

اے عقلمند آدمی فردا کی باتیں محض ہوس ہیں - دنیا میں ان باتوں کی لاف زنی محض ہوس ہے - آج جو شخص عقلمند ہے وہ جانتا ہے کہ تمام جہان صرف ایک لحظہ کے لئے ہے -

خیام کہ خیمہ ہائے حکمت میدوخت مقراضِ اجل طنابِ عمرش ببرید	۴	در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت دلال قضا برائگانش بفروخت

خیام کہ حکمت کے خیمے سیا کرتا تھا - غم کی بھٹی میں گر ا اور یک لخت جل گیا - موت کی قینچی سے جب اوس کی عمر کی طناب کاٹ دی تو قضا کے دلال نے اُسے مُفت بیچ ڈالا -
کورہ - آتشدان آہنگراں - خیمہ اور طناب کی رعایت ظاہر -

خیام تنت بخیمہ می ماند راست فراشِ اجل ز بہرِ دیگر منزل	۵	جان سلطانست منزلش دار البقاست از پا فگند خیمہ کہ سلطان برخاست

اے خیام! تیرا جسم خیمہ کی مثال ہے اور تیری جان بمنزلۂ بادشاہ کے ہے (جو سفر میں ہے) اور اوس کی منزل

مقصود دارِ بقا ہے - جب بادشاہ خیمے سے نکل جاتا ہے تو موت کا فراش خیمے کو گرا دیتا ہے اور دوسری منزل کی تیاری کرتا ہے -

مطلب یہہ ہے کہ سلطانِ جان سفر پر ہے اور دارِ بقا کی طرف منزل بہ منزل کوچ کر رہا ہے - جسم ایک خیمہ ہے جس میں بادشاہ ہر منزل پر تھوڑی دیر کے لئے آرام کرتا ہے - جب دوسری منزل کی تیاری ہوتی ہے - تو خیمہ اٹھا لیا جاتا ہے -

این گنبدِ لاجوردی و زریں طشت یکچند ز اقتضائے دورانِ قضا	۶	بسیار بگشت ہست و دگر خواہد گشت ما نیز چو دیگران رسیدیم و گذشت

یہہ زریں طشت والا لاجوردی گنبد (یعنی آسمان) بہت مدت سے گردش کر رہا ہے اور کرتا رہے گا - ہم بھی اس گردشِ قضا کے اقتضائے سے اوروں کی طرح تھوڑی دیر کے لئے آئے اور پھر چل دئے -

مطلب یہہ کہ گردشِ چرخ مدتوں سے جاری ہے - اور مدتوں تک جاری رہے گی - اسی گردش کا تقاضا ہے کہ انسانوں کی آمد و رفت دنیا میں لگی ہے -

دنیا دیدی و ہر چہ دیدی ہیچ است سرتاسرِ آفاق دویدی ہیچ است	۷	واں نیز کہ گفتی و شنیدی ہیچ است واں نیز کہ در خانہ خزیدی ہیچ است

تو نے دُنیا دیکھ لی ہے اور جو کچھ دیکھا ہے ہیچ ہے - جو کچھ تو نے کہا اور سُنا وہ بھی ہیچ ہے - تو دنیا کے ایک سرے سے

دوسرے سرے تک دوڑتا پھرا لیکن یہہ سب ہیچ ہے - اور اگر اپنے گھر میں ہی چلتا پھرتا رہا تو وہ بھی ہیچ ہے -

نخز یدن - در چیزے در آمدن - آہستہ در جائے در شدن نشستہ براہ رفتن چنانکہ طفلاں براہ روند - (بہشت قلزم)

ہیہات کہ این جسم مجسم ہیچ است دریاب کہ در کشمکش موت و حیات	۸	این دائرہ و سطح مخیم ہیچ است وابستہ یک دمیم و آنہم ہیچ است

افسوس کہ یہہ جسم مجسم کچھ بھی نہیں - یہہ دائرہ اور خیموں والی سطح کچھ بھی نہیں - سمجھ لے کہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہم ایک سانس کے آنے جانے پر منحصر ہیں اور وہ بھی کچھ نہیں -

مخیم - خیمہ لگانے کی جگہ - دنیا کو (یا زمین کو) دائرہ اور خیموں کی جگہ کہا ہے - مکانوں کو خیمے سمجھئے یا زمین چونکہ ناہموار ہے اس لئے مخیم کہا -

شادی مطلب کہ حاصل عمر دمیست احوال جہان و اصل این عمر کہ ہست	۹	ہر ذرہ ز خاک کیقبادی و جمے است خوابے و خیالے و فریبے و دمے است

دنیا میں خوشحالی نہ ڈھونڈھ - کیونکہ زندگانی ایک دم کے لئے ہے - مٹی کا ہر ایک ذرہ کسی کیقباد اور کسی جمشید کے جسم سے بنا ہے - دنیا کی حقیقت اور انسانی زندگی کی اصلیت کیا ہے - صرف ایک خواب ہے خیال ہے - دھوکا ہے اور فریب ہے -

دم - ۱۔ نفس - تھوڑی دیر - پہلے مصرعہ میں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے - ۲۔ فریب - مکر - افسون - چوتھے مصرعہ میں انہی معنوں سے مراد ہے -

دانی ز جہاں چہ طرف بربستم ہیچ شمع طربم و لے چو بنشستم ہیچ	۱۰	واز حاصل عمر چیست در دستم ہیچ من جام جمم و لے چو بشکستم ہیچ

تجھے معلوم ہے کہ میں نے جہان سے کیا فائدہ اوٹھایا؟ کچھ بھی نہیں۔ تو جانتا ہے کہ حاصلاتِ زندگی سے میرے ہاتھ کیا آیا؟ کچھ بھی نہیں۔ میں شمع طرب ہوں لیکن جب بجھ گیا تو پھر کچھ بھی نہیں۔ میں جام جم ہوں لیکن جب ٹوٹ گیا تو پھر کچھ بھی نہیں۔

طرف بربستن — فائدہ اوٹھانا۔ طَرف بمعنے پارہ از چیزے وحصہ۔ طُرف۔ بمعنے کلیچہ کمر کہ برائے آرائش بندند۔ و بمعنے بند زر ولقرہ کہ بر کمر بندند۔

آنہا کہ کہن شدند و آنہا کہ نوند این سفلہ جہاں بکس نماند جاوید	۱۱	ہر یک بمراد خویش یک یک برسند رفتند و روند و دیگر آیند و روند

وہ لوگ جو پُرانے ہوگئے اور وہ جو نئے ہیں۔ سب ایک ایک کرکے اپنی مراد حاصل کریں گے۔ یہہ دُنیائے دون کسی کے پاس ہمیشہ نہیں رہتی۔ کئی آئے اور گئے۔ کئی آئیں گے اور جائیں گے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

بس چوں تو ملک نامہ بر تخت نشاندند از جملہ بماند و دور گیتی بہ تو داد		ہر یک بمرادے خویشتن کامے راند دریاب کہ از تو ہمچنیں خواہد ماند

آنہا کہ درآمدند و در جوش شدند خوردند پیالہ و مدہوش شدند	۱۲	آشفتۂ ناز و طرب نوش شدند در خواب عدم جملہ ہم آغوش شدند

وہ لوگ جو دنیا میں آئے اور بڑے جوش و خروش میں رہے۔ ناز و طرب اور نائے و نوش میں سرمست رہے۔ ایک ایک پیالہ پیا اور مدہوش ہو گئے۔ اور پھر خواب عدم نے سب کو ایک جا سُلا دیا۔

مقیمی کی ایک رُباعی بھی اسی طرز میں ہے۔

صد حیف کہ گلرخاں کفن پوش شدند آنانکہ بصد زباں سخن می گفتند		و از خاطر ِ ید گر فراموش شدند آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

پیری سر رائے بے صوابی دارد بام و در و چار رکن دیوارِ وجود	۱۳	گلنارِ رُخم برنگ آبی دارد ویران شدو روئے در خرابی دارد

بڑھاپا عقل اور رائے کو ناصواب بنا رہا ہے۔ میرے چہرے کے گلناری رنگ کو بہی کے رنگ کا بنا رہا ہے۔ دیوارِ وجود کے ارکان اور بام و در ویران ہو گئے اور برباد ہو رہے ہیں۔

آبی ـــ بہی (مشہور میوہ) نیز بمعنے خراب۔ ایک رنگ کا نام بھی ہے جو سفید اور نیلگوں ہوتا ہے۔

چوں شاہدِ روح خانہ پرداز شود ایں سازِ وجودِ ما بابریشم طبع	۱۴	ہر چیز باصلِ خویش باز شود از زخمۂ روزگار بیساز شود

جب شاہدِ روح (جسم کے) گھر کو خالی کر جائے گا۔ ہر ایک چیز (یعنی اربعہ عناصر) اپنے اپنے اصل کے پاس چلی جائے گی۔ ہمارے وجود کا ساز اور طبیعت کی تاریں زمانے کے مضراب سے ٹوٹ پھوٹ جائیں گی۔

(بریشم۔ تار ہائے ساز۔ زخمہ۔ مضراب کی ضرب۔ ساز۔ سارنگی

بستار وغیرہ۔

افسوس کہ نامۂ جوانی طے شد واں مرغ طرب کہ نام او بود شباب	۱۵	وین تازہ بہار شادمانی طے شد فریاد کے آمد و ندانم کے شد

افسوس کہ جوانی کا زمانہ گزر گیا۔ اور یہہ خوشحالی کی تازہ بہار ختم ہو گئی۔ وہ مُرغ طرب جس کا نام جوانی تھا افسوس ہے۔ کہ معلوم بھی نہ ہوا کہ کب آیا اور کب اُڑ گیا۔

افسوس کہ ایّام جوانی بگذشت تشنہ بکنارِ جوئے چنداں خفتم		سرمایۂ عیش جاودانی بگذشت کز جوئے من آبِ زندگانی بگذشت

(فخر الدین عراقی)

یاران موافق ہمہ از دست شدند بودند بیک شراب در مجلس عمر	۱۶	در پائے اجل یگاں یگاں پست شدند دورے دو سہ پیشتر زما مست شدند

یارانِ موافق سب کے سب ہاتھ سے نکل گئے۔ موت کے پاؤں میں ایک ایک کر کے سب پامال ہو گئے۔ زندگی کی مجلس میں وہ سب ہمارے ساتھ ہم نوالہ اور ہم پیالہ تھے۔ (فرق صرف اتنا ہے کہ) وہ ہم سے ایک دو دور پہلے مست ہو گئے۔

یعنی وہ چند روز پہلے دُنیا سے چلے گئے ہم چند روز بعد چلے جائیں گے۔

اتنا ہے کہ جاننے والے گزر گئے		پُرساں رہا نہ کوئی تو چپ چاپ مر گئے

(اکبر)

لذّاتِ جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر	۱۷	با یارِ خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر

ہم آخرِ عمر رحلت باید کرد		خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

تو نے تمام عمر دُنیا کی لذتیں اُٹھائیں ۔ تمام عمر اپنے دوست کے ساتھ آرام میں رہا ۔ آخر کار تجھے کوچ کرنا ہے ۔ دنیا تو صرف ایک خواب ہے جو تُو تمام عمر دیکھتا رہا ہے ۔

کار ہمہ عالم بمرادت شدہ گیر گیتی کہ بکام خویش دستے بزنم	۱۸	وین عمر برفتہ واجل آمادہ گیر خود نتوانی وگر توانی زدہ گیر

فرض کرلے کہ دنیا کے سب کام تیری مراد کے موافق ہو گئے ۔ فرض کرلے کہ عمر گزر گئی اور موت آگئی ۔ تو چاہتا ہے کہ اپنی مراد کے موافق تو خوشی کرے ۔ تو ایسا ہرگز نہیں کرسکتا ۔ اور اگر کر بھی سکتا ہے تو فرض کرلے کہ کرلیا ہے ۔

از چرخ بکام سر برافراشتہ گیر از گنج و گہر ہر چہ مرادِ دل تست	۱۹	از عمر تمام بہرہ برداشتہ گیر برداشتہ گیر و باز بگذاشتہ گیر

فرض کرلے کہ تو اتنا کامیاب ہوا کہ آسمان سے بھی اونچا ہو گیا ۔ اور فرض کرلے کہ زندگی سے ہر قسم کا حظ اُٹھا لیا ۔ فرض کرلے کہ خزانے اور جواہرات جتنے تیرے دل کی مُراد تھی اتنے لے لئے ۔ ساتھ ہی یہہ بھی فرض کرلے کہ پھر سب کچھ چھوڑ کر چل لیا

دنیا ہمہ سر بسر بزر خواستہ گیر پس سر آں گنج چو بر صحرا برف	۲۰	صد گنج بزر و گہر آراستہ گیر روزے دو سہ بنشستہ و برخاستہ گیر

فرض کرلے کہ دنیا ایک سرے سے دوسرے سرے تک

سونے سے بھری ہوئی ہے - فرض کرے کہ صدہا خزانے زروجواہر سے بھرے ہوئے ہیں - پھر فرض کرے کہ برف کی طرح جو صحرا میں ہوتی ہے تو اُس خزانے پر دو چار روز بیٹھا اور پھر چل دیا۔

ای دل ہمہ اسباب جہاں خواستہ گیر	۲۱	باغ طربت بسبزہ آراستہ گیر
وانگاہ بر آں سبزہ شبے چوں شبنم		بنشستہ و بامداد برخاستہ گیر

اے دل فرض کرے کہ تو نے دُنیا کے تمام اسباب حاصل کر لئے - فرض کرے کہ تیری خوشی کا باغ سبزہ سے آراستہ ہو گیا - پھر فرض کرے کہ شبنم کی طرح تُو ایک رات اُس سبزہ پر بیٹھا اور صبح اُٹھ گیا -

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ یہ رُباعی شاہی کی ہے (۱)-

میر نظام الدین سہیلی کی ایک رباعی بھی اسی رنگ میں ہے -

برخیز و لوائے دولت افراشتہ گیر		دنیا ہمہ در زیر نگین داشتہ گیر
آفاق ازاں خویش پنداشتہ گیر		آخر ز جہاں رفتہ و بگذاشتہ گیر

مطلب ان تمام رُباعیات کا یہ کہ جب دنیا اور اوس کی دولت چندروزہ ہے تو اوس کے ہونے نہ ہونے کا فکر نہ کرو - سمجھ لو کہ سب کچھ حاصل ہو گیا - جب چھوڑ کر چلا جانا ہے۔ تو فرض کر لو کہ مل بھی گیا اور چھوڑ بھی دیا -

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

اے دل بکام خویش جہاں را تو دیدہ گیر		در وے ہزار سال چو نوح آرمیدہ گیر
بستان و باغ ساختہ گیر اندر او بسے		دیوان و قصر سر بفلک برکشیدہ گیر

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ ۴۳ — ۱۲ —

با دوستانِ مشفق و یارانِ مہرباں	بنشستہ و شراب بہ مروق چشیدہ گیر
ہر نعمتے کہ ہست بعالم تو خوردہ دان	ہر لذتے کہ ہست سراسر چشیدہ گیر
چوں بادشاہ عدل بر تختِ سلطنت	صد جامۂ حریر بدولت دریدہ گیر
ہر گنج و ہر خزانہ کہ شاہاں نہادہ اند	آں گنج و آں خزانہ بچنگ آوریدہ گیر
ہر بندۂ کہ ہست بہ بلغار و ہست در روم	آں بندہ را بسیم و بزر خود خریدہ گیر
ہر ماہرو کہ ہست در ایام روزگار	آں را بناز در برِ خود آوریدہ گیر
آواز عود و بربط و نائے و سرود و چنگ	آں طنطنہ کی بیشتری ہم شنیدہ گیر
در آرزوئے آبِ حیاتے تو ہر زماں	مانند خضر گرد جہاں در دویدہ گیر
تو ہمچو عنکبوتی و حالِ جہاں مگس	چوں عنکبوت گردِ مگس بر تنیدہ گیر
گیرم ترا کہ مال زقاروں فزوں شود	عمرت بعمر نوح پیمبر رسیدہ گیر
چندیں ہزار اطلس و کمخاب روزگار	پوشیدہ در تنعم و انگہ دریدہ گیر
روزے بیں کہ ہیچ نماند بجز دریغ	صد بار پشت دست بدنداں گزیدہ گیر

سعدی تو نیز ازیں قفسِ تنگنائے دہر
روزے قفس شکستہ و مرغش پریدہ گیر

عمرِ تو چہ دو صد و چہ سہ صد چہ ہزار	۲۲	زیں کہنہ سرا بروں برندت ناچار
گر بادشہی و گر گدائے بازار		ایں ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

تیری عمر دو سو سال ہوئی تو کیا تین سو سال بلکہ ایک ہزار سال بھی ہوئی تو کیا۔ اس پرانی سرائے (یعنی دنیا) سے تجھے آخر ضرور نکال لے جائیں گے۔ تو اگر بادشاہ ہے یا بازار کا گداگر ہے (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا) آخرکار (مرتے وقت) بادشاہ اور گدا ایک ہی حالت پر ہوں گے۔

سیلے بر تربتے فریاد مے کرد	کہ ایناں بادشاہانِ جہانند

بگفتم تختۂ برکن زگورے بگفت تختہ برکندن چہ حاجت		ببیں تا بادشاہ یا پاسبانند کہ می دانم کہ مشتے استخوانند

(سعدی)

بودی کہ نبود ت بخورو خواب نیاز ہر یک بتو آنچہ داد بستانند باز	۲۳	کردند نیاز مند تا ایں چار انباز تا باز چناں شوی کہ بودی آغاز

ایک وقت وہ تھا جب تجھے کھانے پینے اور سونے کی ضرورت نہ تھی۔ ان چار شریکوں (یعنی اربعہ عناصر) نے تجھ محتاج کردیا۔ ہر ایک عنصر نے (یا خدا نے) جو کچھ تجھے دیا ہے واپس لے لے گا۔ تاکہ تو پھر ایسا ہی ہوجائے جیسا شروع میں تھا۔

مطلب یہ کہ عدم سے تجھے ہستی میں لائے۔ پھر ہستی سے نکال کر تجھے عدم میں لے جائیں گے۔

جامیست کہ عقل آفریں میزندش ایں کوزہ گر دہر اگر جام لطیف	۲۴	صد بوسہ مہر برجبیں میزندش میسازد و باز برزمیں میزندش

(انسان) ایک ایسا جام ہے کہ عقل اوس پر آفرین کرتی ہے۔ محبت سے اوس کی پیشانی پر سو سو بوسے دیتی ہے۔ (لیکن) زمانے کا کوزہ ساز جب کبھی کوئی اچھا جام بناتا ہے۔ اسے زمین پر پٹک کر توڑ دیتا ہے۔

ایام شباب رفت و خیل و حشمش ایں قامت ہمچو تیر من گشتہ کماں	۲۵	تلخست مرا عیش و لی مے حشمش زہ کردہ ام از عصا و خوش می کشمش

جوانی کے دن بمعہ اپنے جاہ و جلال و حشمت کے چلے

گئے۔ زندگی اب تلخ ہے۔ مگر بسر کر رہا ہوں۔ میرا تیر جیسا (سیدھا) قد اب کمان (کی طرح خمیدہ) ہوگیا ہے۔ اس کمان کو عصا سے زہ (یعنی سیدھا) کرتا ہوں۔ اور دعا کر رہا اسے کھینچ رہا ہوں۔

قد خمیدہ کو کمان کہا ہے۔ بوڑھا آدمی عصا کے سہارے قد کو سیدھا کرتا ہے اسے کمان کے زہ کرنے سے تشبیہ دی۔ چشم۔ مضارع متکلم از مصدر چشیدن۔

بس پیرہن عمر کہ ہر شب افلاک ہر روز کسے زمانہ شاد و غمناک	۲۶	بر دوختہ و کرد گریبانش چاک از آب بر آورد و فرو برد بخاک

ہر رات کو آسمان کئی زندگی کے پیراہن سیتا ہے اور کئی پیراہنوں کے گریبان چاک کرتا ہے۔ ہر روز زمانہ کئی شاد اور کئی غمناک ہستیوں کو پانی (یعنی قطرۂ منی) سے نکالتا ہے اور پھر خاک میں گاڑ دیتا ہے۔

افسوس کہ بیفائدہ فرسودہ شدیم دردا و ندامتا کہ تا چشم زدیم	۲۷	واز طاس سپہر سرنگوں سودہ شدیم نابودہ بکام خویش نابودہ شدیم

افسوس ہے کہ ہم بے فائدہ خوار ہوئے۔ آسمان کے سرنگوں طاس نے ہم کو پیس ڈالا۔ افسوس اور پشیمانی کا مقام ہے کہ چشم زدن میں ہم مرادیں حاصل کئے بغیر نیست و نابود ہوگئے۔

فرسودہ۔ چیزے کہ کہنہ و ریختہ شدہ باشد۔

یک چند بکودکی باستاد شدیم	۲۸	یک چند باستادیِ خود شاد شدیم

بایاں سخن بشنو کہ ماراچہ رسید		از خاک برآمدیم و برباد شدیم

کچھ مُدّت ہم لڑکے تھے اور استاد کے پاس جایا کرتے تھے۔ کچھ مُدّت ہم خود استاد رہے اور اپنی اُستادی پر فخر کرتے رہے۔ آخر کار سُنو کہ ہماری کیا حالت ہوئی۔ خاک سے پیدا ہوئے تھے اور (مرنے کے بعد) غبار ہو کر ہوا میں اُڑ گئے۔

یہہ رُباعی بادنیٰ تفاوت دیوان مولانا روم میں بھی درج ہے۔(۱)

یک چند بکودکے باستاد شدیم پایان حدیث ما تو بشنو کہ چہ شد		یک چند بروئے دوستاں شاد شدیم چوں ابر درآمدیم و چوں باد شدیم
بر مفرش خاک خفتگاں می بینم چندانکہ بصحرائے عدم می نگرم	۲۹	در زیر زمیں نہفتگاں می بینم ناآمدگاں و رفتگاں می بینم

میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ فرشِ خاک پر سوئے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ زمین کے نیچے مدفون ہیں۔ صحرائے عدم کو جتنے غور سے دیکھتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ آئے بھی نہ تھے کہ چلے گئے۔ ع

آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے۔

محرم ہستی کہ با تو گویم یکدم محنت زدہ سرشتہ از گل غم	۴۰	کز اول کار خود چہ بودست آدم یکچند جہاں بجور دو برداشت قدم

چونکہ تو محرم ہے اس لئے میں تجھے بتاتا ہوں کہ آدم کی کیفیت ابتدا سے کیا ہے۔ غم کی مٹی سے ایک محنت زدہ (غمگین)

(۱) دیکھو دیوان مولانا روم صفحہ ۲۶۳

صورت بنائی گئی - جو تھوڑی دیر کے لئے دنیا میں رہی اور پھر اُٹھ گئی -

دنیا بمراد راندہ گیر آخر چہ گیرم کہ بکام دل بماندی صد سال	۳۱	وین نامۂ عمر خواندہ گیر آخر چہ صد سال دگر بماندہ گیر آخر چہ

فرض کرے کہ دنیا میں تو بامراد رہا لیکن انجام کیا ہوا -
فرض کرے کہ تو نے کتاب عمر کو پورا پڑھ لیا - لیکن انجام کیا ہوا - میں نے فرض کیا کہ تو سو سال بامراد زندہ رہا بلکہ ایک سو سال اور بھی دنیا میں رہ گیا - لیکن انجام کیا ہوا -
مطلب یہ کہ جب انجام ہیچ ہے تو سب کچھ ہیچ ہے -

مذہب عشق

ملتِ عشق از ہمہ دینہا جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

(مولانا روم)

مذہب عشق میں رسوم ظاہری کی پابندی نہیں - علوم ظاہری اور آداب رسمی مسلکِ عشق کے لئے غیر ضروری ہیں شریعت - طریقت - حقیقت اور معرفت عاشق کے قبلۂ مقصود نہیں ہیں - وہ نہ جنت کا خواہاں ہے - اور نہ جہنم سے ترساں - وہ صرف اپنے معشوق کے وصال کا طالب ہے - دُنیا اور عقبیٰ اور

مافیہا سے وہ بے نیاز ہوتا ہے۔ کفر و اسلام۔ مسجد و کنشت۔ دیر و حرم اور تسبیح و زنار کے امتیاز سے بالاتر ہوتا ہے۔ ہر حالت میں اور ہر مقام پر اسے اپنے محبوب کا ہی دھیان ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس منزلِ مقصود پر پہونچنے کے لئے کسی خاص رستے کا پابند نہیں۔ کسی خاص مسلک کا گرفتار نہیں۔

حضرت شاہ اعظم ابو حامد محمدؐ حسن خیالی عاشق کی زبان سے فرماتے ہیں۔

اے تیر غمت را دلِ عشاق نشانہ	خلقے بتو مشغول و تو غائب زمیانہ
گہ معتکفِ دیرم و گہ ساکنِ مسجد	یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ
مقصودِ من از کعبہ و بتخانہ تو بودی	مقصود توئی کعبہ و بتخانہ بہانہ
حاجی برہ کعبہ و من طالبِ دیدار	او خانہ ہمی جوید و من صاحبِ خانہ

حکیم غزنوی بھی کفر و ایمان اور زشت و زیبا کی تفریق کو مٹا کر مذہبِ عشق کے اصل اصول کی اس طرح تشریح فرماتے ہیں۔

بہر چہ از دوست وا مانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں
بہر چہ از راہ دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

ایک اور مقام پر اسی کیفیت کا بیان کرتے ہوئے گوہرِ مقصود کا ان الفاظ میں پتہ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

لبِ دریا ہمہ کفر است و دریا جملہ دینداری
ولیکن گوہرِ دریا درا بہے آں و ایں باشد

عرفی بھی شیخ و برہمن کے مذہب سے عاشق کے مذہب کو جدا بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

حرم پویاں درے را می پرستند	فقیہاں دفترے را می پرستند
از اں دعویٰ شیخ و برہمن ماند	کہ ہر یک داورے را می پرستند

برافگن پردہ تا معلوم گردد		کہ یاراں دیگرے رامی پرستند

زاہلِ دردتو عرفی کہ ایں جمع
گرامی گوہرے رامی پرستند

اسی مضمون پر ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

عاشق ہم از اسلام خراب است ہم از کفر		پروانہ چراغ حرم و دیر نداند

خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ بھی مذہبِ عشق کی رو سے خانقاہ اور خرابات کی تفریق کے قائل نہیں۔

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست		ہر جا کہ ہست پرتو روئے حبیب ہست

مشہدی کا شعر ہے۔

چراغ بتکدہ و شمع خانقاہ یکے ست		اگرچہ دیدہ دو آمد و لے نگاہ یکیست

ہر دل کہ در و مہر و محبت بسرشت در دفترِ عشق نام ہر کس کہ نوشت	۱	خواہ ساکن مسجد است و خواہ اہل کنشت آزاد ز دوزخ است و فارغ ز بہشت

ہر ایک وہ دل جس میں مہر و محبت ڈالی گئی ہے۔ وہ خواہ مسجد نشین ہو یا اہلِ کنشت ہو (کچھ فرق نہیں پڑتا) دفترِ عشق میں جس شخص کا نام لکھا گیا ہو وہ دوزخ اور بہشت کی پرواہ نہیں کرتا۔

شاہا لعطایت کہ ازاں کام کہ دانی از باغ نعیمش مدہ انعام دمیاں آسایش آسائی حق ز تو خواہد	نومید مہل عرفی محروم دو زم را با مطلبِ او مطلبِ اصحاب شکم را او ہمہ دوزخ نہ کند باغ ارم را

ابوسعید ابوالخیرؒ کی ایک رُباعی بھی اسی رنگ میں ہے۔

آنرا کہ قضا زخیلِ عشاق نوشت دیوانۂ عشق راچہ ہجراں چہ وصال		آزاد ز مسجد است و فارغ ز کنشت از خویش گذشتہ راچہ دوزخ چہ بہشت

ما کافرِ عشقیم و مسلماں دگر است از ما رُخ زرد و جگرِ پارہ طلب	۲	ما مور ضعیفیم و سلیماں دگر است بازارچۂ قصب فروشاں دگر است

ہم کافرِ عشق ہیں۔ مسلمان کوئی اور ہوگا۔ ہم ضعیف چیونٹی ہیں۔ سلیمان کوئی اور ہوگا۔ ہمارا سرمایہ زرد چہرہ اور جگر پارہ پارہ ہے۔ قصب فروشوں کا بازار کہیں اور ہوگا۔

قصب۔ جامۂ باشد کہ از کتان و ابریشم بافند۔ **بازارچہ**۔ چہ برائے تصغیر و تحقیر۔ مطلب یہہ کہ ظاہری شان و شوکت عاشقوں کے پاس نہیں ہوتی۔

کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست		ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

(امیر خسرو)

در چشمِ محققاں چہ زیبا و چہ زشت پوشیدنِ بیدلاں چہ اطلس چہ پلاس	۳	منزلگہِ عاشقاں چہ دوزخ چہ بہشت زیرِ سرِ عاشقاں چہ بالین و چہ خشت

حقیقت بین آنکھ کے سامنے زشت و زیبا برابر ہے۔ عاشقوں کا مقام دوزخ میں ہوا تو کیا اور بہشت میں ہوا تو کیا۔ بیدل لوگوں کی پوشاک اطلس کی ہو یا پلاس کی کچھ فرق نہیں پڑتا۔ عاشقوں کے سر کے نیچے بالین ہو یا خشت ایک ہی بات ہے۔

فصلِ گل و طرفِ جوئبار و لبِ کشت پیش آر قدم کہ بادہ نوشانِ صبوح	۴	با یک دو سہ تازہ لعبتے حور سرشت آسودہ ز مسجد اند و فارغ ز کنشت

موسم بہار ہو لب جو ہو اور سبزہ زار۔ دو تین تو خیز حوری نژاد معشوق ہوں۔ قدم آگے بڑھا کیونکہ بادہ نوشانِ صبوحی کش مسجد اور

کنشت دونوں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

میخانہ و کعبہ خانۂ بندگی است محراب و کلیسای و تسبیح و صلیب	۵	ناقوس زدن ترانۂ بندگی است حقا کہ ہمہ نشانۂ بندگی است

میخانہ ہو یا کعبہ سب بندگی کے مقام ہیں۔ ناقوس بجانا بھی بندگی کا ترانہ ہے۔ محراب ہو کلیسا ہو۔ تسبیح ہو یا صلیب ہو۔ خدا کی قسم کہ سب بندگی کے نشانات ہیں۔

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست آنجا کہ کار صومعہ را جلوہ می دہند		ہر جا کہ ہست پرتو روی حبیب ہست ناقوس و دیر و راہب و نام صلیب ہست

(حافظ)

سر دفتر عالم معانی عشق است ای آنکہ خبر نہ داری از عالم عشق	۶	سر بیت قصیدۂ جوانی عشق است این نکتہ بداں کہ زندگانی عشق است

عشق عالم معانی کا سر دفتر ہے۔ عشق جوانی کے قصیدہ کا مطلع ہے۔ اے کہ تجھے عالم عشق کی خبر نہیں۔ یہہ تھوڑی سی بات سمجھ لے کہ زندگانی عشق ہی کے ساتھ ہے۔

در ہیچ سری نیست کہ اسراری نیست ہر طائفہ گرفتہ راہی در پیش	۷	دل را خبر از اندک و بسیاری نیست الا رہ عشق را کہ سالاری نیست

کوئی ایسا سر نہیں جس میں اسرار نہوں۔ دل کو کم و بیش کی کچھ خبر نہیں ہر ایک طائفہ جو چل رہا ہے کوئی نہ کوئی رستہ اوس کے مد نظر ہے۔ بغیر عشق کے رستہ کے کہ اس راہ میں کوئی کارواں سالار نہیں ہے۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے		من قبلہ راست کردم در طرف کج کلاہے
در صومعہ و مدرسہ و دیر و کنشت آنکس کہ ز اسرار خدا با خبر است	۸	ترسندۂ دوزخ اند و جویائے بہشت زیں تخم در اندرون دل ہیچ نکشت

صومعہ میں - مدرسہ میں - دیر میں اور کنشت میں سبھی لوگ ہیں دوزخ سے ڈرتے ہیں اور بہشت کے طالب ہیں - لیکن وہ شخص جو خدا کے بھیدوں سے واقف ہے ان باتوں کو دل میں جگہ نہیں دیتا -

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن		دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
چوں عشق ازل بود مرا انشا کرد وانگاہ قراضہ ریزہ قلب مرا	۹	بر من ز نخست درس عشق املا کرد مفتاح خزائن در معنےٰ کرد

(اللہ تعالیٰ نے) مجھے عشق ازل کے باعث پیدا کیا - پہلے دن ہی عشق کا سبق مجھے پڑھایا - اس کے بعد میرے دل کے ٹکڑوں کو گوہر معانی کے خزانوں کی کنجی بنا دیا -

پہلے مصرعہ میں حدیث قدسی (کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق) کی طرف اشارہ ہے - قراضہ - سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے - ہر ایک چیز کے ٹکڑے جو قینچی سے کاٹتے وقت نیچے گرتے ہیں - املاء لکھوانا - پہلے زمانہ میں درس کا طریقہ یہ تھا کہ استاد زبانی بولتا جاتا تھا - شاگرد ضروری باتوں کو ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے - سبق املا کردن - یعنی سبق پڑھانا -

خاک من آں روز کہ مے بیختند		شبنمے از عشق بر او ریختند

دل کہ بآں رنجہ غم اندود شد		بود کبابے کہ نمک سود شد

(غزالی مشہدی)

می باید بود مرد می باید بود دائم سبقے ز عشق می باید خواند	۱۰	سر تا بقدم بدرد می باید بود در کوچہ دوست گرد می باید بود

شراب ہونی چاہیئے اور (اس کے پینے کے لئے) مرد بننا چاہیئے۔ سر تا سر صاحب درد ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ عشق کا سبق پڑھنا چاہیئے۔ اور معشوق کے کوچہ کی گرد بننا چاہیئے۔

ما عاشق آشفتہ و مستیم امروز از ہستی خویشتن بکلی رستہ	۱۱	در کوئے بتاں بادہ پرستیم امروز پیوستہ بمحراب الستیم امروز

ہم آج آشفتہ اور مست عاشق ہیں۔ معشوقوں کے کوچہ میں بادہ پرستی کر رہے ہیں۔ اپنی خودی سے بالکل آزاد ہو گئے ہیں۔ اور محرابِ الست کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔

محرابِ الست۔ سے مُراد۔ میثاقِ الستُ بربکم۔ عشق ازل۔

بگرفت مرا عشق بکارے خوش خوش القصہ چناں سوخت دلم از غم او	۱۲	گفتا چو من آمدم تو پا بیرون کش کاتش ہمہ ہیزم شد و ہیزم آتش

عشق نے مجھے عجیب کام میں لگا دیا۔ مجھے کہا کہ میں آگیا ہوں تو باہر جا۔ حاصلِ کلام یہہ کہ میرا دل اس کے عشق میں ایسا جل گیا۔ کہ آگ ایندھن ہو گئی اور ایندھن آگ ہو گیا۔

ہیزم۔ سے مُراد عاشق کا دل۔ مطلب یہہ کہ عاشق کا دل آتش

عشق میں ایسا جل گیا کہ سراسر آگ ہو گیا۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ کہ جب عشق آجاتا ہے۔ خودی گم ہو جاتی ہے۔

در میکدۂ عشق نیازے دارم انگاہ بمئے عشق طہارت کردہ	۱۳	با شمع رخش سوز و گدازے دارم بارو کئے بتِ خویش نمازے دارم

میں عشق کے شراب خانے کا نیازمند ہوں۔ معشوق کے شمع رخ سے سوز و گداز میں ہوں۔ شرابِ عشق سے وضو کر کے معشوق کے قبلۂ رخسار کی طرف نماز پڑھنی چاہتا ہوں۔

قومے متفکر اندر مذہب و دین ناگاہ منادئ بر آمد ز کمیں	۱۴	جمعے متحیر اند در شک و یقیں کائے بےخبراں راہ نہ آنست نہ ایں

ایک گروہ مذہب و دین کی تحقیق میں فکر کر رہا ہے۔ دوسرا فرقہ شک اور یقین کے فلسفہ میں سرگرداں ہو رہا ہے۔ اچانک پردۂ غیب سے ایک ندا کرنے والے نے آواز دی کہ اے بےخبر لوگو! رستہ نہ یہ ہے نہ وہ۔

حرم پویاں درے را می پرستند ازاں دعوئ بشیخ و برہمن ماند	فقیہاں دفترے را می پرستند کہ ہر یک داورے را می پرستند

بر افگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دیگرے را می پرستند

(عرفی)

یا رب ز قبول و رد م باز رہاں تا ہشیارم ز نیک و بد میدانم	۱۵	مشغول خودم کن ز خودم باز رہاں مستم کن و از نیک و بدم باز رہاں

اے خدا! مجھے قبول اور رد کی قید سے چھڑا لے۔ مجھے اپنی طرف مشغول کر لے اور خودی سے آزاد کر دے۔ جب تک میں ہوشیار ہوں نیک و بد کا ذمہ دار ہوں۔ مجھے (اپنے عشق میں) بے ہوش کر دے تاکہ میں نیک و بد کی تمیز سے چھوٹ جاؤں۔

ظاہر ہے کہ جب ہوش و حواس قائم نہ ہوں تو انسان مرفوع القلم ہو جاتا ہے۔

رندے دیدم نشستہ بر خنگ زمیں نے حق نہ حقیقت نہ شریعت نہ یقیں	۱۶	نہ کفر نہ اسلام نہ دنیا و نہ دیں اندر دو جہاں کرا بود زہرۂ ایں

میں نے ایک رند کو دیکھا جو زمین کے گھوڑے پر سوار ہے۔ کفر و اسلام اور دنیا و دین سے بے نیاز ہے۔ نہ حق کی پرواہ ہے نہ حقیقت کی۔ نہ شریعت کا خیال ہے نہ یقین کا۔ بتاؤ دونوں جہان میں اتنا دلیر کون ہو سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مراد اسی عاشق سے ہے جو عشق کی شراب پی کر مست ہو جائے اور تمام قیود سے آزاد ہو جائے۔

نشستہ بر خنگ زمیں۔ مراد یہ ہے کہ اور لوگوں کی طرح دنیا اُس پر سوار نہیں بلکہ وہ دنیا پر سوار ہے۔

ما عاشق و رند و مے پرستیم ہمہ بگذشتہ ز قبح و حسن و از وہم و خیال	۱۷	در کوئے خرابات نشستیم ہمہ از ما مطلب ہوش کہ مستیم ہمہ

ہم سب (یعنی گروہِ عشاق) عاشق ہیں رند ہیں اور مے پرست ہیں۔ ہم سب خرابات نشین ہیں۔ حُسن و قبح کی تمیز سے اور وہم و خیال سے آزاد ہیں۔ ہم سے ہوشیاری

کی امید نہ رکھ - کیونکہ ہم سب مست ہیں -

ہمہ سے مراد - ہمہ تن یعنی سرتا سر بھی ہوسکتی ہے -

ایدل چو ببزم آں صنم بنشستی از جام فنا چو جرعۂ نوشیدی	۱۸	از خویش بریدی و بدو پیوستی از بود و نبود و کون کلی رستی

اے دل جس وقت تو اوس معشوق کی مجلس میں بیٹھ گیا - اپنی خودی سے قطع تعلق کر لیا - اور معشوق کے ساتھ مل گیا - جامِ فنا سے ایک گھونٹ پی لیا - اوس وقت سمجھ کر تو وجود و عدم اور کون و فساد کے جھگڑوں سے بالکل چھوٹ گیا -

مطلب یہہ کہ فنا فی اللہ سے بقا باللہ حاصل ہوتا ہی ہے -

سب کچھ انسان کے اندر ہے

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بہ چمن درآ

(مرزا بیدل)

خوشی اور غم - عیش و طرب اور رنج و الم بہشت اور دوزخ - باغ نعیم اور نار جحیم - کفر اور ایمان - فنا و بقا - زہر و تریاک غرضیکہ ارض و سما اور جو کچھ ہے سب کچھ انسان کے اندر ہے - مشہور ہے کہ (من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ) وجود انسانی ایک نسخہ جامع ہے - جس میں تمام کائنات کا خلاصہ مندرج ہے -

عرفی کے ایک قصیدے کے چند اشعار اس مضمون کی پوری تشریح کرتے ہیں - اون کے مطالعہ سے اس باب کی رُباعیات کا مفہوم پورے طور سے ذہن نشین ہو سکتا ہے -

توسلطانِ غوری و در کمندِ نفس بدگوہر — بکش زال پیش تر خود را کہ خود را سوالی بینی
زنفرت شاد شو ہر گہ غمے بر گردِ دل گردد — زغفلت داغ شو ہر گہ کہ خود را شادمانی بینی
طرب را پای بر سر زن کہ جنت را خجل یابی — ہوس را دست بر دل زن کہ دوزخ را نہانی بینی
سر و صحرا نیابی داری ای خود را اندیشی — بخواب خود درآ تا قیصر و خاقان بینی
قناعت عالمی تا بد از بیت الی نفقت — یقین در آمد تا آتش همہ خانمان بینی
مخور غم گر ز بال پشہ کمتر نہید خود را — کہ چون فال تو بینی تو خود را آسمان بینی
نشانِ جان ہی جوئی نشان از بے نشان یابی — مکانِ دل طلب کن تا مکان در لامکان بینی
ز جور و سعدہ ستم بہر دو در بے دست و بے دیدہ — تو این دولت کجا یابی کہ جنت در مکان بینی
زجنگ دی و فردا رستہ ام بے منت امروز — تو این ہستی کجا یابی کہ ہستی در زمان بینی
من از گل باغ جحیم تو گل از باغ می جوئی — من آتش از دہان بینم تو از آتش دہان بینی

(از عرفی)

برطرز سپہر جز طرح رو تحت — برج قمر و افلاک ہر خود تحت
پس گفت مرا بعلم از علم درست — ہیچ علم ہست و دوزخ بالنسبت

روزِ ازل کو میرا دل زمانے کی اور چیزوں کی طرح لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کو ڈھونڈتا تھا۔ لیکن میرے استاد نے اپنے صحیح علم کے ذریعے مجھے بتایا کہ لوح و قلم اور بہشت و دوزخ تو تیرے اندر ہی ہیں۔

مرے رنج کی نہ کچھ ابتدا نہ مری خوشی کی ہے انتہا
جو جلوں تو نارِ جحیم ہوں جو ہنسوں تو باغ نعیم ہوں

ساقی بہ برم گر بت یاقوت لب است گر زہرہ بود مطرب و عیسیٰ ہمدم	۲	ور آب خضر بجای آب عنب است چوں دل نہ بجا بود نہ جای طرب است

اے ساقی اگرچہ بزم میں معشوقِ یاقوت لب بھی ہو۔ اور بجائے شراب کے آبِ حیات بھی موجود ہو۔ خود زہرہ مطرب بن کر آئے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام انیس و ہمدم بھی ہوں۔ تاہم اگر دل ٹھکانے پر نہ ہو تو کوئی خوشی نہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ اگر دل مضطرب ہو تو خوشی کے بیرونی اسباب کچھ نہیں کر سکتے۔ سب کچھ دل پر منحصر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آبِ حیات کا چشمہ بھی دل کے اندر ہی ہے۔ اگر وہی چشمہ بند ہو گیا تو پھر کچھ نہیں بن سکتا۔

آں نیست رہ وصل کہ انگاشتہ ایم واں چشمہ کہ خورد خضر ازو آب حیات		واں نعمت جہاں کہ بند اشتہ ایم در خانۂ ماست لیک انباشتہ ایم

(شیخ صدر الدین)

زہرہ۔ مشہور ستارے کا نام۔ ناہید۔ مطربۂ فلک بھی کہتے ہیں۔

بدنامی من بعشق و کرسی بگذشت	۳	دیں عمر عزیز نیز از سی بگذشت

فی الجملہ خوشی نیست اگر دست دہد		صد کاسہ بیا پی کہ عروسی بگذشت

میری بدنامی کا آوازہ عرش و کرسی سے بھی گزر گیا۔ اور عمر عزیز بھی تیس سال سے زیادہ ہو گئی۔ اب اگر پے در پے شراب کے پیالے ملتے جائیں تو بھی کوئی خوشی نہیں۔ کیونکہ خوشی کا زمانہ گزر گیا۔

مطلب یہہ کہ عیش و طرب شراب پر منحصر نہیں۔ یہہ صرف بیرونی اور عارضی اسباب ہیں۔ اندرونی کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔

گردوں نفسی ز عمر فرسودۂ ماست دوزخ شرری زرنج بیہودۂ ماست	۴	جیحوں اثری ز چشم پالودۂ ماست فردوس دمی ز وقت آسودۂ ماست

آسمان (کی مدّتِ عمر) ہماری عمرِ فرسودہ کا ایک دم ہے۔ جیحون ہماری صاف کی ہوئی آنکھوں کی ایک یادگار ہے۔ دوزخ ہمارے بیہودہ غموں (کی آگ) کا ایک شرر ہے۔ بہشت ہماری خوشی میں گزرے ہوئے وقت کا ایک لحظہ ہے۔

جیحون۔ ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ مطلب یہہ کہ ہم نے رو رو کر آنکھوں کو صاف کر دیا ہے اور ہماری اس گریہ و زاری کا نتیجہ یہہ ہوا کہ سیلابِ اشک سے دریا جاری ہو گئے۔

ہر دل کہ درو مایۂ تجرید کم است جز خاطرِ فارغ کہ لنشاطے دارد	۵	بیچارہ ہمہ عمر ندیم ندم است باقی ہمہ ہر چہ ہست اسبابِ غم است

جس دل میں علیحدگی اور کم تعلقی نہ ہو۔ وہ بیچارہ تمام

عمر ندامت کا ہمنشین رہتا ہے۔ سوائے ایسے دل کے جو (تعلقات سے) آزاد ہو اور خوش ہو۔ باقی جو کچھ دنیا میں ہے۔ غم کا سامان ہے۔

تجرید۔ زوائد سے کسی چیز کو پاک کرنا۔ تعلق کا کم کرنا۔ الگ کرنا۔ اصلاح کرنا۔ مطلب یہ کہ خوشی صرف دل کی فراغت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ باقی چیزیں جو بظاہر خوشی کا سامان نظر آتی ہیں۔ حقیقت میں غم کا موجب ہوتی ہیں۔

گر یک نفست ز زندگانی گذرد زنہار کہ سرمایۂ این ملک جہاں	۶	مگذار کہ جز بشادمانی گذرد عمر است چناں کش گذرانی گذرد

زندگی کا ایک دم بھی جو گزرے۔ خوشی کے بغیر اُسے نہ گزرنے دے خبردار رہو کہ ملک جہاں کا تمام سرمایہ صرف زندگانی ہی ہے۔ اسے تو جس طرح گزارے گا گزرے گی۔

مطلب یہ کہ زندگی کو خوشی سے یا غم سے بسر کرنا تیرے اپنے اختیار میں ہے۔

در جستن جام جم جہاں پیمودیم ز استاد چو وصف جام جم بشنودیم	۷	روزے ننشستیم و شبے نغنودیم خود جام جہاں نمائے جم می بودیم

جام جم کی تلاش میں ہم نے تمام جہان چھان مارا ایک دن بھی آرام نہ کیا۔ اور ایک رات بھی نہ سوئے۔ لیکن جب اوستاد سے ہم نے جام جم کی تعریف سنی۔ تو معلوم ہوا کہ جام جہاں نمائے یعنی جام جم ہم خود ہی ہیں۔

خواجہ حافظ نے اسی رُباعی کے مضمون کو دیکھو

ایک ہی شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد	آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنّا می کرد

دُنیا میں خوشی نہیں اُس کی خوشی میں بھی رنج ہے

بارانِ غم سے جب گِلِ آدم بھگو چکے
اک قطرہ عیش کا بھی ملایا تو رُلا گا

دُنیا کو دار المحن - بیت الحزن - غم کدہ - وغیرہ وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے - وجہ یہ کہ حقیقت میں دُنیا آرام کی جگہ نہیں کسی کو دیکھو - کسی سے پوچھو - کوئی خوش نظر نہیں آتا - شاہ ہو یا گدا - آقا ہو یا غلام - بیمار ہو یا تندرست - مفلس ہو یا غنی - کامگار ہو یا ناکام کوئی بھی رنج و غم سے خالی نہیں - کسی کو کوئی شکایت ہے کسی کو کچھ گلہ - کوئی دل رنج سے خالی نہیں - کوئی آدمی غم سے آزاد نہیں ہے - البتہ اتنا فرق ہے کہ کسی کو مال کا غم ہے کسی کو اولاد کا - کسی کو دشمن کا ڈر ہے اور کوئی دوست کے غم میں سرگرداں پھر رہا ہے - ایک کو کھانے کے

لئے کچھ نہیں ملتا۔ دوسرا کھا کر ہضم نہیں کر سکتا۔ وُہی بات ہے۔

غم اگرچہ جاں گسل ہے اسے کیا کریں کہ دل ہے
غمِ عشق اگر نہ ہوتا۔ غمِ روزگار ہوتا

اگر عارضی طور سے چند روز عیش و عشرت میں گزر بھی جائیں تو بھی چنداں قابلِ لحاظ نہیں۔ کیونکہ اول تو وہی عیش و عشرت بعض حالات میں سامانِ غم ہو جاتی ہے اور یہ نہ بھی ہو تو اس عارضی حالت کا جب خاتمہ ہو جائے گا۔ تو اوس کی یاد خود یاس و حرمان کا موجب بن جائے گی۔ علاوہ ازیں دُنیائے دوں کی ناپائداری کا خیال ایک ایسا جانکاہ اور روح فرسا خیال ہے کہ کمال عشرت و نشاط کے زمانے میں بھی انسان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔

یہ ایک کلیہ ہے جس کی کوئی استثنا نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا آدمی مل سکے جو بے غم ہو۔ وجہ یہ کہ انسان کی فطرت میں ہی یہ بات رکھی گئی ہے۔ انسان کی مٹی کا خمیر ہی آبِ غم سے ہوا ہے۔ ناسخ کا شعر ہے۔

سالہا باران غم برگل آدم ہوا	ہے یہ رنگ برق ہنسنا آدمیت سے بعید

اس لئے انسان مجبور ہے کہ رنج و الم میں مبتلا رہے قیدِ غم سے رہا ہونے کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی۔ خوشی کے ہزار سامان پیدا کرو۔ دل کو لاکھ طریقوں سے سمجھاؤ کہ غم بے سود ہے۔ لیکن تمھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔ اور غم ایک عیار چور کی طرح آنکھ بچا کر خانۂ دل میں جا گھسے گا۔ اور اوس گھر کے تمام سامانِ عشرت کو ایک چشم زدن میں لے جائے گا۔ بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک آدمی افسردہ خاطر اور پژمردہ دل ہو جاتا ہے اور خود اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس افسردگی اور پژمردگی کا باعث کیا ہے۔ یہ اسی بارانِ غم

کا نتیجہ ہے۔ جس کا ذکر عنوان کے شعر میں ہوا ہے۔
ہلالی کی یہ رباعی بھی اسی مضمون پر ہے:-

در عالم بے وفا کسے خرم نیست آنکس کہ دریں زمانہ اوراغم نیست		شادی و نشاط در بنی آدم نیست یا آدم نیست یا ازیں عالم نیست
ہشدار کہ روزگار شر انگیز است در کام تو گر زمانہ لوزینہ نہد	۱	امین منشیں کہ تیغ دوراں تیز است زنہار فرو مبر کہ زہر آمیز است

ہشیار رہ کر رہ کیونکہ زمانہ شر انگیز ہے۔ بے فکر ہو کر نہ بیٹھ۔ کیونکہ زمانے کی تلوار بہت تیز ہے۔ اگر زمانہ تیرے منہ میں حلوا بھی ڈالے تو اوسے نہ کھا کیونکہ وہ زہر آمیز ہے۔
لوزینہ۔ بفتح۔ حلوائیکہ دراں مغز بادام انداختہ باشند۔ (غیاث اللغات)

لعل تو مئے مذاب ساغر کان است آں جام بلوریں کہ زمی خنداں است	۲	جسم تو پیالہ و شراب جان است اشکے است کہ خون دل درو پنہاں است

مئے مذاب تیرا لعل ہے اور ساغر اوس کی کان ہے تیرا جسم پیالہ ہے اور جان اوس کی شراب ہے۔ بلور کا وہ پیالہ جو شراب سے لبریز ہے اور خنداں نظر آتا ہے حقیقت میں ایک آنسو ہے جس میں دل کا خون پوشیدہ ہے۔
مذاب۔ گداختہ شدہ۔ شراب کو لعل مذاب کہتے ہیں۔

صدف کی آنکھ کا آنسو ہے موتی جسکو کہتے ہیں	جگر کا کان کی اک داغ ہے یاقوت رمانی

گل گفت بہ از لقائے من روئے نیست	۳	چندیں ستم گلاب گر بار چیست

بلبل بزبان حال باو می گفت		یکروز کہ خندید کہ سالے نہ گریست

پھول کہتا تھا کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ خوبصورت کسی کا چہرہ نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ گلاب ساز مجھ پر اتنا ظلم کرتا ہے۔ بلبل نے زبانِ حال سے جواب دیا کہ دنیا میں کون ایسا ہے جو ایک دن ہنسا ہو اور سال بھر اُسے رونا نہ پڑا ہو۔

عیش دنیا را بقائے نیست دیدی غنچہ را
یک تبسم کرد عمرے در پریشانی گذشت

(طالب آملی)

این چرخ جفا پیشہ دغائے بنیاد ہر جا کہ دلے دید کہ داغے دارد	۴	ہرگز گرہ بستہ کس را نہ کشاد داغ دگرش بر سر آن داغ نہاد

اس جفا کار اور دغا کی بنیاد والے آسمان نے کبھی کسی کی مشکل کو حل نہیں کیا۔ بلکہ جہاں دیکھتا ہے کہ کسی دل میں ایک داغ ہے۔ وہاں اوس داغ پر ایک اور داغ لگا دیتا ہے۔

یہہ رُباعی بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ قطران بن منصور ترمذی کی ہے۔ وہاں دغائے بنیاد کی جگہہ عالی بنیاد لکھا ہے (۱)

یکروز فلک کار مرا ساز نہ کرد یکدم نفسے از سر شادی نزدم	۵	ہرگز سوی من دمی خوش آواز نہ کرد کان روز کہ صد ہزار غمم باز نہ کرد

آسمان نے ایک دن بھی میرے کام کو درست نہ ہونے

(۱) بحوالہ بیاض مولف ۔ ۱۲ ۔

دیا۔ کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی مجھے خوش نہ کیا۔ میں نے
کبھی ایک سانس بھی خوشی سے نہیں لیا۔ کہ آسمان نے
اوس دن مجھ پر غم کے سو دروازے نہ کھولے ہوں۔
مطلب یہہ کہ ایک دم کی خوشی کے عوض مدتوں
کے غم میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ ع
ہفتۂ عیش و غصۂ سالے چند

افلاک کہ جز غم نفزایند دگر ناآمدہ ہا اگر بدانند کہ ما	۶	ننہند بجا تا نربایند دگر از دہر چہ می کشیم نایند دگر

سوائے غم بڑھانے کے آسمانوں کا اور کچھ کام ہی
نہیں۔ کوئی ایک چیز بھی جگہہ پر نہیں رکھتے کہ (اس کے عوض)
دوسری اُٹھا نہ لیں۔ وہ لوگ جو ابھی دنیا میں نہیں آئے۔ اگر
اون کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں تو وہ ہرگز دنیا
میں آنے کی خواہش نہ کریں۔
دوسرے مصرعہ کا مطلب یہہ ہے کہ اگر ایک طرف
سے آدمی کو کچھ آرام ملتا ہے تو دوسری طرف سے اتنی ہی تکلیف
کا سامنا ہو جاتا ہے۔

چوں حاصل آدمی دریں جائے دو در خرم دل آنکہ یک نفس زندہ نبود	۷	جز درد دل و دادن جان نیست دگر و آسودہ کسی کہ خود نزاد از مادر

اس دو دروازے والے مکان (یعنے دنیا) میں آدمی
کو سوائے درد دل کے اور مرجانے کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اس
لئے خوش وہ ہے جو ایک دم بھی زندہ نہ رہا۔ اور آسودہ وہ ہے

جو سرے سے پیدا ہی نہ ہوا۔

دنیا کو جائے دو در اس لئے کہا کہ اس سرائے کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازے سے لوگ آتے ہیں اور دوسرے دروازے سے چلے جاتے ہیں۔

ما ہم فتادہ روز و شب در تگ و تاز نے ہیچ رہ آورد بجز رنج دگر	۸	بر خیرہ نہادہ روئے در شیب و فراز نہ ہیچ پس افگند بجز راہ دراز

ہم دن رات تگ و دو میں لگے ہیں۔ بے فائدہ نشیب و فراز میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ سوائے رنج کے اور سوائے لمبے سفر کے اور کچھ حاصل وصول نہیں۔

رہ آورد۔ تحفہ و تحائف جو دوستوں کے لئے سفر سے واپس ہوتے ہوئے لائے جاتے ہیں۔ پس افگند۔ یا پس انداز وہ مال جو تکلیف کے وقت کے لئے بچا کر رکھا جائے۔

مطلب یہہ کہ دنیا کی تگ و دو کا نتیجہ صرف رنج و الم ہے اور کچھ نہیں۔ یہہ رستہ ایسا عجیب ہے کہ جتنا دوڑ و گے اتنا ہی لمبا ہوتا جائے گا۔

جانم بدریغ دی و فردا ست مقیم یکبارگی ایں عمر من اندر تقسیم	۹	بیچارہ دل از نہیب فردا بدو نیم رفتہ ہمہ حسرت است و آیندہ بیم

میری جان دیروز کی حسرتوں سے دردمند ہے۔ اور میرا بیچارہ دل فردا کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اے میرے عزیز! قصہ مختصر میری زندگی کا یہہ حال ہے کہ گزرا ہوا زمانہ تمامتر حسرت اور آنے والا زمانہ تمامتر خوف ہے۔

دُرِّ یتیم - موتی کا وہ دانہ جو صدف میں صرف ایک ہی پیدا ہو - زیادہ وزنی اور زیادہ قیمتی ہوتا ہے - دیروز - گذشتہ کل - اور فردا - آئندہ کل -

مطلب یہہ ہے کہ اتنی عمر گزر چکی ہے کچھ نہ کر سکے اس کی حسرت ہے - اور آئندہ کے لئے ڈر ہے کہ خدا جانے کیا ہو -

گل گفت کہ من یوسفِ مصرِ چمنم	۱۰	یاقوت گرانمایہ پر زر دہنم
گفتم چو تو یوسفی نشانہ بنمائے		بنمود کہ بخوں غرق نگر پیرہنم

پھول نے دعوے کیا کہ میں مصرِ چمن کا یوسف ہوں میرا منہہ یاقوتِ گرانمایہ ہے اور سونے سے بھرا ہوا ہے - میں نے کہا کہ اگر تو یوسف ہے تو کچھ ثبوت پیش کر - اس نے جواب دیا کہ دیکھ لو میرا پیراہن خون آلود ہے -

پر زر دہنم - پھول کے اندر ایک زرد مادہ ہوتا ہے - جسے زرِ گل کہتے ہیں -

رباعی کا مطلب یہ کہ یوسفِ مصر کی طرح یوسفِ چمن کا دامن بھی غرقِ خون ہے - انسان کتنا مالدار کیوں نہ ہو غمگین ضرور ہو گا -

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است		کہ سرخروئی گل از طپانچہ باد است

(رضی اصفہانی)

چوں حاصلِ آدمی دریں شورستاں	۱۱	جز خوردن غصہ نیست تا کندن جاں
خرم دل آنکہ زیں جہان زود برفت		و آسودہ کسے کہ خود نیامد بجہاں

چونکہ اس شورستان دنیا میں مرتے دم تک سوائے

غصہ اور غم کے اور کچھ حاصل نہیں - اس لئے خوش تو وہی آدمی ہے - جو اس دنیا سے جلدی چلا گیا - اور اس سے بھی زیادہ خوش وہ جو اس دنیا میں بالکل آیا ہی نہیں -

لیکن بعض لوگوں کو عدم میں بھی آرام نظر نہیں آتا - میر محمد تقی فرماتے ہیں -

آرام عدم میں نتھا ہستی میں نہیں چین		معلوم نہیں میرا ارادہ ہے کہاں کا
از آتش و باد و آب و خاکیم ہمہ تا تن با ماست در جفائیم ہمہ	۱۲	در عالم کون در ہلاکیم ہمہ چون تن برود روان پاکیم ہمہ

ہم آگ - ہوا - پانی اور مٹی (اربعہ عناصر) سے بنائے گئے ہیں - عالم کون (دنیا) میں ہم سب معرض ہلاکت میں پڑے ہیں - جب تک جسم ہمارے ساتھ ہے ہم مصیبت میں گرفتار ہیں جب جسم نہیں رہے گا - ہم سب پاک روحیں بن جائیں گے -

قید حیات و بند غم اصل میں دونو ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

(غالب)

ای چرخ دلم ہمیشہ غمناک کنی باد ی کہ بمن رسد تو آتش کنی اش	۱۳	پیراہن خورمی من چاک کنی آبیکہ خورم در دہنم خاک کنی

اے آسمان! تو ہمیشہ میرے دل کو غمناک رکھتا ہے - میری خوشی کے پیراہن کو چاک کر دیتا ہے - اگر ہوا میرے پاس پہونچتی ہے تو تو اوس کو آگ بنا دیتا ہے - اور اگر میں پانی پیتا ہوں تو تو اوسکو میرے منہ میں خاک بنا دیتا ہے -

اربعہ عناصر کی رعایت ظاہر۔

اے چرخ چہ کردہ ام ترا راست بگو تانم ندہی تا نبری کوئے بکوئے	۱۴	پیوستہ فگندہ مرا در تگ و پو آبم ندہی تا نبری آب زرو

اے آسمان میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ سچ کہہ دے تو ہمیشہ مجھے تگ و پو میں ڈالے رکھتا ہے۔ جب تک تو مجھے در بدر نہیں پھراتا مجھے روٹی نہیں دیتا۔ اور جب تک تو میری آبرو ریزی نہیں کر لیتا مجھے پانی کا گھونٹ نہیں دیتا۔

دُنیا میں آرام نہیں۔ درد سے موافقت پیدا کر

بدیں سپاس کہ مجلس منوّر است بناز
گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز
(راسخ)

مشہور مقولہ ہے ؏ زمانہ با تو نہ ساز د تو با زمانہ بساز۔ دنیا کے کاروبار انسان کی مرضی کے مطابق نہیں چل سکتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی حوادث کی رفتار سے موافقت

پیدا کرے۔ ورنہ بصورت دیگر تمام عمر بیہودہ تگ و دو میں صرف ہوگی۔ اور سوائے خونِ جگر پینے کے اور کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ دریا کی رو کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ ہوا کا رُخ بدلنا انسان کے اختیار میں نہیں۔ گردشِ افلاک سے روکنے کی کوشش کرنا اپنے جنون کا ثبوت دینا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ دنیا کے واقعات کے ساتھ موافقت پیدا کی جائے۔

چو نتواں بر افلاک دست آختن	۱۔	ہمالیست با گردشش ساختن

(سعدی)

اس میں شک نہیں کہ سعی اور کوشش ضروری ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ سعی ہمیشہ بار آور ہو۔ اگر نتیجہ حسبِ منشا نہ نکلے تو مردانہ وار اس کو برداشت کرنا چاہئے۔ گریہ و زاری اور آہ و فغاں بے سود ہے اور کم ہمتی کی دلیل۔ دنیا کے نشیب و فراز کو ہموار کرنا حیطۂ امکان سے باہر ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسی نشیب و فراز کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے کا کوئی طریقہ نکالا جائے۔ مصائب اور تکالیف کا دلیری سے مقابلہ کرنا انسان کو عالی ہمت اور مستقل مزاج بنا دیتا ہے۔ اور بلند حوصلہ آدمی کے لئے مصائب روزگار سبق آموز اور کلید نصرت و کامیابی ثابت ہوتے ہیں۔

از بلند و پست عالم شکوہ کافر نعمتے است
تیغ ایں ہمواری از سوہانِ ناہموار یافت

(شوکت)

وہ لوگ جو مصیبتوں سے گھبراتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ کوئی مصیبت ان کے پیش نہ آئے۔ وہ اپنے اس مقصد میں کبھی کامیاب

نہیں ہوتے۔ اور زندگی بھر یاس و حرمان کا شکار بنے رہتے ہیں۔

اے آنکہ غمگینی و سزاواری رفت آنکہ رفت آمد آن کہ آمد ہموار کرد خواہی گیتی را سستی مکن بشنود او سستی ؟ شو تا قیامت زاری کن ؟		واندر نہان سرشک ہمی باری بود آنچہ بود خیرہ چہ غم داری گیتی است کے پذیرد ہمواری زاری مکن کہ نشنود او زاری کے رفتہ را بہ زاری باز آری
ای دل ز زمانہ رسم احسان مطلب درمان طلبی درد تو افزوں گردد	۱	واز گردش دوراں سر و ساماں مطلب با درد بساز و ہیچ درماں مطلب

اے دل زمانے سے احسان کی امید نہ رکھ۔ آسمان کی گردش سے سر و سامان کی امید نہ رکھ۔ اگر تو علاج کی خواہش کرے گا۔ تو تیرا درد اور زیادہ ہو گا۔ درد کے ساتھ موافقت پیدا کر اور علاج کے پیچھے نہ پڑ۔

چو منصور از مراد آنانکہ بردارند بردارند		کہ با ایں درد اگر دربند درمانند درمانند

(حافظ)

چندیں غم مال و حسرت دنیا چیست ایں یک نفسے کہ در تنت عاریتیست	۲	ہرگز دیدی کسے کہ جاوید بزیست با عاریتے عاریتی باید زیست

دنیا کی حسرتوں پر ہم اتنا غم کیوں کریں۔ کیا تو نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی آدمی ہمیشہ جیا ہو۔ جان تیرے جسم میں صرف ایک سانس ہے جو تجھے عاریتاً دیا گیا ہے۔ پس ایسی عارضی چیز کے ساتھ عارضی طور سے ہی گزارہ کرنا چاہیئے۔

چوں مردن تو مردن یکبارگی است خونے و نجاستے و مشتے رگ و پوست	۳	یکبار بمیر ایں چہ بیچارگی است درکار بود ایں چہ غمخوارگی است

جب صرف ایک ہی دفعہ مرنا ہے تو پھر ایک ہی دفعہ مر۔ یہ شکستہ حالی کیسی۔ (تیرا جسم کیا ہے) تھوڑا سا خون۔ کچھ نجاست اور مٹھی بھر رگ و پوست۔ ایسی چیز کس کام کی ہے اسکے لئے کیوں غم کھاتا ہے۔

مطلب یہہ کہ موت کے غم میں کیوں مبتلا ہو رہے ہو۔ موت صرف ایک ہی دفعہ آتی ہے۔ اور جب آئے گی۔ تو تمھارا کیا بگاڑے گی۔ روح موت کے صدمے سے محفوظ ہے باقی رہا جسم اُس کی حقیقت ہی کیا ہے۔

دو روز حذر کردن از مرگ روا نیست روزیکہ قضا باشد اندیشہ نکند سود		روزے کہ قضا باشد و روزے کہ قضا نیست روزیکہ قضا نیست درو مرگ روا نیست

چوں آب بجویبار چوں باد بدشت تا من باشم غم دو روزہ نخورم	۴	روز دگر از عمر من و تو بگذشت روزیکہ نیامدہ است و روزیکہ گذشت

میری اور تیری عمر کا ایک اور دن اس طرح گزر گیا۔ جس طرح نہر سے پانی اور ہاتھ سے ہوا۔ میں جب تک زندہ ہوں۔ دو دنوں کا غم نہیں کروں گا۔ ایک وہ دن جو ابھی نہیں آیا۔ اور ایک وہ دن جو گزر چکا ہے۔

گذشتہ خواب آیندہ خیالی است		غنیمت داں ہمیں دم راکہ حال است

(حافظ)

طاس فلک از پیش دلارائی تہیست ایمن نفسی زمرگ نتوان زیست	۵	آسودہ درین جہاں نمی دانم کیست پس فائدہ درجہان بیفائدہ چیست

آسمان کے طشت میں دلارائی کا سامان نہیں ہے - میں نہیں جانتا کہ اس جہان میں کون آسودہ خاطر ہے - ایک دم بھی ہم موت کے خطرے سے محفوظ نہیں - پھر معلوم نہیں اس بیفائدہ جہان میں کیا فائدہ ہے -

پیش - یعنی پیش خورد - ناشتا وغیرہ -

ایدل چو حقیقت جہان ہست مجاز تن بر القضا سپار و با درد بساز	۶	چندین چہ بری خواری ازین رنج دراز کین رفتہ قلم زبہر تو ناید باز

اے دل! جب جہان کی حقیقت حقیقت نہیں بلکہ مجاز ہے - تو پھر اس طویل غم میں اپنے آپ کو کیوں خوار کرتا ہے - قضا پر راضی ہو جا - اور درد کے ساتھ موافقت پیدا کر لے - کیونکہ تقدیر کے قلم نے جو کچھ لکھ دیا ہے اب تیرے کہنے سے بدل نہیں سکتا -

اشارہ ہے "جف القلم" کی طرف -

غم جہان مخور و پند من مبر از یاد رضا بدادہ بدہ واز جبیں گرہ بکشا		کہ این لطیفہ نغزم زرہروی یاد است کہ بر من و تو در اختیار نکشادہ است

(حافظ)

برخیز و مکن غم جہان گذران در طبع جہان اگر وفائی بودے	۷	بنشین و دمی بشادمانی گذران نوبت بتو خود نیامدی از دگران

اُٹھ اور گزر جانے والے جہان کا غم نہ کر۔ تھوڑی دیر کے لئے وقت کو خوشی سے بیٹھ کر گزار۔ اگر دُنیا کی طبیعت میں وفاداری ہوتی تو پھر یہہ دنیا اور لوگوں کے پاس ہی ہوتی۔ تیری نوبت کس طرح پہنچتی۔

مطلب یہہ کہ دنیا کی بے وفائی اور ناپائداری کا شکوہ نہ کر۔ کیونکہ اگر دنیا پائدار ہوتی تو پھر پہلے لوگوں کے پاس ہی رہتی۔ تیری نوبت کس طرح آتی۔

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رُباعی کمال الدین اسماعیل کی ہے۔ (۱)

تن در غمِ روزگارِ بیداد مده دل جز بسرِ زلفِ پریزاد مده	۸	مارا ز غمِ گذشتگان یاد مده بے بادہ مباش و عمر برباد مده

اپنے آپ کو بے انصاف زمانے کے غم میں نہ ڈال۔ جو لوگ گزر گئے ہیں اُن کا غم ہمیں یاد نہ دلا۔ کسی پریزاد معشوق کی زلف میں دل کو باندھ دے۔ شراب پی اور عمر برباد نہ کر۔

چندیں غمِ بیہودہ مخور شاد بزی بچون آخرِ کارِ این جہان نیستی است	۹	واندر رہِ بیداد تو با داد بزی انگار کہ نیستی تو آزاد بزی

اتنا بیہودہ غم نہ کر خوشی سے زندگی بسر کر۔ بے انصاف دنیا میں با انصاف ہو کر رہ۔ جب اس جہان کا انجام نیستی ہے۔ تو پھر سمجھ لے کہ تُو اب ہی نیست ہے اور آزاد ہو کر رہ۔

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ (۱۹۱)۔

تن زن چو بزیرِ فلک بیبا کی چوں اول و آخرت بجز خاک نیست	۱۰	می نوش تو در جہانِ آفت نا کی انگار کہ بر خاک نئی در خا کی

جب تک تو بے باک آسمان کے نیچے ہے چپ رہ جب تک تو اس پُر آفت دنیا میں ہے شراب پی۔ جب کہ تیرا شروع اور تیرا انجام خاک ہی خاک ہے۔ تو پھر سمجھ لے کہ اس وقت بھی تو خاک کے اوپر نہیں بلکہ خاک کے نیچے ہے۔

سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے

ہاتھوں کو چاک جیب تلک دسترس نہیں
میں کس کے بس میں ہوں کہ مرا کچھ بھی بس نہیں

(عارف)

مسئلہ جبر و اختیار پر فلسفہ روزِ اول سے آج تک بحث کر رہا ہے لیکن یہ عقدہ وا نہیں ہوا۔ اور نہ وا ہوتا نظر آتا ہے اس بات کو سب جانتے ہیں کہ سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

انسان محض بے اختیار ہے - لیکن ساتھ ہی جب یہہ دیکھتے ہیں کہ اگر انسان مجبور محض ہے تو پھر حساب کتاب سزا جزا اور دوزخ و بہشت کیوں ہیں - یہاں آن کر سب کا قافیہ تنگ ہو جاتا ہے - اس لئے آخر کار اس مسئلہ کا اس طرح فیصلہ کرتے ہیں کہ انسان مجبور محض بھی نہیں اور مختار مطلق بھی نہیں - ان دو حالتوں کے درمیان درمیان ہے - یہہ مضمون اتنا طویل ہے کہ اس پر بحث کرنے کے لئے ایک علیحدہ کتاب چاہئے - حکیم صاحب نے بھی اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ کہا ہے - محض شاعرانہ رنگ میں کہا ہے - فلسفیانہ بحث نہیں کی - بعض باتیں رندانہ کہی ہیں - اور بعض حکیمانہ - فرماتے ہیں -

نیکی و بدی کہ در نہادِ بشر است با چرخ مکن حوالہ کاندر رہ عقل	۱۱	شادی و غمی کہ در قضا و قدر است چرخ از تو ہزار بار بیچارہ تر است

نیکی اور بدی جو انسان کی فطرت میں ہے - شادی و غمی جو قضا و قدر نے مقدر کی ہے اوس کو آسمان کی طرف سے نہ سمجھ - کیونکہ عقلمند آدمی جانتا ہے کہ آسمان انسان سے بھی ہزار گنا زیادہ مجبور اور ناچار ہے -

مطلب یہہ کہ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے - یہہ کہنا کہ آسمان کی گردش نے یہہ کیا وہ کیا - فلان ستارے کا یہہ اثر ہوا - وغیرہ وغیرہ - سب بیہودہ باتیں ہیں - بلکہ از راہ اسلام اس قسم کے عقائد انسان کو مشرک اور کافر بنا دیتے ہیں - حالانکہ فارسی شاعری نے تو تمام دنیا کے انتظام کی باگ آسمان اور چند ایک ستاروں کے ہاتھ میں دیدی ہوئی ہے - لیکن شاعرانہ

اندازمیں سب کچھ روا ہے - یہ لوگ ایسا کہتے تو ہیں مگر ان کا عقیدہ ایسا نہیں ہوتا - حکیم صاحب بھی دیکھئے صدہا بار آسمان کو مخاطب کرکے کیا کچھ کہتے رہے ہیں - مگر یہاں آن کر حقیقت ظاہر کردی ہے - عرفی نے بھی اس شعر میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے -

ز ترتیب نظام آفرینش چوں نہ آگاہ
حوادث را ز تاثیر نجوم آسماں بینی

امیر خسرو علیہ الرحمت بھی یہی فرماتے ہیں -

از دست دورِ مہ و مہر نے ز گردش چرخ
کہ دائرہ زنگارندہ نے زپرکار است

اسی مضمون پر ہے -

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(صبا)

ناصر علی سرہندی کا شعر ہے -

ہرچہ می آید بسر از دست میدانیم ما
آسماں ہم از کواکب بستۂ زنجیر اوست

اس عربی شعر کا مطلب بھی یہی ہے -

فلیس بتدبیر الکواکب ما ترے
ولکنہ تدبیر رب الکواکب

نظیری نیشاپوری نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے -

آنجا کہ خط و عقد ردّ و قبول ست
حکم ستارہ باطل و علم قضا غلط ست

خواجہ حافظ علیہ الرحمت فرماتے ہیں -

از چشم خود بپرس کہ مارا کہ می کشد
جانا گناہ طالع و جرم ستارہ نیست

دارندہ چو ترکیب طبائع آراست گر نیک آمد شکستن از بہر چہ بود	۲	از بہر چہ او فگندش اندر کم و کاست ور نیک نیامد ایں صور عیب کراست

خدا نے جب مختلف طبائع کی ترکیب درست کی -

تو پھر کس لیئے ان میں نقائص ڈالے - اگر یہہ صورتیں (جو خدا نے بنائی تھیں) ٹھیک بن گئی تھیں تو پھر ان کو توڑ دینے کی کیا وجہ ہوئی - اور اگر ٹھیک نہیں بنی تھیں تو یہ کس کا قصور ہے؟ -

عشق ارچہ بلاست آں بلا حکم خدا ست چوں نیک و بد خلق بتقدیر خدا ست	۳	بر حکم خدا ملامت خلق چرا ست پس روز پسیں حساب بر بندہ چرا ست

عشق اگرچہ بلا ہے - لیکن یہہ بلا خدا کے حکم کے مطابق آئی ہے - پس خدا کے حکم پر لوگ کیوں ملامت کرتے ہیں - جب خلقت کی نیکی اور بدی خدا کے ہاتھ میں ہے - تو پھر قیامت کے دن بندوں سے حساب لینے کا کیا مطلب ہے -

جز حق حکمے کہ حکم را شاید نیست ہر چیز کہ ہست آنچناں می باید	۴	ہستی کہ ز حکم او برون آید نیست آں چیز کہ آنچناں نمی باید نیست

سوائے خدا کے اور کوئی حاکم حکم کرنے کے لائق نہیں - کوئی ایسی ہستی نہیں جو اوس کے حکم سے باہر ہو - جو چیز دنیا میں موجود ہے وہ اسی طرح ہے جس طرح ہونی چاہیے - کوئی چیز دنیا میں ایسی موجود نہیں جو اس طرح ہو جس طرح اُسے نہ ہونا چاہیے -

حاصل کلام یہہ کہ خدا قادر مطلق ہے اور حکیموں کا حکیم پھر یہہ ضروری ہے کہ جو کچھ اوس نے پیدا کیا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں - ہر ایک چیز جیسی ہونی چاہیئے ویسی ہی ہے -

حُکم - یقیناً - حکم کرنے والا - فیصلہ کرنے والا -

۵

یزداں چو گِل وجودِ ما را آراست
دانست ز فعلِ ما چہ برخواہد خاست
بے حکمش نیست ہر گناہی کہ مراست
پس سوختنِ قیامت از بہرِ چہ خاست

خدا نے جب ہمارے جسم کی مٹی بنائی۔ اُسی وقت اوسے معلوم تھا کہ ہمارے اعمال کیا ہوں گے۔ ہم جو گناہ کرتے ہیں اوس کے حکم کے بغیر نہیں کر سکتے۔ پھر قیامت کے دن ہم کو دوزخ میں ڈالنے کا کیا مطلب ہے۔

خدا عالم الغیب ہے۔ زمانۂ مستقبل میں جو کچھ ظہور پذیر ہونا ہے اُسے آج ہی معلوم ہے۔ اس کے علاوہ اس کا علم درست بھی ہے۔ پھر یہہ بات کہ کل مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوگا۔ خدا کو آج ہی معلوم ہے۔ چونکہ خدا کا علم صحیح ہے۔ اس واسطے یہہ ممکن نہیں کہ میں وہ گناہ نہ کروں۔ اس گناہ سے بچنے کے لئے اگر میں کوشش بھی کروں تو وہ بے سود ہوگی۔ پھر ایسے گناہ پر سزا چہ معنی دارد۔

یہہ دلیل بظاہر معقول ہے مگر بہت فضول ہے۔ حکیم صاحب نے خود اس باب کی ایک رباعی میں اس دلیل کو رد کر دیا ہے۔ دیکھو رباعی نمبر ۳۲ باب ہذا۔

۶

بر لوح نشانِ بودنیہا بودہ است
پیوستہ قلم ز نیک و بد آسودہ است
اندر تقدیر آنچہ بایست بداد
غم خوردن و کوشیدنِ ما بیہودہ است

لوح محفوظ پر تمام کائنات کے نوشتے پوشیدہ طور پر موجود ہیں۔ تقدیر کا قلم (جو کچھ لکھنا تھا لکھ کر) اب ہمیشہ کے لئے آرام میں ہو گیا ہے۔ جو کچھ تقدیر میں چاہئے تھا۔

خدا نے ہمیں دے دیا۔ اب ہمارا کوشش کرنا اور غم کرنا بے فائدہ ہے۔

دوسرے مصرعہ میں جف القلم کا مضمون ہے۔ (جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ) یعنی قلم جو کچھ لکھنا تھا لکھ کر سوکھ گیا۔

با حکمِ خدا بجز رضا در نگرفت ہر حیلہ کہ در تصورِ عقل آمد	۷	با خلق بجز روی و ریا در نگرفت کردیم و لے کہ با قضا در نگرفت

خدا کے حکم کے سامنے سوائے رضا کے اور کچھ چارہ نہیں۔ خلقت کے ساتھ سوائے زمانہ سازی کے گزارہ مشکل ہے۔ عقل کے تصور میں جتنے حیلے آسکتے تھے وہ کئے۔ لیکن کوئی حیلہ بھی قضا کو نہ ٹال سکا۔

تا کے ز چراغِ مسجد و دودِ کنشت رو بر سرِ لوح بین کہ استادِ قضا	۸	تا کے ز زیانِ دوزخ و سودِ بہشت اندر ازل آنچہ بودنی بود نوشت

مسجد کے نور اور دیر کی تاریکی کا کب تک ذکر کروگے۔ دوزخ کے نقصان اور بہشت کے فائدے کب تک بیان کروگے۔ جاکر لوحِ محفوظ کو دیکھو کہ ازل کے دن اوستادِ قضا نے جو کچھ ہونا تھا ہونے سے پہلے ہی لکھ دیا۔

چوں رزقِ تو آنچہ عدل قسمت فرمود آسودہ ز ہر چہ نیست می باید شد	۹	یک ذرہ نہ کم شود نخواہد افزود وا آزادہ ز ہر چہ ہست می باید بود

تیرا رزق جو خدا کے انصاف نے تیرے حصہ میں

مقرر کیا - وہ ایک ذرہ نہ گھٹ سکتا ہے نہ بڑھ سکتا ہے۔ اس لئے جو کچھ ہے اوسی پر صبر کرنا چاہئے - اور جو کچھ نہیں ہے اوس کا غم نہ کرنا چاہئے -

چوں کار نہ بر مرادِ ما خواہد بود پیوستہ نشستہ ایم در حیرتِ آنکہ	۱۰	اندیشہ و جہد ما کجا دارد سود دیر آمدہ ایم و رفت می باید زود

دنیا کے کام ہماری خواہش کے مطابق تو ہو نہیں سکتے - اس لئے اندیشہ اور کوشش بے سود ہے - ہم ہر وقت اسی حیرانگی میں ہیں - کہ ہم دنیا میں دیر سے آئے - اور جلدی سے چلے جائیں گے -

آنروز کہ توسنِ فلک زین کردند این بود نصیب ما ز دیوانِ قضا	۱۱	آرایش مشتری و پرویں کردند ما را چہ گناہ قسمتِ ما ایں کردند

جس دن آسمان کے گھوڑے پر زین ڈالی گئی اور مشتری اور پرویں کو آراستہ کیا گیا - اسی دن دیوانِ قضا سے ہماری قسمت میں یہہ کچھ لکھ دیا - پھر جب ہماری قسمت ہی یہی تھی تو ہمارا کیا قصور ہے -

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رباعی بابا افضل کی ہے - (۱)

تا خاک مرا بقالب آمیختہ اند من بہتر ازیں نمی توانم بودن	۱۲	بس فتنہ کہ از خاک برانگیختہ اند کز بوتہ مرا چنیں بروں ریختہ اند

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر ترجمہ بابا افضل ۱۲۷ -

جس دن سے میری مٹی کو سانچے میں ڈھالا ہے۔ اُس دن سے کیا کیا فتنے اس مٹی سے اُٹھائے گئے۔ میں جیسا ہوں اوس سے بہتر ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ (عاملانِ قضا و قدر نے) مجھ کو بھٹی سے اسی طرح نکالا ہے۔

بوتہ۔ ظرف کوچک کہ از گل سازند و دراں طلا و نقرہ گدازند (غیاث اللغات)

رُباعیات کی تعداد بڑھانے کے لئے اسی رُباعی سے ایک اور رُباعی بنالی گئی ہے۔

نقشیست کہ بر وجودِ ما ریختہ من زاں از یں بہ نمی توانم بودن	۱۳	صد بوالعجبی ز ما برانگیختہ از بوتہ مرا چنیں فرو ریختہ

وہی رُباعی ہے صرف چند الفاظ کا فرق ہے۔

من مے خورم و ہر کہ چو من اہل بود مے خوردنِ من حق بازل میداند	۱۴	مے خوردن من بنزد او سہل بود گر مے نخورم علم خدا جہل بود

میں شراب پیتا ہوں۔ اور جو شخص میری طرح عقلمند ہے اوس کے نزدیک میری شراب نوشی جائز ہے وجہ یہ ہے کہ خدا کو پہلے دن ہی معلوم تھا کہ میں شراب پیوں گا۔ پھر (اب میں کس طرح شراب نہ پیوں) کیونکہ اگر نہیں پیتا تو خدا کا علم (نعوذ باللہ) غلط ہوتا ہے۔

دیکھو رُباعی نمبر ۵ باب ہذا۔ اس دلیل کی تردید کے لئے دیکھو رُباعی نمبر ۳۲ باب ہذا۔

برمن قلم قضا چو بے من رانند دی بے من و امروز چو دی بے من و تو	۱۵	پس نیک و بدش چرا از من می دانند فردا بچہ حجتم بداور خوانند

جب عاملان قضا و قدر نے میری مرضی کے بغیر جو کچھ چاہا میری قسمت میں لکھ دیا۔ پس اس لکھے کی نیکی اور بدی کا مجھے کس طرح ذمہ دار کر سکتے ہیں۔ جو کچھ ہو چکا ہے وہ بھی میری مرضی کے بغیر ہوا اور جو کچھ اب ہو رہا ہے وہ بھی میری اور تیری مرضی کے بغیر ہی ہو رہا ہے۔ پھر قیامت کے دن مجھے حساب کے لئے خدا کے سامنے لے جانے کی کیا وجہ ہے۔

دی۔ امروز اور فردا کی خوبی ظاہر۔

چون نیست ترا جز آنکہ او داد ترا ہان تا ننہی بر دل خود چندین بار	۱۶	چندین پے مراد دل رنجہ مدار بگذشتنی و بگذاشتنی ست آخر کار

سوائے اُس چیز کے جو خدا نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے اور کچھ تجھے نہیں مل سکتا۔ پھر اپنی مرادیں حاصل کرنے کے لئے اپنے دل کو اتنی تکلیف میں نہ ڈال۔ خبردار دل پر اتنا بوجھ نہ رکھ کیونکہ آخر کار دنیا گذشتنی اور گذاشتنی ہے۔

مطلب یہہ کہ دنیا سے چلے جاؤ گے۔ اور اُس کو پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔

از بودنی ایستادہ چہ داری تیمار خرم بزی و جہان بہ شادی گذراں	۱۷	در فکرت بیہودہ دل و جان افگار تدبیر نہ با تو کردہ اند از اول کار

اے دوست جو بات ضرور ہونے والی ہے اُس کا

غم نہ کر۔ بیہودہ تفکرات ہیں دل اور جان کو کیوں عذاب میں ڈالتا ہے خوش رہ اور زندگی خوشی سے بسر کر۔ عاملانِ قضا و قدر نے پہلے دن تجھ سے مشورہ کر کے دنیا کا انتظام مرتب نہیں کیا تھا۔

مطلب یہ کہ دنیا کا سلسلہ تیری صلاح سے نہیں بنایا گیا۔ تجھے کیا فکر ہے۔ جو ہوتا ہے ہونے دے۔

افگار۔ زخم۔ جراحت۔ زخمی۔ مجروح۔

غم چند خوری کار نا آمدہ پیش خوش باش و جہاں تنگ مکن بر دل خویش	۱۸	رنج است نصیب مردم دور اندیش کز خوردن غم قضا نگردد کم و بیش

جو بات ابھی سامنے نہیں آئی اُس کا غم نہ کر۔ دور اندیش آدمی ہمیشہ رنج میں رہتا ہے۔ خوش رہ۔ اور جہان کو اپنے دل پر تنگ نہ بنا۔ غم کرنے سے قسمت کا لکھا بدل نہیں سکتا۔

دور اندیش سے مراد وہ آدمی جو آج ہی سے آیندہ کی باتوں کا فکر کرنے لگ جائے۔

دوش با ما گفت پنہاں کاردانے تیز ہوش گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع		کز شما پنہاں نشاید راز پیر مے فروش سخت میگیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

(حافظ)

ایزد چو نخواست آنچہ من خواستہ ام گر جملہ صواب است آنچہ او خواستہ است	۱۹	کے گردد راست آنچہ من خواستہ ام پس جملہ خطا است آنچہ من خواستہ ام

جو کچھ میں چاہتا ہوں جب خدا اسے نہیں چاہتا۔ تو پھر جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر بات

درست ہے کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ بہتر ہوتا ہے۔ تو پھر جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ سراسر نادرست ہے۔

۲۰

یارب تو گلم سرشتۂ من چہ کنم
پشم و قصبم تو رشتۂ من چہ کنم
ہر نیک و بدے کہ از من آید بوجود
تو بر سر من نوشتۂ من چہ کنم

اے خدا تو نے میری مٹی کا خمیر خود ہی تیار کیا ہے میں کیا کروں۔ میری اون کو اور میرے ریشم کو تو نے خود ہی کاتا ہے۔ میں کیا کروں۔ ہر ایک نیکی اور بدی جو مجھ سے ظاہر ہوئی۔ تو نے ہی میری قسمت میں لکھی تھی۔ میں کیا کروں۔

۲۱

تا ظن نبری کہ من بخود موجودم
یا این رہ خونخوار بخود پیمودم
چوں بود حقیقت مرا از وی بود
من خود کہ بُدم کجا بُدم کے بودم

تو یہ خیال نہ کر کہ میں خود بخود موجود ہو گیا۔ یا اس خونخوار رستے (راہِ دنیا) پر خود بخود سفر کرنا شروع کر دیا۔ میری حقیقت جو کچھ ہے۔ خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ میں خود کون تھا۔ کہاں تھا اور کب تھا۔

۲۲

ہر روز پگاہ در خرابات شوم
ہمراہ قلندران طامات شوم
چوں عالم سرّ والخفیات توئی
توفیقم دہ تا بمناجات شوم

ہر روز صبح کے وقت میں خرابات میں جاتا ہوں۔ اور قلندروں کے ساتھ بیٹھ کر لاف زنی میں مصروف ہوتا ہوں۔ تو تمام بھید دل کا جاننے والا ہے۔ مجھے توفیق دے تاکہ میں مناجات میں لگ جاؤں۔

مطلب یہہ کہ طامات سے نکال کر مناجات کی طرف لے جانا خدا کے ہی اختیار میں ہے۔

ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم وین یکدم نقد را غنیمت شمریم	۲۳	ز حکمش نیست ہر گناہی کہ مراست پس ما غم آیندہ ز بہر چہ خوریم

اے دوست آ۔ تاکہ ہم کل کا غم نہ کریں۔ اور اس موجودہ دم کو غنیمت سمجھیں۔ میں کوئی گناہ خدا کے حکم بغیر نہیں کرسکتا پھر بتاؤ ہم قیامت کا غم کیوں کریں۔

ای رفتہ بچوگانِ قضا ہمچو گو چپ میخور و راست برو ہیچ مگو	۲۴	کانکس کہ ترا فگند اندر تگ و پو او داند و او داند و او داند و او

اے کہ تُو قضا و قدر کی چوگان کے سامنے گیند بنا ہوا ہے۔ اُلٹی سیدھی برداشت کرتا جا۔ سیدھا چلا جا اور کچھ نہ کہہ کیونکہ جس نے تجھے اس تگ و پو میں ڈالا ہے۔ وہ جانے اور اُس کا کام۔

چوگان۔ خمدار لکڑی۔ ہاکی یا پولو کی لکڑی۔ **چپ خوردن**۔ فریب کھانا۔ مخالفت برداشت کرنا۔ ناکامیابی اور ناسازگاری کا شکار ہونا۔

زاہد نہ بہ ہدر کرد سودای ساقی زیرا کہ عمل عیاں نبود ای ساقی	۲۵	پر کن قدح بادہ تو زودای ساقی کاندر ازل آنچہ بود بود ای ساقی

زاہد نے اگر عمل ظاہر کئے ہیں تو اُسے زہد سے کیا فائدہ۔ اے ساقی شراب کا پیالہ جلدی بھر دے کیونکہ

جو کچھ ہونا تھا ازل کے دن ہی ہو چکا۔
یعنی زاہد کا زہد اور ہماری رندی پہلے دن سے ہی لکھی جا چکی ہے۔

گیرم کہ بتقوی و خردمندی رائے	۲۶	از دائرۂ شرع بروں ننہم پائے
بامیل کہ طبع میکند چہ تواں کرد		عیبیست کہ در من آفریدست خدائے

میں نے مانا کہ تقوے اور عقلمندی کے باعث میں شریعت کے دائرہ سے باہر نہ نکلوں۔ لیکن طبیعت کی رغبت کو کیا کروں۔ (کہ وہ ادھر نہیں جانے دیتی) اور یہ عیب میرے اندر خدا نے پیدا کیا ہے۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد		پر طبیعت ادھر نہیں آتی

(غالبؔ)

یہ رُباعی شیخ سعدی علیہ الرحمت کی معلوم ہوتی ہے۔(۱)

سازندۂ کارِ زندہ و مردہ توئی	۲۷	دارندۂ این چرخ پراگندہ توئی
من گرچہ بدم صاحبِ این بندہ توئی		کس را چہ گناہ کہ آفرینندہ توئی

مردوں کے اور زندوں کے کام تیرے ہی اختیار میں ہیں۔ اس پریشان آسمان کا تصرف بھی تیرے ہاتھ ہی میں ہے۔ میں اگرچہ بُرا ہوں لیکن میں تیرا ہی بندہ ہوں اور تو میرا آقا ہے۔ کسی کا کیا گناہ ہے جب کہ پیدا کرنے والا تو ہی ہے۔

خوش باش کہ پختہ اند سودائے تو دی	۲۸	ایمن شدہ انداز ہمہ تمنائے تو دی

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۴۔

تو شاد بزی کہ بی تقاضائے تو دی	۲۸	داوند قرار گاہ فردائے تو دی

خوش رہ کیونکہ تیرے کاروبار کا تمام انتظام ازل کے دن ہی پختہ کر دیا گیا تھا۔ تیرے سارے شور و غوغا سے عاملان قضا و قدر ازل کے دن ہی فارغ ہو بیٹھے تھے۔ خوش رہ کیونکہ تیری مرضی اور تیرے مشورے کے بغیر ہی پہلے روز سے ہی تیری آیندہ قرار گاہ مقرر کر دی گئی تھی۔

گر آمدنم بمن بدے نامدمے بہ زان نبدے کہ اندرین دیر خراب	۲۹	وار نیز شدن بمن بدے کے شدمے نہ آمدمے نہ شدمے نہ بدمے

اگر دنیا میں آنا میرے اختیار میں ہوتا تو میں کبھی نہ آتا۔ اور اگر دنیا سے جانا میرے اختیار میں ہوتا۔ تو میں کبھی نہ جاتا لیکن سب سے بہتر یہی تھا کہ اس دنیا میں نہ میں آتا نہ رہتا اور نہ جاتا۔

ہان تا بر مستان بدرشتی نہ شوی مے خور کہ بخوردن و بنا خوردن مے	۳۰	یا از در نیکوان بہ زشتی نہ شوی گر در خور دوزخی بہشتی نہ شوی

خبردار! مستوں کے پاس جا کر سختی نہ کر۔ اور نیک لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے نہ جا۔ شراب پی۔ کیونکہ شراب پینے یا نہ پینے سے۔ تو اگر دوزخ کے لائق ہے تو بہشت میں نہیں جا سکتا۔ (اور اگر بہشت کے لائق ہے تو دوزخ میں نہیں جا سکتا۔

چوں آتشِ سودائے تو جز دود نداشت در جستنِ وصلِ تو بسے کوشیدم	۳۱	مسکین دلِ من امید بہبود نداشت چوں بخت نبود کوششم سود نداشت

چونکہ تیرے عشق کی آگ میں سوائے دھوئیں کے کچھ نہ تھا۔ اس لئے میرے مسکین دل کو بہتری کی کبھی اُمید نہ ہوئی۔ میں نے تیرے وصل کے حاصل کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن نصیب میں نہ تھا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔

یہہ رُباعی دیوان انوری میں بھی درج ہے۔ (۱)

آنکس کہ گناہ بنزد او سہل بود علمِ ازلی علتِ عصیاں کردن	۳۲	این نکتہ بگویدار کہ او اہل بود نزدیک حکیم غایتِ جہل بود

جو شخص گناہ کو جائز قرار دے۔ اگر اس میں ذرا بھی عقل ہے تو یہہ نکتہ سمجھ لے گا۔ کہ گناہ کے عذر میں علمِ ازلی کا بہانہ کرنا دانا آدمی کے نزدیک حد درجہ کی جہالت ہے۔

اس رُباعی میں حکیم صاحب نے باب ہذا کی رُباعی نمبر ۵۔ اور رُباعی نمبر ۱۴۔ بلکہ بابِ ہذا کی تمام رُباعیات کا جواب خود ہی دیدیا ہے۔

---

(۱) دیکھو کلیات انوری صفحہ ۴۹۵۔

معارف

اس باب کی رباعیات میں اس قدر مختلف اور اتنے متفرق حقائق کا بیان ہے کہ کوئی ایسی تمہیدی تقریر جو ان کی تشریح اور توضیح کا کام دے سکے۔ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہہ باب تمہید سے خالی ہے۔

ساقی قدحی کہ ہست عالم ظلمات از جان و جہان ہر چہ در عالم ہست	۱	جز روی تو نیست در جہان آب حیات مقصود توئی و بر محمد صلوات

اے ساقی شراب کا پیالہ دے۔ کیونکہ جہان تاریک ہے۔ اور تیرے چہرے کے سوا اس دنیا میں اور کوئی آب حیات نہیں۔ جان سے اور دنیا و مافیہا سے مقصود صرف تیری ہی ذات ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔

ظلمات اور آب حیات کی رعایت ظاہر۔ اس رباعی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حکیم صاحب کا ساقی کون ہے اور شراب سے کیا مراد ہے۔

ساقی می معرفت مرا مکرمت است بی معرفت آدمی چہ کار آید ہیچ	۲	در شرب می معرفتم معصیت است مقصود ز آدمی ہمین معرفت است

اے ساقی معرفت کی شراب میرے نزدیک مایۂ بزرگی ہے۔ اور بے معرفت لوگوں کے نزدیک گناہ ہے۔ انسان معرفت کے بغیر ناکارہ ہے۔ کیونکہ آدمی اسی لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ وہ معرفت حاصل کرے۔

اشارہ ہے حدیث قدسی (کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ) کی طرف۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے یہ چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس اس لئے میں نے خلقت کو پیدا کیا۔

ساقی فلک از بحر عطائے تو کفے ست در کعبۂ جاں رسی شرف گر برسم	۳	در کوئے تو صد کعبۂ جاں در طرفیست ور در رہِ کعبہ ہم بمیرم شرفیست

اے ساقی! آسمان تیری بخشش کے سمندر کی جھاگ ہے۔ تیرے کوچہ میں صد ہا روحانی کعبے جابجا موجود ہیں۔ میری بڑی خوش قسمتی ہوگی اگر میں کعبۂ جان میں پہنچ جاؤں۔ اور اگر اس کعبہ کی راہ میں ہی مر جاؤں۔ تو یہ بھی خوش قسمتی ہے۔

کعبۂ جاں سے مراد وہ کعبہ ہے جسکی طرف مرزا غالب نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود		قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

ساقی نظرے کہ دل خوش از دیدن تست ناگفتہ دلت ضمیر ما سے داند	۴	جاں شاد ز خوشہ چینیِ خرمن تست جامِ جمِ عاشقاں دل روشن تست

اے ساقی ایک نظر ادھر بھی - کیونکہ ہمارا دل تیرے دیکھنے سے خوش ہوتا ہے - جان تیرے خرمن کی خوشہ چینی سے خوش ہوتی ہے - بغیر بیان کرنے کے ہی تیرا دل ہماری مافی الضمیر کو جانتا ہے - عاشقوں کے نزدیک تیرا روشن دل ہی جامِ جم ہے -

جامِ جم - جامِ جہاں نما -

ساقی قدحے کہ شمع دل در نگرفت آہ از مئے لعلت کہ بریں بادۂ ناب	۵	تا از آتش می زندگی از سر نگرفت ہر کس کہ لبی بنہاد لب بر نگرفت

اے ساقی شراب کا پیالہ دے کیونکہ دل کی شمع روشن نہیں ہوتی جب تک کہ شراب کی آگ سے از سرِ نو زندگی حاصل نہیں کرتی - تیری سُرخ شراب کیا عجب چیز ہے کہ جو کوئی اس خالص شراب پر ہونٹ رکھتا ہے پھر ہونٹ نہیں اُٹھاتا -

در گرفتن - روشن ہونا - لب بر نگرفت - ۱ - شراب کے پیالے سے ہونٹ نہیں اُٹھاتا یا ۲ - خاموشی اختیار کر لیتا ہے - منہ سے کوئی بات نہیں نکالتا - ع

آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

ترس اجل و بیم فنا ہستی تست من از دمِ عیسوی شدم زندہ بجاں	۶	ورنہ ز فنا شاخ بقا خواہد رُست مرگ آمدہ از وجودِ من دست بشست

تیری (نامکمل) ہستی ہی خوفِ اجل اور بیمِ فنا کا باعث ہے - ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ فنا سے ہی بقا حاصل ہوتی ہے - میری جان (معشوق کے) دمِ عیسوی سے زندہ ہو گئی ہے - اس لئے موت میرے

پاس آئی اور میری طرف سے نا اُمید ہو گئی۔
مطلب یہہ ہے کہ موت سے وہی شخص ڈرتا ہے جو حقیقی معنوں میں زندہ نہیں ہوتا۔ ورنہ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق		ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

قومی زگزاف در غرور افتادند معلوم شود چو پردہ ہا بردارند	۷	قومی زپئے حور و قصور افتادند از کوئے تو دور دور افتادند

بعض لوگ لاف و گزاف کے دھوکے میں ہی پڑے رہے۔ بعض لوگ حور و قصور کے ہی طلبگار بنے رہے۔ جب پردہ اُٹھے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ تیرے کوچہ سے بہت دور بھٹکتے رہے۔

فقیہاں دفترے رامی پرستند بیفگن پردہ تا معلوم گردد		حرم جویاں درے رامی پرستند حریفاں دیگرے رامی پرستند

حور و قصور کے طلبگار کے متعلق شاعر نے کہا ہے۔

ہیچ کارِ زاہد ما حسبتہً للّٰہ نیست
ایں ریاضت ہا کہ مے بینی برائے جنت است

آنہا کہ کشندہ شراب نابند بر خشک یکی نیست ہمہ در آبند	۸	و آنہا کہ بشب مدام در محرابند بیدار یکیست دیگراں در خوابند

وہ لوگ جو شراب پیتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو رات بھر محراب میں بیٹھے رہتے ہیں ان میں سے ایک بھی خشکی پر نہیں سب پانی میں ہیں۔ بیدار صرف ایک ہی ذات ہے باقی تمام خواب میں ہیں۔
در آبند۔ سے مراد غالباً تردامنی ہے۔

با تو بخرابات اگر گویم راز ای اول و آخر ہمہ خلق تو بی	۹	بہ زانکہ بمحراب کنم بی تو نماز خواہی تو مرا بسوز و خواہی بنواز

خرابات میں تیرے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرنا محراب میں تیرے بغیر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اے کہ تو خلقت کا اول اور آخر ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے جلا۔ اور اگر چاہتا ہے۔ تو مجھے بنا۔

بے تو گر در کعبہ باشم بُت زمن ننگ آورد
با تو گر من بُت تراشم کعبہ ام سنگ آورد

بازی بودم پریدہ از عالم راز اینجا چو نیافتم کسے محرم راز	۱۰	بو تا کہ برم دمی نشیبی ز فراز زاں در کہ در آمدم بروں رفتم باز

میں ایک باز تھا جو عالم بالا سے اُڑ کر آیا تا کہ کچھ دیر کے لئے بلندی کو چھوڑ کر پستی میں پرواز کروں۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یہاں میرا محرم راز کوئی نہیں اس لئے پھر اُسی رستے واپس ہو گیا۔

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب کہ ای بلند نظر شاہباز سدرہ نشیں ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر		سروش عالم غیبم چہ مژدہ ہا دادا ست نشیمن تو نہ این کنج محنت آباد است ندانمت کہ درین دامگہ چہ افتاد است

(حافظ)

ما لعبت گانیم و فلک لعبت باز بازیچہ ہمی کنیم بر نطع وجود	۱۱	از روئے حقیقی و نہ از روئے مجاز بر ویم بصندوق عدم یک یک باز

ہم پتلیاں ہیں اور آسمان پتلیوں کا تماشہ کرنیوالا۔ یہ بات بالکل

سچی ہے کوئی استعارہ نہیں۔ ہستی کے فرش پر ہم کھیل دکھلا رہے ہیں۔ (کھیل ختم ہونے پر) ہم ایک ایک کرکے عدم کے صندوق میں ڈالے جائیں گے۔

رفتند یکی ز رفتگاں نامد باز کارت زنیاز می کشاید نہ نماز	۱۲	تا با تو بگوید از پس پردہ راز بازیچہ بود نماز بے صدق و نیاز

دُنیا کے لوگ چلے گئے اور اُن میں سے واپس کوئی نہ آیا تاکہ تجھے پردہ کے پیچھے سے راز کی باتیں بتاتا۔ تیری مطلب براری نیاز سے ہوگی۔ نماز سے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ نماز جو صدق و نیاز سے خالی ہو وہ بچوں کا کھیل ہے نماز نہیں۔

"لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ"

می پرسیدی کہ چیست این نقش مجاز نقشیست پدید آمدہ از دریائے	۱۳	گر برگویم حقیقتش ہست دراز وانگاہ شدہ بقعر آن دریا باز

تو نے پوچھا ہے کہ یہ نقش مجاز کیا چیز ہے۔ اگر میں اسکی حقیقت بیان کروں تو یہ بہت لمبا قصہ ہوجائے گا۔ مختصر طور سے میں تجھے بتاتا ہوں کہ انسانی ہستی ایک نقش ہے جو دریا کی سطح پر نمودار ہوتا ہے اور پھر دریا کی گہرائیوں میں جاکر غائب ہوجاتا ہے۔

مطلب یہہ کہ انسانی ہستی ایک حباب ہے یا ایک موج ہے جو دریا کی سطح پر تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوکر پھر معدوم ہوجاتی ہے۔

دم نکلنے پر یہہ عقدہ وا ہوا مثل حباب
ہستی موہوم نے باندھی ہوا تھی میں نہ تھا

مقصود زجملہ آفرینش ماییم این دائرہ جہاں چو انگشتری است	۱۴	در چشم خرد جوہر بینش ماییم بے ہیچ شکے نقش نگینش ماییم

دُنیا کے پیدا کرنے کی علتِ غائی ہم ہی تھے۔ عقل کی آنکھ میں نورِ بصیرت ہم ہی ہیں۔ دُنیا کا دائرہ انگشتری کی مثال ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس انگشتری کا نقش نگیں ہم ہی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔

ما کز مے بیخودی طربناک شدیم آخر ہمہ ز آلائش تن پاک شدیم	۱۵	وز پایۂ دون بر سر افلاک شدیم از خاک برآمدیم و با خاک شدیم

ہم شراب بیخودی سے مست ہو گئے۔ نیچے سے اُٹھ کر آسمان پر جا پہنچے آخر کار ہم سب جسم کی آلائش سے پاک ہو گئے۔ خاک سے نکلے تھے اور خاک میں چلے گئے۔

مطلب یہ کہ موت انسان کو عالم سفلی سے عالم علوی کی طرف لے جاتی ہے۔ مٹی میں گڑنا گویا آسمان پر چڑھنا ہے۔

یکدست بہ مصحفیم و یکدست بجام ماییم دریں گنبد فیروزہ خام	۱۶	گہ مرد حلالیم و گہے مرد حرام نے کافر مطلق نہ مسلمان تمام

ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن ہے اور دوسرے ہاتھ میں شراب کا پیالہ۔ کبھی ہم حلال کے پابند ہوتے ہیں اور کبھی حرام حلال کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس گنبد فیروزہ میں (یعنی آسمان کے نیچے یا دنیا میں) ہم ابھی خام ہیں۔ نہ تو پورے کافر ہیں اور نہ پورے مسلمان۔

ساقیا یک جرعہ دہ زاں آب آتش گوں کہ من
درمیانِ پختہ گانِ عشق تو خامم ہنوز

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم بودیم ز آبِ دیدہ در آتشِ دل	۱۷	آسودہ در آمدیم و غمناک شدیم دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

ہم عدم سے پاک آئے تھے یہاں آکر ناپاک ہو گئے۔
آسودہ خاطر آئے تھے اور غم ناک ہو گئے۔ چشمِ گریاں ہمیشہ ہمارے
دل کو جلاتی رہی۔ عمر برباد کر کے آخر خاک میں چلے گئے۔
آب و آتش اور باد و خاک یعنی اربعہ عناصر کی رعائت ظاہر

چندانکہ ز خود نیست ترم ہست ترم زایں طرفہ تر آنکہ از شراب ہستی	۱۸	ہر چند بلند پایہ ترم پست ترم ہر لحظہ کہ ہشیار ترم مست ترم

خودی کو میں جس قدر چھوڑتا ہوں میری ہستی اُتنی ہی زیادہ
ہوتی ہے۔ جتنا میرا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ میں اُتنا ہی پست ہوتا ہوں
اس سے بھی زیادہ عجیب یہہ بات ہے کہ جس وقت میں زیادہ
ہشیار ہوتا ہوں۔ حقیقت میں اوس وقت ہستی (یعنی خودی)
کی شراب سے زیادہ مست ہوتا ہوں۔
(از شراب ہستی) متعلق ہے (مست ترم) سے۔

من گوہرِ خود بقیمت کم ندہم خاکِ درِ تو بمملکتِ جم ندہم	۱۹	دردِ تو بصد ہزار مرہم ندہم یک موئے ترا بہ ہر دو عالم ندہم

میں اپنے گوہر کو کم قیمت پر نہیں دیتا۔ تیرا درد میرے
نزدیک ہزار علاجوں سے بہتر ہے۔ تیرے دروازہ کی خاک

جمشید کی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہے۔ میرے نزدیک دونو جہاں تیرے ایک بال کی قیمت کے بھی نہیں۔

اس لحاظ سے امیر خسرو نے سچ کہا ہے۔

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

دردِ تو سے مراد۔ تیرا دیا ہوا درد۔ دردِ عشق۔

در دیدۂ تنگ مور نور است از تو ذاتِ تو سزاست مر خداوندی را	۲۰	در پائے ضعیف پشہ زور است از تو ہر وصف کہ ناسزاست دور است از تو

چیونٹی کی تنگ آنکھوں کو تیری طرف سے ہی نور عطا ہوا ہے۔ مچھر کے کمزور پاؤں میں تیرا ہی دیا ہوا زور ہے۔ تیری ذات خدائی کے لائق ہے۔ کوئی ایسا وصف جو اچھا نہیں تجھ میں نہیں ہے۔

اے بیخبر از کار جہاں ہیچ نہ شد حدِّ وجود درمیانِ دو عدم	۲۱	بنیاد بباد است از اں ہیچ نہ اطراف بود و تو درمیاں ہیچ نہ

اے کہ تو جہان کے انتظام سے بے خبر ہے تو کچھ بھی نہیں۔ دنیا کی (یا تیری) بنیاد ہوا پر ہے اس لئے تو کچھ نہیں۔ ہستی کی حد درمیان دو نیستیوں کے ہے۔ دونوں طرفیں قائم ہیں اور تو درمیان میں کچھ بھی نہیں۔

الوجود بین العدمین مشہور مقولہ ہے

مطلب یہ کہ تیری ہستی عارضی ہے - ابتدا بھی عدم تھی انتہا بھی عدم ہو گی -

دُنیا ہیچ است وکار دنیا ہمہ ہیچ

ای ہیچ ز بہر ہیچ بر ہیچ ہیچ؛

ایدل اگر از غبار تن پاک شوی عرش است نشیمن تو شرمت بادا	۲۲	تو روح مجردی برافلاک شوی کآئی و مقیم خطۂ خاک شوی

اے دل! اگر تو جسم کے غبار سے پاک ہو جائے تو پھر تُو خالص روح ہی روح ہے - ضرور ہے کہ آسمان پر جا پہنچے گا - تیرا اصلی مقام عرش پر ہے - شرم کی بات ہے کہ تُو خطۂ خاک پر آکر اسی جگہ مقیم ہو جائے -

دیکھو رُباعی نمبر ۱ باب ہذا -

از مطبخ دنیا تو ہمہ دود خوری دنیا کہ بر اہل دین زیانیست عظیم	۲۳	تا چند غم بودہ و نابودہ خوری گر ترک زیاں کنی ہمہ سود خوری

دُنیا کے مطبخ سے تیرے حصّہ میں صرف دھواں ہی ہے - تو اس بات کا غم کب تک کرتا رہے گا کہ یہ ہے اور یہ نہیں ہے - اہل دین کے لئے دنیا سراسر نقصان کا موجب ہے - اس نقصان کو چھوڑ دے تاکہ تجھے فائدہ حاصل ہو -

مطبخ — از طبخ - کھانا پکانے کی جگہہ -

سید اکبر حسین صاحب مرحوم و مغفور مشین مغرب کو بھی مطبخ دنیا ہی سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں -

عبث است بے ہنر قرب نشیمن مغربی خواہی
کہ جز دود سے ترا حاصل نمی گردد ازیں بہا

زاں پیش کہ از جام اجل مست شوی سرمایہ بدست آر دریں رہ کانجا	۲۴	زیر لکد حادثہ پا پست شوی سودے نہ کنی اگر تہی دست شوی

بیشتر اس کے کہ تو موت کے پیالے سے مست ہو جائے۔ اور حادثے تجھے پامال کردیں۔ اس رستہ میں (یعنی دنیا میں) کوئی سرمایہ پیدا کر۔ کیونکہ اوس جگہ (یعنے اگلے جہان میں) اگر تو خالی ہاتھ جائے گا۔ تو کچھہ فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔

چرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر | زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(سعدی)

ای آنکہ خلاصۂ چہار ارکانی دیوی و ددی و ملک و انسانی	۲۵	بشنو سخنے ز عالم روحانی بالنت ہر آنچہ می نمائی آنی

اے کہ تو اربعہ عناصر کا خلاصہ ہے۔ عالم روحانی کی ایک بات ابھی سن لے۔ تو شیطان ہے۔ درندہ ہے۔ فرشتہ ہے اور انسان ہے۔ جو کچھ تو ہوگا وہی نظر آئے گا۔ یہ بات تیرے ہاتھ میں ہے۔

جسمانی لحاظ سے انسان اربعہ عناصر (یعنے آب و باد و آتش و خاک) سے مرکب ہے۔ اسی طرح روحانی لحاظ سے انسان میں دیو و دد اور ملک و انسان کی خصوصیتیں موجود ہیں۔ جس خصوصیت کو آدمی ترقی دے۔ وہی صورت

اختیار کرے گا۔

اول بخودم چو آشنا می کردی چون ترک منت نبود از روز نخست	۲۶	آخر ز خودم چرا جدا می کردی سرگشته بعالمم چرا می کردی

جب تو نے مجھے پہلے اپنا آشنا بنایا تھا۔ تو پھر آخر مجھے اپنے سے جدا کیوں کیا۔ اگر پہلے ہی دن سے مجھے چھوڑ دینے کا ارادہ نہ تھا۔ تو پھر دنیا میں مجھے سرگرداں کیوں کیا۔

فردا که بنامهٔ سیاه خود درنگری بفروخته دین بدنیا از بیخبری	۲۷	بس دست تحسر که بدندان ببری یوسف که بده درم بفروشی چه خری

قیامت کے دن جب تو اپنے سیاہ نامۂ اعمال کو دیکھے گا۔ تو حسرت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا۔ بے وقوفی کی وجہ سے تو نے دنیا کے عوض دین کو بیچ ڈالا۔ تو کیسا احمق ہے کہ یوسف کو دس درم کے عوض بیچتا ہے۔

یہہ رباعی کلیات سعدی میں بھی موجود ہے (۱)

ای بلبل خوش سخن چه شیرین نفسی شاید که بیاران عزیزت نرسی	۲۸	گر دست زبان خویشتن در قفسی سرمست هوا و پای بند هوسی

اے بلبلِ خوش گو! تو کیسا شیریں نفس ہے کہ اپنی زبان کے ہاتھوں پنجرے میں قید پڑی ہے۔ تجھے ڈر ہے۔

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۳۔

کہ تو کبھی اپنے عزیز دوستوں سے نہیں مل سکے گی - کیونکہ تو ہوا و ہوس میں گرفتار ہے -

یہ رُباعی بھی کلیات سعدی میں موجود ہے (۱)

ظاہر ہے کہ بلبل کی اسیری کی وجہ صرف اس کی خوش خوانی ہے - ورنہ زاغ و زغن کو کون پنجرے میں ڈالتا ہے -

دل گفت مرا علم لدنی ہوس ست گفتم کہ الف گفت دگر ہیچ مگوی	۲۹	تعلیمم کن اگر ترا دسترس ست در خانہ اگر کس است یکحرف بس ست

میرے دل نے مجھے کہا کہ میری خواہش ہے کہ علم لدنی سیکھوں - اگر تو سکھا سکتا ہے تو مجھے سکھا - میں نے کہا - "الف" اوس نے جواب دیا کہ بس کافی ہے - اور کچھ نہ کہو - عقلمند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے -

لدُنّی - من لدنّی - میری طرف سے - یعنی خدا کی طرف سے - علم لدُنّی سے مراد - وہ علم باطنی ہے جو براہِ راست خدائے تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے -

الف - حروفِ تہجی کا پہلا حرف - عام محاورہ میں خدائے واحد و یکتا سے مراد ہے -

چوتھا مصرعہ ضرب المثل ہے جسطرح کہتے ہیں - عاقل را اشارہ کافی ست -

مطلب یہہ ہے کہ باطنی علم میں ظاہری علم کی طرح پوری ابجد یا کسی اور نصاب تعلیم کی ضرورت نہیں - وہاں صرف الف ہی کافی ہے -

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۳ -

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی بھی حکیم صاحب کی نہیں۔ مولانا عشقی کاشانی کی ہے۔ (۱)

متفرقات

اس باب میں چند ایک وہ رُباعیات درج کی جاتی ہیں۔ جو خاص کسی عنوان کے نیچے نہیں آسکتی تھیں۔

من در رمضان روزه اگر می خوردم از محنت روزه روز من چون شب بود	۱	تا ظن نبری که بیخبر می خوردم پنداشته بودم که سحر می خوردم

اگر میں رمضان میں روزے کھاتا ہوں تو اوسکی وجہ یہہ نہیں کہ بے خبری سے کھا رہا ہوں۔ اصل بات یہہ ہے۔ کہ روزے کی تکلیف سے میرا دن رات کی طرح تاریک ہوتا ہے۔ میں یہہ سمجھتا ہوں کہ سحری کھا رہا ہوں۔

روزے نہ رکھنے کا اچھا بہانہ ہے۔ لیکن جب روزہ رکھا ہی نہ جائے تو پھر "محنت روزہ" چہ معنی دارد۔ صرف لطیفہ ہی ہے۔

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمۂ عشقی کاشانی۔

با بط می گفت ماہیی در تب و تاب بط گفت کہ چوں من و تو گشتیم کباب	۲	باشد کہ بجوی رفتہ باز آید آب دنیا پس مرگ من چہ دریا چہ سراب

ایک بے قرار مچھلی (یعنی ماہی بے آب) بطخ کو کہہ رہی تھی کہ شاید نہر میں پھر پانی آجائے۔ بطخ نے جواب دیا کہ جب ہم کباب ہو چکیں گے۔ پھر دریا ہوا تو کیا اور سراب ہوا تو کیا۔

ہمدم می گفت صبر کن زیرا کہ آب رفتہ بجوئے باز آید گفتم آب ار بجوئے باز آید		صبر کار تو خوب در زود کند کار بہتر ازانچہ بود کند ماہی مردہ را چہ سود کند

(۶ الوری)

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی کمال الدین بیدار کی ہے۔ (۱)

چوں نیست مقام ما دریں دہر مقیم تا کے ز قدیم و محدث ای مرد سلیم	۳	پس بے مئے و معشوق عذابیست الیم چوں من رفتم جہان چہ محدث چہ قدیم

جب دیر دنیا میں ہمارا مقام ہمیشہ کے لئے نہیں ہے پھر بغیر شراب اور معشوق کے زندگی بسر کرنا سخت عذاب کا موجب ہے۔ اے مرد سلیم! قدیم و حادث کی بحث کا کیا فائدہ۔ جب ہم نہ ہوئے پھر جہاں قدیم ہوا تو کیا اور حادث ہوا تو کیا۔

سلیم۔ ۱۔ دانا۔ ۲۔ بے وقوف۔ قدیم۔ ازلی ابدی۔ محدث۔ حادث۔ وہ چیز جو ازلی نہ ہو۔ نئی پیدا کی ہوئی چیز۔

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ ۲۱۷۔

۴

وقتیست کہ از سبزہ جہان آرایند
موسیٰ صفتان ز شاخ کف بنمایند
عیسیٰ نفسان ز خاک بیرون آیند
در چشم سحاب دیدہ ہا بگشایند

وقت آگیا ہے کہ سبزہ سے جہان کو آراستہ کریں موسیٰ صفت درخت ٹہنیوں سے یدِ بیضا دکھائیں۔ عیسیٰ نفس نباتات اور پھول خاک سے نکلیں اور بادل کی آنکھ سے آنکھ ملائیں۔

مطلب یہہ کہ موسمِ بہار آگیا ہے۔

۵

گر گل نبود نصیب ما خار بس است
ور نور نمی رسد بما نار بس است
گر سبحہ و سجّادہ و شیخی نبود
ناقوس کلیسائی و زنار بس است

اگر ہمارے نصیب میں پھول نہیں تو کانٹا ہی کافی ہے اگر ہماری قسمت میں نور نہیں تو نار (آگ) ہی غنیمت ہے اگر تسبیح۔ سجّادہ اور پارسائی ہمارے حصہ میں نہیں تو ناقوس کلیسا اور زنار ہی سہی۔

۶

چون دست بدامانِ ہوس مے نہ رسد
جامی بمراد دل بکس مے نہ رسد
در دہ قدحِ دُرد کہ جامِ صافی
زین شیشۂ فیروزہ بکس مے نہ رسد

جب دامانِ ہوس تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ اور دل کی مراد کے مطابق کسی کو جام نہیں مل سکتا۔ تو پھر شراب ناصاف کا پیالہ ہی دیدے۔ کیونکہ اس نیلگوں صراحی (یعنے آسمان) سے شراب صاف کا پیالہ کبھی کسی کو نہیں ملا۔

ای کاش کہ جای آرمیدن بودے کاش از پی صد ہزار سال از دل خاک	۷	یا این رہ دور را رسیدن بودے چون سبزہ اُمید بردمیدن بودے

کاش کہ دنیا آرام کی جگہہ ہوتی - یا اس دور و دراز مسافت کا کوئی خاتمہ ہوتا - کاش کہ ہزارہا سال کے بعد کبھی سبزہ کی طرح زمین سے دوبارہ اُگنے کی امید ہوتی -

بعث بعد الموت کا انکار مقصود نہیں - دوبارہ دنیا میں آنے کی آرزو کا اظہار ہے -

بسیار بگشتیم بگرد در و دشت از کس نشنیدیم کہ آمد زین راہ	۸	اندر ہمہ آفاق بگشتیم بگشت راہے کہ برفت رہرو باز بگشت

شہروں اور جنگلوں میں ہم بہت پھرتے رہے - تمام جہان میں گشت لگاتے رہے - لیکن کسی آدمی نے جو اس دنیا میں آیا ہو ایسے رستہ کا پتہ نہیں دیا جس سے مسافر ایک دفعہ جا کر پھر واپس آیا ہو -

مطلب یہہ کہ دنیا کو ایک دفعہ چھوڑنے کے بعد پھر کوئی آدمی دنیا میں واپس نہیں آسکا -

ای رفتہ و باز آمدہ بلہم گشتہ ناخن ہمہ جمع آمدہ و سُم گشتہ	۹	نامت ز میان نامہا گم گشتہ ریشت ز عقب درآمدہ دم گشتہ

اے کہ تو دنیا سے ایک دفعہ چلا گیا اور پھر حیوان ہو کر آیا ہے - تیرا نام بھی اب کسی کو یاد نہیں - تیرے ناخن سب اکٹھے ہو کر سُم بن گئے ہیں اور تیری ڈاڑھی پیچھے

سے نکل کر دُم بن گئی ہے۔

اس رُباعی کے متعلق ایک عجیب روایت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حکیم خیام صاحب معہ چند ایک شاگردوں کے نیشاپور کے ایک مدرسہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ لوگ گدھوں پر اینٹیں لاد کر مدرسہ کی مرمت کے لئے لا رہے ہیں جب یہ گدھے مدرسہ کے دروازے پر پہنچے۔ تو اون میں سے ایک گدھا کھڑا ہو گیا۔ اور باوجود بڑی کوشش کے مدرسہ میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ حکیم صاحب اُس گدھے کے نزدیک آئے اور یہ رباعی پڑھی۔ رُباعی سُن کر گدھا مدرسہ میں داخل ہو گیا۔ لوگوں نے حیران ہو کر حکیم صاحب سے اس ماجرا کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے کہا کہ یہ گدھا اس سے پہلے اسی مدرسہ میں مدرس رہ چکا ہے۔ مرنے کے بعد گدھا ہو گیا۔ بوجہ شرم کے مدرسہ میں داخل ہونا نہیں چاہتا تھا کہ کوئی پہچان نہ لے۔ اب یہ سمجھ گیا ہے کہ ایک ساتھی نے تو پہچان ہی لیا ہے۔ اب عذر کرنے کا کیا فائدہ۔ اس لئے مدرسہ میں داخل ہو گیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکیم صاحب تناسخ کے قائل تھے۔

بلہم۔ اشارہ ہے آیہ کریمہ "اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" کی طرف۔ (ترجمہ۔ یہ لوگ حیوانوں کی مثال ہیں بلکہ اون سے بھی زیادہ گمراہ)

از دیر بدر آمدہ ناپاک تنے بشکست صراحیم کہ عمرش کم باد	۱۰	واز دودِ جہنم بہ تنش پیرہنے وانگہ چو مئے لطیف مرد چو منے

ایک ناپاک شخص نے جس کے جسم پر دودِ جہنم کے کپڑے تھے دیر سے نکل کر میری شراب کی صراحی کو توڑ دیا۔ شراب بھی ایسی لطیف اور پھر مجھ جیسے آدمی کی۔

غالباً محتسب یا کسی واعظ کی طرف اشارہ ہوگا۔ دوسرے مصرعہ میں اشارہ ہے اس سیاہ رنگ لباس کی طرف جو ایسے لوگ پہنتے ہیں۔

ابریق مئے مرا شکستی۔ ربی برخاک بریختی مئے ناب مرا	۱۱	بر من درِ عیش را ببستی۔ ربی خاکم بدہن مگر تو مستی۔ ربی

تو نے میری شراب کی صراحی توڑ دی۔ میری فریاد خدا سے ہے۔ تو نے مجھ پر عیش کا دروازہ بند کر دیا۔ میں خدا کے آگے فریاد کرتا ہوں۔ تو نے میری خالص شراب کو خاک پر گرا دیا۔ خاکم بدہن شاید تو مست ہے۔ میں خدا سے فریاد کرتا ہوں۔

خاکم بدہن۔ کوئی گستاخانہ یا نامبارک بات کہتے ہوئے کہتے ہیں خاکم بدہن۔

شاعر کا مخاطب اگر محتسب کو سمجھا جائے اور لفظ ربی کو باقی عبارت سے بالکل علیحدہ پڑھا جائے تو ترجمہ یہہ ہوگا جو اوپر لکھا گیا ہے۔ لیکن یہہ ترجمہ نقلِ کفر سے بچنے کے لئے کیا گیا ہے۔ عام طور پر اس رباعی میں خطاب خدا کی طرف ہی سمجھا جاتا ہے

اور خاکم بدہن سے اس خیال کی اور بھی تائید ہوتی ہے۔ یوں بھی دور و دراز کی تاویل نہ کیجائے تو رُباعی کے الفاظ اور ترکیب اسی خیال کے مؤید ہیں۔

رَبّی ۔ اے میرے رب۔ اس ندا کو دعائیہ سمجھو یا خطابیہ۔ لیکن یہہ ضروری نہیں کہ لفظ ربّی کی وجہ سے تمام مضمون کا خطاب ہی رب کی طرف ہو جائے۔ مثلاً

الٰہی بخت تو بیدار بادا گل امید تو دائم شگفتہ	ترا دولت ہمیشہ یار بادا بچشم دشمنانت خار بادا

یہاں بھی لفظ الٰہی موجود ہے جو معنوں میں لفظ ربّی کے برابر ہے۔ لیکن خطاب خدا کی طرف نہیں۔ بلکہ ممدوح کی طرف ہے۔

اس رُباعی کے متعلق بھی ایک بے سرو پا روایت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ جب حکیم صاحب نے یہہ رُباعی کہی۔ آپ کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ شاگرد اور دوست پاس سے بھاگ گئے۔ حکیم صاحب نے جب آئینہ دیکھا تو صورت کو دگرگوں پایا۔ ہنسے اور پھر یہہ رُباعی پڑھی۔

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو من بد کنم و تو بد مکافات دہی	وانکس کہ گناہ نکرد چوں زیست بگو پس فرق میان من و تو چیست بگو

یہہ رُباعی پڑھنے پر فوراً آپ کا چہرہ پھر نورانی ہوگیا۔

لیکن اہل دل جانتے ہیں کہ یہ تو "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کا معاملہ ہے۔ اگر اوس رُباعی پر چہرہ سیاہ ہوا تھا۔ تو پھر اسس رُباعی پر سفید ہونا قرین قیاس نہ تھا۔ واللہ اعلم۔



